ملفوظ

مصابیح القلوب

مؤلفہ
ظہیر السجاد

اَلَا اِنَّ اَوْلِيَاءَ اللّٰهِ لَاخَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَاهُمْ يَحْزَنُوْنَ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ! رسالۂ مبارکہ

دَرحالات

حضرت شیخ المشائخ اعلم علمائے زمانہ سیدالمفسرین، سند المحدثین حافظ کلام باری و صحیح بخاری منبع الحسنات حافظ دلائل الخیرات ملاذی المسلمین حافظ حصن حصین، صدرمجلس علمائے اہلسنّت سیدنا ومولانا

الحاج سیدشاہ عبدالصمدمودودی

چشتی، نظامی، فخری،سلیمانی حافظی قدس سرہٗ النورانی

مسمّٰی باسم تاریخ

ملفوظ مصابیح القلوب

حصہ اوّل

سنِ تالیف ۱۳۷۶ھ

ملقب بلقب تاریخ

مرقع سراج چشت

سن طباعت ۱۳۷۷ھ

مؤلفہ: احقر العباد ظہیر السجّاد عفی عنہ قصبہ پھپھوند ضلع اوریّا

مکتبہ صمدیہ پھپھوند شریف ضلع اوریایوپی

نام کتاب : ملفوظ مصابیح القلوب
مؤلف : احقر العباد ظہیر السجاد عفی عنہ
کمپوزنگ : افضل حسین بستوی دہلی Mob.9868594259
پروف ریڈنگ : حضرت مولانا سید محمد مظہر میاں صاحب
حضرت مولانا محمد احمد صاحب
سن اشاعت بار سوم : ۱۴۳۳ھ/۲۰۱۱ء
باہتمام : مکتبہ صمدیہ، آستانہ عالیہ صمدیہ پھپھوند شریف، ضلع اوریا (یوپی)
ہدیہ :
مطبوعہ :

ملنے کے پتے

★ مکتبہ صمدیہ، پھپھوند شریف، اوریا، یوپی
★ کتب خانہ امجدیہ، ۴۲۵، مٹیا محل، جامع مسجد، دہلی ۱۱۰۰۰۶

احوالِ واقعی

زیرِ نظر کتاب ''ملفوظ مصابیح القلوب'' شیخ المشائخ، اعلم العلما، صدر مجلس علمائے اہلسنّت، سیدی ومولائی خواجہ سید شاہ عبد الصمد مودودی چشتی قدس سرہٗ النورانی کے حالاتِ طیبات اور اقوال وملفوظات کا مجموعہ ہے۔ جس کی ترتیب وتدوین کا کام آج سے تقریباً ۵۵ سال قبل آستانہ عالیہ صمدیہ مصباحیہ پھپھوند شریف کے ایک جاں نثار مرید جناب حکیم ظہیر السجاد صاحب مرحوم نے بڑے حزم واحتیاط کے ساتھ انجام دیا تھا۔ جس کی طباعت پہلی بار ۱۳۷۷ھ کو مطبع انتظامی پریس کانپور سے ہوئی۔ کتاب کا پہلا ایڈیشن اپنی اہمیت وافادیت کی وجہ سے تھوڑے ہی عرصے میں ختم ہوگیا۔ پھر ایک طویل عرصے کے بعد حضور قبلہ عالم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عرس صد سالہ کے موقع پر ۱۴۲۳ھ ۲۰۰۲ء کو دوسرا ایڈیشن مکتبہ امجدیہ مٹیا محل دہلی سے نئی کتابت کے ساتھ بڑے اہتمام سے منظر عام پر آیا۔ حسب سابق یہ ایڈیشن بھی مقبول عام وخاص ہوا اور قلیل سی مدت میں اس کی ساری جلدیں ختم ہوگئیں۔

اس کتاب کی ترتیب وتدوین چونکہ آج سے نصف صدی قبل عمل میں آئی تھی، اس زمانے کی طرزِ کتابت، اندازِ طباعت، اسلوبِ تحریر اور زبان وبیان آج سے بہت مختلف تھی۔ ادق الفاظ اور پیچیدہ ترکیبوں کا استعمال عام تھا، جو آج کی نئی نسل کے ذوقِ مطالعہ پر گراں بار ہے۔ ان ہی تقاضوں کے پیش نظر جدید اسلوب میں ''ملفوظ مصابیح القلوب'' کی کمپوزنگ اور پیراگرافنگ کے ساتھ طبع ثالث کا ارادہ ہوا۔ زیرِ نظر ایڈیشن میں حسب ضرورت پیرابندی کر دی گئی ہے، رموز اوقاف مثلاً کاما، خاتمہ، کولن،

سیمی کولن وغیرہ علامات لگادیئے گئے ہیں، قدیم رسم الخط کی جگہ جدید رسم الخط کا استعمال کیا گیا ہے۔ اس ایڈیشن میں برادرِ صغیر شاعر آستانہ حضرت حافظ وقاری سید محمد منظر میاں سلمہ' کا اُردو زبان میں منظوم شجرہ طیبہ بھی شامل کردیا گیا ہے۔ نیز سلسلۂ چشت اہل بہشت کے بزرگانِ دین کی تواریخ وصال اور مدفن بھی نقل کردیئے گئے ہیں۔ ان تمام خصوصیات کے ساتھ کتابِ مستطاب کا تیسرا ایڈیشن آپ کے ہاتھوں میں ہے۔ امید کہ قارئین اسے پسندیدگی کی نگاہ سے دیکھیں گے۔

محمد انور چشتی
خادم جامعہ صمدیہ پھپھوند شریف

عرضِ ناشر

اسلامی آداب واخلاق کے فروغ وبقامیں بزرگانِ دین کے ملفوظات کا کردار نہایت تابناک رہا ہے۔ امت مسلمہ نے ہمیشہ ان سے روشنی حاصل کی اور اپنی تشنگی کو سیرابی سے ہمکنار کیا۔ اسی مقصد کو مدنظر رکھتے ہوئے محترم جناب حکیم ظہیر السجاد صاحب مرحوم نے سلسلۂ عالیہ چشتیہ کے عظیم المرتبت بزرگ اعلم علماز مانہ حضور قبلہ عالم حافظ بخاری خواجہ بیکس نواز سید شاہ عبدالصمد، مودودی چشتی قدس سرہٗ النورانی کے حالات طیبات میں ایک کتاب ''ملفوظ مصابیح القلوب'' کے نام سے تحریر کی تھی جو پہلی بار ۱۳۷۷ھ میں منظر عام پر آئی۔ کتاب اپنی اہمیت کی وجہ سے ہاتھوں ہاتھ لی گئی اور پہلا ایڈیشن بہت جلد ختم ہوگیا لیکن حالات کی ناسازگاری کی وجہ سے وابستگان آستانہ عالیہ صمدیہ کے اصرار کے باوجود دوسرا ایڈیشن نہ آسکا۔ اللہ کا صد شکر واحسان ہے کہ اس نے مکتبہ صمدیہ کو اس کارِ نیک کی توفیق دی اور اس نے کتابت وطباعت کے جدید تقاضوں کو مدنظر رکھتے ہوئے طبع ثانی کا بیڑہ اٹھایا۔

اس کام کو انجام دینے کے لیے قرعہ فال نکلا محبّ گرامی وقار حضرت مولانا انوار صاحب قادری خلف الرشید استاذ نا المحترم بقیۃ السلف حضرت علامہ مفتی جلال الدین احمد صاحب امجدی مدظلہ العالی کے نام۔ مولانا نے اپنی دیرینہ عنایات کو جاری رکھتے ہوئے نہایت جانفشانی اور خوش اسلوبی سے اس کام کو انجام دیا۔ ادارہ ان کا تہہ دل سے شکر گزار ہے۔ اللہ رب العزت مولانا صاحب کو ان کی محنت شاقہ کا اجر جزیل عطا فرمائے۔ (آمین)

■❖■

فہرست مضامین

■❖■

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

تمہید

الحمد للّٰہ ربّ العٰلمین والصّلوٰۃ والسّلام علیٰ سیّدالمرسلین واٰلہ الطاھرین واصحابہ المکرمین واولیاء ملتہ وعلماء امتہ اجمعین۔

احقر العباد ظہیر السجاد ابن حکیم زین العباد ابن حضرت مولانا حکیم مومن سجاد رحہما اپنے برادرانِ طریقت کی خدمت میں خصوصاً ومعتقدین اولیاء کرام سے عموماً عرض پرداز ہے کہ اس سال ۱۸؍جمادی الثانی ۱۳۷۶ھ مطابق ۲۰؍جنوری ۱۹۵۷ء بموقع عرس شریف حضرت قبلۂ عالم خواجہ بیکس نواز رضی اللہ تعالیٰ عنہ برآستانہ عالیہ صمدیہ جلسۂ دستار بندی حضرت صاحبزادۂ والا تبار سید محمد اکبر سلمہٗ اللہ تعالیٰ ہوا۔ کیونکہ صاحبزادے صاحب کو اللہ تعالیٰ نے علوم درسیہ سے فارغ فرمایا۔ جلسہ جس اعلیٰ پیمانہ پر باعتبار اژدہام عوام وشرکت خواص علمائے کرام جس شان وشوکت سے ہوا وہ دیکھنے سے تعلق رکھتا ہے۔ الفاظ میں اس کی تصویر کھینچنا بالخصوص مجھ سے بے بضاعت سے محال ہے جلسہ کے اختتام پر ہر شخص کی یہ خواہش تھی کہ روئداد ضرور شائع ہو مگر شائع کنندہ کا انتخاب مشکل تھا تین پشت کے تعلقات غلامی آستانۂ عالیہ کے باعث مجھ ہیچمد ان کا انتخاب ہوا اور یہ خدمت تفویض کی گئی۔

چونکہ صاحب آستانہ عالیہ صمدیہ حضرت شیخ المشائخ، اعلم علما زمانہ، سید المفسرین، سند المحدثین، حافظ کلام باری وصحیح بخاری، منبع الحسنات، حافظ دلائل الخیرات، ملاذی المسلمین، حافظ حصن حصین، صدر مجلس علمائے اہلسنّت سیدنا ومولانا حاجی سید عبدالصمد مودودی نسباً وچشتی مشرباً قدس اللہ سرہٗ العزیز کے حالات میں

درگاہ اعلم العلماء حافظ بخاری سید عبد الصمد چشتی قدس سرہ، پھپھوند شریف
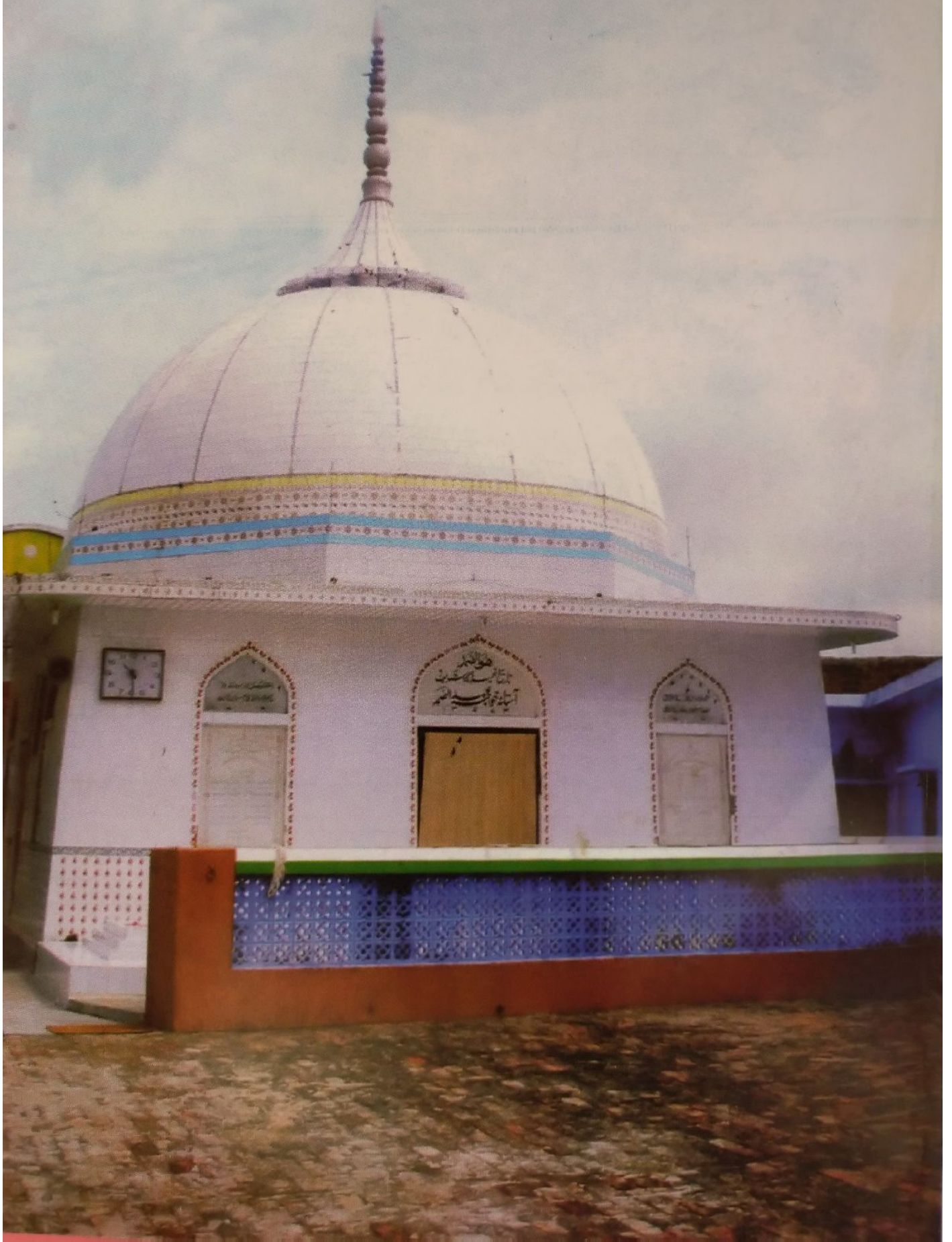
باوجود وفات شریف کو ۵۳ برس گزر جانے کے کوئی کتاب شائع نہیں ہوئی اور حضرت قبلۂ عالم کے مریدوں اور غلاموں میں صرف چار چھ ذاتیں باقی رہیں ہیں۔ اور بالکلیہ حالات سے واقف ''خواہ وہ سنے ہوئے ہوں۔'' اب نہ ہونے کے برابر ہیں خیال ہوا کہ اس سلسلہ میں مختصر طور پر ضروری حالات تا وفات شریف وحالات خاندانی وتشریف آوری پھپھوند شریف ضلع اٹاوہ تحریر کردیئے جائیں ورنہ اندیشہ ہے کہ کچھ دن گزرنے کے بعد یہ حالات پردۂ خفا میں پڑ جائیں گے۔ اللہ تعالیٰ بطفیل بزرگان سلسلۂ عالیہ میرے اس ارادے کو پورا فرمائے۔ آمین بجاہ سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔

میرے لیے اس بارے میں دو چیزیں مشعل راہ بنیں۔ ابتدائی حالات میں تا ۱۳۰۶ھ رسالۂ قلمی ''مراءۃ الخلد'' مولفہ سرخیل غلامان آستانۂ عالیہ صمدیہ حضرت میر فاروق علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ جو حضرت قبلہ عالم کے مرید اوّل اور اسبق السابقین غلامان سلسلہ ہیں۔ انہیں کی بیعت سے اجراء سلسلۂ عالیہ ہوا۔ ان سے پہلے حضرت قبلۂ عالم نے کسی سے بیعت نہیں لی۔ حضرت میر صاحب نے یہ رسالہ تحریر فرما کر ۱۳۰۶ھ میں حضرت قبلہ عالم کی خدمت اقدس میں بغرض ملاحظہ بھیجا اور تحریراً عرض کیا کہ اس رسالہ میں جہاں مجھ سے غلطی ہوئی ہو اس کی اصلاح فرمادی جائے اور برائے طباعت اسے واپس فرمادیا جائے۔ حضرت قبلہ عام نے ملاحظہ فرما کر میر صاحب کی تحریر میں کسی چیز کو قلمزد نہیں فرمایا مگر رسالہ بھی واپس نہیں فرمایا اور تحریر فرمادیا کہ اس کی طباعت کا ابھی وقت نہیں آیا۔ بحمد اللہ تعالیٰ وہ رسالہ محفوظ ہے اور ہم غلامان سلسلۂ عالیہ کے لیے وہ تمام تحریر صحیح اور قابل یقین بلکہ حق الیقین ہے۔

حضور حضرت سلطان المشائخ محبوب الٰہی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مرید حضرت حسن علا سنجری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے بنام ''فوائد الفوائد'' شریف ایک رسالہ جمع فرمایا جس میں حال مجالس حضرت سلطان المشائخ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بایں طور تحریر فرمائے کہ جتنی دیر حاضر خدمت رہتے تھے واپس جاکر وہ حالات لکھ لیتے تھے۔ اور دوسری حاضری میں

اسے ملاحظہ کو پیش فرمادیا کرتے تھے۔ حضرت جو اس میں محو داثبات فرمادیتے وہ واپس جا کر اپنی اصل کتاب میں لکھ لیتے۔

ہم غلامان آستانہ عالیہ صمدیہ کے لیے میر صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا یہ رسالہ بھی یہی شان رکھتا ہے۔ فالحمدللہ علی ذالک۔ ۱۳۰۶ھ کے بعد جناب مکرم منشی دین محمد صاحب منیجر نانپاروی نے تاوفات شریف بعد وصال حضرت قبلۂ عالم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کئی سال کی محنت میں جہاں تک معلوم ہوسکے حالات مع حالات خاندانی ومخصوص غلامان حضرت قبلۂ عالم جمع فرمائے مگر منیجر صاحب مرحوم نے ہر روایت یا حال کے بعد تشریح وتبصرہ میں بہت زیادہ طوالت دی جس سے اس کا طبع کرانا مشکل ہوگیا لہٰذا انہوں نے مجلد کراکر آستانہ عالیہ کے کتب خانہ میں محفوظ کرادیا۔ اس پر میرے حضرت مرشدی ومولائی سیدنا مولانا الحاج سید مصباح الحسن صاحب قبلہ متع اللہ المسلمین بطول بقائہٖ نے تقریظ وتصدیق تحریر فرمائی جسے میں بقدر ضرورت نقل کرتا ہوں تاکہ ان حالات کی بھی توثیق وتصدیق ہوجائے۔

■❖■

نقل تقریظ

الحمدللّٰہ الذی کفیٰ وسلام علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ

للہ الحمد ہر آں چیز کہ خاطر میخواست

آخر آمد زپس پردۂ تقدیر پدید

دنیا کا پرانا دستور ہے کہ اپنے ولی نعمت کی ہر شخص مدح خوانی کرنا فرض جانتا ہے۔ اور اسی کا دوسرا نام شکر نعمت ہے کہ یہی ادا شکر باعث زیادتی عطا وانعام ہوتا ہے۔ ولئن شکرتم لازیدنکم وعدۂ الٰہی ہے۔ لیکن بہت کم لوگ ہیں جو شکر نعمت کرنا جانتے ہیں، یا کرتے ہیں۔ وَقَلِیلٌ من عبادی الشکور، یہی وجہ ہے کہ ایک شیخ وقت کے ہزاروں طالبین سے ایک ہی دو کو اجتماع ملفوظ شریف کی توفیق عطا فرمائی ہے۔ جو بہترین ذریعہ شکر نعمت کا ہے۔ کیونکہ مرید صادق کا واقعتاً سوائے ذات شیخ کوئی مربی وولی نعمت نہیں ہوتا اور بفحوائے واما بنعمة ربك فحدث ان نعمتوں کا ذکر ضروری ہے اور انہیں اذکار کے جمع کر دینے کو تصنیف وتالیف ملفوظ شریف کہا جاتا ہے۔ لیکن فی زمانہ اس صنف نے بھی رنگ مبالغہ اختیار کرلیا ہے جس کا دوسرا نام کذب وزور ہے۔ جس کو صحبت شیخ کم میسر ہوئی ہے بجائے اس کے کہ وہ حالات واقعیہ شیخ سے اپنے سلوک کو مکمل کرے اور حجاب وحرمان میں مبتلا ہو جاتا ہے اسی وجہ سے اہل دنیا ملفوظات بزرگان عظام کو فسانہ وناول سمجھنے لگے ہیں جس سے سلب ایمان کا خوف ہر وقت دامن گیر ہے کیونکہ بعض سچے حالات کاملین کا انکار یقیناً سلب ایمان کر دیتا ہے۔

میرے حضرت قبلۂ عالم مربی وابی وشیخی نے جب اس عالم سے کنارہ فرما کر رفیق اعلیٰ کو قبول فرمایا وہ زمانہ میری طلب علم کا تھا۔ جس میں ۶-۷ برس منہمک رہا اس کے بعد افکار دنیا نے مہلت نہ دی جب فرض شناسی کا موقع ملا اور فکر ہوئی کہ اجتماع ملفوظ شریف

کے فرض کو ادا کیا جائے تا کہ اپنا سرمایۂ آخرت جمع ہو اور آئندہ نسلوں اور احباب سلسلہ کو مشعل راہ ہو۔ اس وقت تمام پیر برادران معظم جو اجتماع ملفوظ کے اہل تھے منعم حقیقی سے واصل ہو چکے تھے۔ مجھے اپنی بے بضاعتی اور تنہائی سے قلب پر ہراس کی کیفیت پیدا ہوگئی اور اجتماع ملفوظ شریف سے ناامید ہو گیا۔ الحمدللہ اس عالم یاس میں ایک جانب نگاہ اُمید پڑی اور میری خواہش واستدعا بیکار نہ گئی یعنی میرے پیر برادر معظم منشی دین محمد صاحب نے میرا اتمام تر بار اپنے ذمہ لے لیا اور چار سال کی مسلسل کوشش اور جانفشانی سے ملفوظ شریف باحسن وجوہ تیار کرلیا۔ واللہ یختص وبرحمتہ من یشآء

میں اپنے علم ویقین کے مطابق ناظرین کو اطمینان دلاتا ہوں کہ حالات حضرت شیخ غایت احتیاط وجانچ کے بعد لکھے گئے ہیں اور کوئی رطب ویابس بات محض بر بناء عقیدت حضرت کی ذات سے نسبت نہیں کی گئی ہے۔ ورنہ ایسی ایسی متعدد جلدیں حالات وواقعات کی تیار ہو جاتیں۔ اپنے احباب اور دوستوں کو جنہیں سلوک باطن کا شوق ہو، ہدایت کرتا ہوں اور صلاح دیتا ہوں کہ اس ملفوظ شریف کو باطہارت کاملہ روزانہ تلاوت کریں اور اس کے مضامین پر غور کے ساتھ عامل ہوں۔ پھر کسی مزید تعلیم کی ضرورت نہیں رہے گی۔ کیونکہ سلوک نام توجہ الی اللہ اور انقطاع ماسوی اللہ کا ہے اور اسی کے سالک کو صوفی کہتے ہیں۔ اسی کی تکمیل سے انسان کامل ہوتا ہے اور اسی کے حصول کی غرض سے ذکر واذکار اور اوراد وظائف کا مشغلہ کیا جاتا ہے۔ انہیں باتوں سے یہ کتاب شریف لبریز ہے۔

اب میں جو کچھ حالات لکھوں گا وہ انہیں دونوں میں سے کسی ایک سے لیے جائیں گے یا روزنامچہ خاص حضرت قبلۂ عالم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے یا اپنے حضرت مرشدی ومولائی سیدنا ومولانا الحاج شاہ سید مصباح الحسن صاحب مدظلہ العالی کے فرمودات سے یا کسی معتبر وابستہ آستانۂ عالیہ کی روایت سے۔

خادم خادمانِ بارگاہ عالیہ

ظهير السجاد

هُوَ الصَّمَدُ

خلاصۂ حالات طیبات

حضرت شیخ المشائخ، اعلم علما زمانہ، سید المفسرین، سند المحدثین، حافظ کلام باری وصحیح بخاری، منبع الحسنات، حافظ دلائل الخیرات، ملاذی المسلمین، حافظ حصن حصین، صدر مجلس علما اہلسنّت، سیدنا ومولانا الحاج سید شاہ عبدالصمد مودودی چشتی نظامی، فخری، سلیمانی، حافظی، قدس سرہٗ النورانی

روئے تو کس ندید وہزارت رقیب ہست
درغنچۂ ہنوز و صدت عندلیب ہست

ولادت باسعادت

حضرت قبلۂ عالم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ولادت شریف ۱۴ر شعبان روز جمعہ ۱۲۶۹ھ مطابق جنوری ۱۸۵۳ء بمقام سہسوان ضلع بدایوں محلّہ محی الدین پورا اپنے کاشانۂ اقدس میں ہوئی۔ اور ۲۹ شوال ۱۲۷۴ھ مطابق جون ۱۸۵۸ء میں حضرت کے والد ماجد حامیٔ شریعت الشہید فی سبیل اللہ والشیخ فی الکونین حضرت سید غالب حسین رحمۃ اللہ علیہ کی شہادت انگریزی فوج کے ہاتھ ہوئی اور مکان مسکونہ مع املاک ذاتی جو متعدد دیہات پر مشتمل تھی۔ انگریزوں نے ضبط کرلی اور حضرت قبلہ عالم مع اپنی ایک چھوٹی ہمشیرہ صاحبہ کے جو سال بھر کی شیر خوار تھیں صرف اپنی والدہ ماجدہ کی کفالت میں رہے۔

سلسلۂ نسب

یہاں میں ضروری سمجھتا ہوں کہ حضرت قبلۂ عالم کا نسب نامہ تحریر کردوں۔

حضرت قبلۂ عالم حسینی مودودی سید ہیں یعنی حضرت قطب المشائخ خواجہ ابو یوسف قطب الدین مودود چشتی کی اولا د امجاد میں ہیں اور اس اعتبار سے حضرت قبلۂ عالم تمام خاندان چشتیہ کے پیرزادے ہیں کیونکہ حضرت خواجہ مودودی چشتی رحمۃ اللہ علیہ حضور حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے طریقتاً پردادا پیر ہیں۔ میں شجرۂ نسب وہ نقل کیے دیتا ہوں جو میرے دادا صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے نظم فرما کر حضرت قبلہ عالم کے روزنامچۂ خاص میں اپنے قلم سے تحریر کیا، لہٰذا ہم غلامان آستانۂ عالیہ کے لیے اس میں کسی شک کی گنجائش نہیں۔

شجرۂ نسب منظوم

بعد حمد خالق کونین ونعت مصطفیٰ ﷺ
نظم ہے سادات مودودیہ کا یہ سلسلہ

خواجۂ عبدالصمد سرحلقۂ ابرار خلق
مصطفیٰ ﷺ کے عاشق زار اور محبوبِ خدا

سید غالب حسین وحاجی یوسف علی
نورعین سید مدد علی اہل تقا

ہیں وہ ابن سید آل نبیٔ محترم
بن علی احمد سمیع مرتضیٰ و مصطفیٰ ﷺ

بن محمد والی بن محمود صاحب باوقار
بن عبد منعم بن محمد فاضل شمع ہدیٰ

ابن سید قاضی عبد الشکور محتشم
ابن مولانائے اسماعیل از اہل خدا

ابن شاہ عالماں سید عطاء اللہ جلیل
اور وہ ابن سید میراں بزرگ اہل صفا

وہ بن خواجہ خطیر الثانی الامرو ہوی
اُن کے والد خواجۂ محمود ممدوح الوریٰ

نورعین خواجۂ عثمان ابن باوقار
خواجۂ مودود ثانی نخشی فضل انتما

بن خطیر نخشی بن خواجہ اشرف نخشی
ابن سید خواجہ اسد الله باصفا

ابن سید خواجہ عبداللہ ابن باوقار
خواجہ قطب الدین محمد صاحب فضل وتقا

ابن رکن الدین چشتی بن ابواحمد بزرگ
ابن سید خواجہ مودود چشتی مقتدا

ابن خواجہ ناصرالدین چشتی باعزوجاہ
ابن سمعاں ساقلانی خواجہ بااصطفا

ابن ابراہیم بن خواجہ محمد بن حسین ابن عبداللہ علی اکبر لقب خاص خدا
بن علی الاصغر ابن حضرت جعفر امام بن تقی ابن نقی بن حضرت موسیٰ رضا
بن امام موسیٰ کاظم ہدایت انتساب ابن حضرت جعفر صادق امام دوسرا
بن امام باقر ابن شاہ زین العابدین بن امام مسلمین یعنی شہید کربلا
بن علی شیر خدا و ہم جناب فاطمہ بنت ختم الانبیاء حضرت محمد مصطفےٰ ﷺ

وجہ خلق دوجہاں مقصود خلق دوسرا
شافع روز جزا مطلوب ومحبوب خدا

بقلم اضعف العباد
مومن سجاد مشاق عفی عنہ

یہی سلسلۂ نسب حضرت قبلۂ عالم کے دست اقدس کا لکھا ہوا روز نامچۂ شریف میں تحریر ہے اور اسی کے نیچے اپنا سلسلۂ مادری بھی تحریر فرمایا ہے۔

سلسلۂ نسب مادری

حضرت کی والدہ ماجدہ فاطمۃ العصر حضرت بی بی عظیمۃ النساء رحمۃ اللہ علیہا بنت سید شاہ محمد بخش ابن سید شاہ جمال اللہ ابن سید شاہ حفیظ اللہ بن سید شاہ محمد بخش بن سید شاہ حسن محمد بن سید شاہ محمد حمایت بن سید شاہ محمد عنایت بن سید شاہ محمد ہاشم بن سید شاہ قاضی عبدالشکور رحمۃ اللہ علیہم

تحصیل علم

حضرت قبلۂ عالم کے والد ماجد جب ۵۷ء کے بعد انگریزی تسلط ہوا۔ بعض بدخواہوں کی مخبری پر بعلت بغاوت مع بہت سے ساکنان سہسوان کے گرفتار ہوئے اور افسر فوج کے یہاں سرسری طور پر سب کے مقدمات کیے گئے۔ چند چھوڑے گئے۔ بقیہ کو سزائے موت سنادی گئی، منجملہ چھوٹنے والوں میں سید عباس علی صاحب جو

حضرت کے رشتہ دار تھے انہوں نے بیان کیا کہ مجھے رہائی کا حکم سنایا گیا اور سید غالب حسین صاحب کو سزائے موت کا۔ مجھے جتنی مسرت اپنی رہائی سننے کے بعد ہوئی اس سے زیادہ مسرت سید صاحب کو سزائے موت سننے سے ہوئی اور مقتولین کو جس وقت ایک لائن میں کھڑا کر کے گولی مار دینے کا حکم ہوا تو سوائے حضرت سید صاحب کے بقیہ سب پہلی گولی میں ختم ہو گئے۔ لیکن سید صاحب کو دو گولی اور ماری گئیں۔ تیسری گولی پر حضرت نے اس انگریز افسر سے فرمایا کہ میں نے خدا سے دعا کی ہے کہ مجھے تلوار کی موت نصیب ہو۔ لہٰذا بجائے ان ہندوستانیوں کے تو خود اگر تلوار سے قتل کرے گا تو میں مروں گا۔ چنانچہ یہی ہوا۔ سید عباس علی صاحب کا یہ بھی بیان ہے کہ اس انگریز نے سب کو پہلے پانی پلوایا۔ مگر حضرت شہید صاحب نے ارشاد فرمایا کہ میں اب اس دنیا کا پانی نہیں پیوں گا۔ چنانچہ آپ نے پانی نہیں پیا۔

حضرت قبلۂ عالم کو مع ہمشیرۂ صاحبہ والدہ ماجدہ نے ایک پھونس کی جھونپڑی بنوا کر اس میں قیام فرمایا اور اس وقت سوائے خدا کے ان کا کوئی کفیل نہ تھا اگر چہ بظاہر سید صاحب کے دو بھائی ایک بڑے ایک چھوٹے موجود تھے۔

تسمیہ خوانی

جب حضرت قبلۂ عالم کی عمر چار سال کی ہوئی اور تسمیہ خوانی کا وقت آیا تو حضرت کی والدہ ماجدہ نے اپنے حقیقی بھانجے حضرت مولانا سخاوت حسین صاحب کو تعلیم کے لیے سپرد فرمایا حضرت نے سوا مہینہ میں قاعدہ بغدادی ختم فرمایا اور اتنی استعداد خدا نے عطا فرمادی کہ کلام مجید پڑھنے والوں کی غلطیاں بتادیا کرتے تھے۔

سات سال کی عمر میں میں کلام مجید حفظ فرمالیا اور فارسی میں نوشت و خواند فرمانے لگے۔ گیارہ سال کی عمر تک حضرت مولانا سخاوت حسین صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے صرف ونحو اور علوم شرعیہ و منطق وغیرہ میں متوسطات تک پڑھا۔

بیعت

اس کے بعد گیارہ سال کی عمر میں حضرت مولانا سخاوت حسین صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت قبلۂ عالم کو خیرآباد شریف لے جا کر حضرت شیخ المشائخ حافظ سید محمد اسلم صاحب خیرآبادی قدس اللہ سرہٗ العزیز کی غلامی میں داخل کرادیا۔ حضرت شیخ المشائخ حضرت مولانا سخاوت حسین صاحب کے پیرومرشد حضرت شیخنا وشیخ الکل حافظ سید محمد علی صاحب خیرآبادی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سجادہ نشین و بھتیجے تھے۔

تکمیل علم

اس کے بعد بدایوں لاکر اعلم علما زمانہ حضرت سیف اللہ المسلول مولانا شاہ فضل رسول رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں تکمیل علوم کے لیے پیش فرمادیا۔ حضرت سیف اللہ المسلول نے خود درس دینا شروع فرمایا اور اپنے صاحبزادے تاج الفحول مولانا عبدالقادر صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے ارشاد فرمایا کہ تم ان کی تربیت اور پچھلی کتابوں کا دور کراتے رہو۔ چودہ سال کی عمر میں حضرت قبلۂ عالم نے تمام علوم سے فراغت حاصل کرلی۔

حاضری حرمین شریفین

اس کے بعد بلا کسی کے علم کے حجاز مقدس کو روانہ ہوگئے اور مدینہ طیبہ میں حضرت یوسف ابن مبارک ابن حمدون یمنی المدنی کی خدمت میں صحیحین یعنی بخاری شریف و مسلم شریف کو سنایا اور فصوص وعوارف کو پڑھا۔ انہوں نے اپنے قلم خاص سے سند تدریس حدیث اور سلسلۂ قادریہ شاذلیہ وچشتیہ ابراہیمیہ مودودیہ کی اجازت عطا فرمائی۔ جس کا بلاک شامل ہے تاکہ حضرت مولانا یوسف رحمۃ اللہ علیہ کی تحریر خاص

سے لوگ مشرف ہوں۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ رب الارض والسماء ومسبغ النعماء والصلوۃ علی نخبة
العرب العرباء وعلی آلہ وصحبہ واصحابہ الاتقیاء وبعد
فیقول الفقیر الی اللہ تبارک یوسف ابن المبارک الیمنی
المدنی قد حضر فی المدینة الطیبة علی صاحبہا
الف الصلوۃ والتحیة فی مجلسنا اخونا ومولانا المجید
السید عبد الصمد من سلالة المودودیة الساکن
من الہند فی القریة السہسوان ثم رافقنا مصاحبا
لتسعة اشہر فصحح منی الصحیحین وقرء بعض اجزاء
التصوف من العوارف فاجزته فی تدریس الحدیث
واجزته فی الطریقین القادریة الشاذلیة والچشتیة الابراہیمیة
المودودیة کما اجازنی مشایخی [illegible] ابن احمد [illegible] الیمنی کتبت
ہذہ الکلمات الیسیرة [illegible] السید [illegible] ارجو من اللہ ان یکون شیخا
فی وقتہ وفریدا فی عصرہ ولسان [illegible] الکافیة امین کتبتہ
فی التاریخ السابع من شہر الشوال فی سنة اربع
وثمانین ومائتین والف

ترجمہ اُردو میں لکھا جاتا ہے:

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

’’سب تعریف اللہ کی جو پالنے والا زمین وآسمان کا ہے اور تمامی نعمتوں کا مالک ہے اور درود او پر منتخب اصل اصول عرب کے اور ان کی آل پاک اور ان کے اصحاب برگزیدہ پر بعد اس کے کہتا ہے بندہ محتاج الی اللہ یوسف ابن المبارک یمنی المدنی حاضر ہوئے مدینہ طیبہ میں اس کے مالک پر ہزار صلوٰۃ تحیۃ، ہماری مجلس میں ہمارے بھائی مولانا بزرگ سید عبدالصمد منتخب خاندان مودودیہ رہنے والے ہندوستان میں سہسوان کے ہمارے رفیق رہے ہماری صحبتوں میں نومہینہ اور سنائی ہمیں بخاری شریف و مسلم شریف اور پڑھے کچھ اجزاء فصول وعوارف کے۔ پس پسند کرلیا ہم نے انہیں درس حدیث کے لیے اور اجازت دی ہم نے انہیں دو طریقوں کی قادریہ شاذلیہ چشتیہ ابراہمیہ مودودیہ کی جیسا کہ مجھے اجازت دی میرے سردار والد شیخ سید مبارک ابن حمدون الیمنی نے۔

لکھا میں نے ان الفاظ کو بطور سند و آسانی تا کہ ’’سید موصوف‘‘ مجھے بھول نہ جائیں اور میں اللہ سے اُمید رکھتا ہوں یہ شیخ اپنے وقت میں اور فرد اپنے زمانہ میں اور سائل ہوں اللہ تعالیٰ سے عافیت کا۔ آمین۔ لکھا میں نے اس کو تاریخ ۷ رشوال ۱۲۸۴ھ میں۔‘‘

حضرت قبلۂ عالم کی ولادت شریف ۱۴ رشعبان ۱۲۶۹ھ کو ہوئی اور اس سند شریف کے ملنے کے وقت حضرت قبلۂ عالم کی عمر شریف پندرہ سال ایک ماہ ۲۳ دن کی تھی۔

■❖■

بعض تنبیہات منجانب اللہ

بزمانہ تعلیم و دوران سیاحت

میرے حضرت مرشدی و مولائی مدظلہ العالی بیان فرماتے ہیں کہ حضرت قبلۂ عالم فرماتے تھے کہ میں جس زمانہ میں بدایوں میں پڑھتا تھا اور میری عمر تیرہ یا چودہ سال کی تھی بدایوں کا بھٹیارہ جو حضرت تاج الفحول کا مرید تھا۔ حاضر خدمت حضرت مولانا صاحب ہوا اور عرض کیا کہ میری لڑکی کی آج شادی ہے اور میرے یہاں کھانا ہے یہ تو عرض کرنے کی جرأت نہیں کہ تشریف لے چلنے کے متعلق عرض پیش کروں مگر یہ تمنا ہے کہ حضرت کسی شخص کو بجائے اپنے حکم دیں کہ میرے یہاں جا کر کھانا کھالے۔ حضرت تاج الفحول نے مجھ سے ارشاد فرمایا کہ تم میری طرف سے کھا آؤ۔ حضرت قبلۂ عالم فرماتے ہیں کہ وہ جمعہ کا دن تھا میرے پاس چونکہ اور کپڑے نہیں تھے۔ لہٰذا صبح سوت ندی پر جا کر میں نے اپنے کپڑے دھوئے تھے اور سکھانے کے بعد پہن کر حاضر ہوا تھا میں اس کے ساتھ چلا گیا اس نے لے جا کر سرائے کے پھاٹک کے محاذ میں جو کوٹھری تھی اس میں ایک دری بچھا کر مجھے تنہا بٹھا دیا اور کھانا لا کر میرے سامنے رکھا جیسے ہی میں نے نوالہ توڑا کہ سامنے سے ایک فقیر آتے ہوئے دکھائی دئے جو بدایوں میں آوارہ گرد پھرا کرتے تھے، بظاہر پاگلوں کی سی کیفیت تھی، ناک اور تھوک بہہ رہا تھا، پیروں میں کیچڑ بھری تھی، جسم پر منوں گودڑ پھٹا پرانا لدا تھا وہ سیدھے میری کوٹھری میں آئے اور میرے زانو سے زانو ملا کر بیٹھ گئے اور بغیر ہاتھ دھوئے ہوئے روٹی کا نوالہ توڑ کر سالن میں ڈبویا۔ مجھے ان کی ظاہری حالت دیکھ کر طبیعت میں کراہت پیدا ہوئی معاً انہوں نے جو نوالا سالن میں ڈبویا تھا وہیں چھوڑ دیا اور اُٹھ کر

واپس چل دئے۔ مجھے ان کے اچانک چلے جانے پر کچھ تنبّہ ہوا دیکھا تو ان کے پیروں کی کیچڑ کا دھبّہ دری پر کہیں نہ تھا، میں مضطربانہ دو چار لقمہ کھا کر اُٹھ بیٹھا اور سرائے کے باہر جا کر انہیں دریافت کیا اور جس سمت وہ گئے تھے اسی سمت کو روانہ ہو گیا، آگے جاتے ہوئے دکھائی دئے، میں اُن کے پیچھے آہستہ ہولیا۔ وہ شہر کے باہر نکل کر سوت ندی سے عبور کر کے حضرت سلطان العارفین رحمۃ اللہ علیہ کے بَن میں داخل ہوئے میں بھی بہت آہستہ قدم ان کے پیچھے تھا، بَن میں پہنچ کر جب تنہائی ہوئی اور میرے اور ان کے سوا کوئی نہ رہا تو پلٹ کر کھڑے ہو گئے اور مجھ سے فرمایا کہ عبدالصمد تم کیوں آرہے ہو۔ میں نے دست بستہ عرض کیا کہ اپنی بدگمانی کی معافی چاہنے، فرمایا کہ ؎

خاکسار ان جہاں را بحقارت منگر
تو چہ دانی کہ دریں گرد سوارے باشد

آئندہ احتیاط رکھو...... معاف کیا واپس جاؤ۔

دوسرا واقعہ

حضرت قبلۂ عالم فرماتے تھے کہ میں اپنی سیاحت کے دوران میں آستانۂ معلیٰ اجمیر شریف حاضر ہوا اور درگاہ شریف کے حجروں میں سے ایک حجرہ میں مقیم ہو گیا میرے برابر کے حجرہ میں ایک درویش رہتے تھے جو بعد مغرب اپنے حجرہ میں داخل ہو کر حجرہ بند کر لیا کرتے تھے اور شب بھر نہایت خاموشی سے رہتے تھے صبح آفتاب نکلنے پر برآمد ہوتے اور اس شان سے کہ اپنی لاٹھی کو گھوڑا بنائے ہوئے اس پر سوار ہوتے اور کوڑا ہاتھ میں ہوتا اور درگاہ شریف کے باہر درگاہ بازار میں پہنچ کر شہ سواری شروع فرما دیتے، اور خود اُچھلتے کودتے اور زمین پر کوڑے مارتے جاتے اور فرماتے جاتے، بچو گھوڑا بگڑا ہوا ہے۔ یوں ہی دن بھر اجمیر شریف کے گلی کوچوں میں پھرا کرتے۔ بیسیوں لڑکے ان کے پیچھے ہوتے جوان پر ڈھیلے اور پتھر پھینکا کرتے اس کے علاوہ نہ

کسی سے کلام کرتے اور نہ توجہ فرماتے۔ میں کئی روز تک ان کی یہ کیفیت دیکھتا رہا اور ان کی رات کی خاموشی سے بہت متعجب تھا ایک روز بعد نصف شب کے میں اپنے حجرہ سے باہر نکلا، دیکھا کہ ان کا ایک کوڑا کھلا ہوا ہے اور چاند سامنے تھا لہٰذا ان کے حجرہ کے اندر چاندنی پھیلی ہوئی تھی میں یہ دیکھنے کے لیے کہ یہ کیا کر رہے ہیں بے محابا حجرہ کے اندر چلا گیا میرے داخل ہوتے ہی وہ نیت باندھے ہوئے نماز پڑھ رہے تھے نیت توڑ کر سر جھکا کر بیٹھ گئے گویا کسی فعل شنیع میں پکڑے گئے ہیں۔ مجھے اپنی اس مداخلت پر سخت افسوس ہوا اور میں بھی ان کے سامنے بیٹھ گیا کچھ دیر کے بعد میں نے جرأت کر کے عرض کیا کہ حضرت آپ کی دن کی حالت اور اس وقت کی حالت میں بین فرق پاتا ہوں لہٰذا اپنی اس جرأت کی معافی چاہتے ہوئے استدعا ہے کہ کچھ اس کے متعلق ارشاد فرمایئے فرمایا کہ مولوی عبدالصمد اس کی وجہ صرف اتنی ہے کہ ؎

فارغ از کشمکش گبر د مسلماں کردی

اے جنوں گرد تو گردم کہ چہ احسان کردی

فرمایا کہ نہ کوئی ہم سے مرید ہونے کو آتا ہے نہ تعویذ مانگتا ہے نہ کوئی حاجت لاتا ہے صرف اتنی بات ہے جاؤ تم اپنا کام کرو۔

یہاں پر ایک واقعہ اور خیال آیا ہے جسے تحریر کر دینا مناسب سمجھتا ہوں۔

حضرت سید التابعین سراج السالکین شیخ المشائخ حضرت خواجہ حسن بصری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا واقعہ حضرت قبلۂ عالم نے ایک مرتبہ بیان فرمایا جسے میں نے اپنے حضرت صاحب قبلہ مدظلہ سے سنا کہ حضرت سید التابعین کا یہ سلوک تھا کہ ہر چیز سے اپنے کو حقیر سمجھتے اور اسے اپنے سے اعلیٰ جانتے ایک مرتبہ اپنے سلوک پر بے حد مسرور ہوئے کہ یہ سلوک پختہ ہو چکا ہے، فرماتے ہیں کہ میں دریائے دجلہ کے کنارے جا رہا تھا۔ میں نے دیکھا کہ ایک حبشی ایک خوبصورت لونڈی کو اپنے زانو پر بٹھائے ہوئے ہے شراب کا برتن سامنے رکھا ہے اور اس میں سے پیتا جاتا ہے۔ حضرت کو خیال ہوا کہ یہ

ملوث گناہ ہے اور میں خدا کے فضل سے کسی گناہ میں ملوث نہیں لہٰذا اس سے اچھا ہوں معاً سامنے سے آتی ہوئی کشتی دریا میں الٹ گئی۔ اس میں نو شخص سوار تھے۔ فوراً اس حبشی نے اس عورت کو الگ بٹھالا اور دریا میں کود پڑا اور بیک وقت آٹھ آدمیوں کو پکڑ لایا اور مجھے آواز دی۔ حسن بصری مجھ سے اچھے ہو تو ایک کو تم لاؤ۔ میں اس آواز پر لرز گیا وہ فوراً گیا اور نویں کو بھی لے آیا اور مجھ سے فرمایا کہ حسن بصری تمہارا سلوک ابھی خام ہے تمہارے سلوک کے امتحان کے لیے میں مامور من اللہ تھا۔ یہ لونڈی میری مملوکہ ہے اور اس برتن میں اسی دریا کا پانی ہے۔

■❖■

زمانہ طالب علمی کی

تصنیفات وتالیفات

سیاحت عرب کی واپسی پر حضرت قبلۂ عالم نے دو برس بدایوں شریف میں اور قیام فرمایا اور اسی زمانہ میں بعض کتابیں بمقابلہ نواب صدیق حسن خاں بھوپالی غیر مقلد وڈپٹی امداد علی وہابی ومولوی امیر حسن سہسوانی جنہوں نے فتنہ شش مثل سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پیدا کیا تھا تحریر فرمائیں۔ جن کے نام حسب ذیل ہیں:

- حق الیقین فی مبحث مولد اعلیٰ النبیین
- افادات صمدیه
- جواب اقوال
- جمعه تلبیسات
- نصر السنیین علی عداة سید المرسلین
- تکمله
- نصر السنیین علی احزاب المبتد عین
- طوارق الصمدیه
- نمونہ وہابیوں کی کارسازیوں اور شعبدہ بازیوں کا
- عین الیقین
- تبعید الشیاطین بامداد جنود الحق المبین
- شعلہ غضب

ان کتابوں کا صرف ایک ایک مطبوعہ نسخہ کتب خانہ آستانہ عالیہ صمدیہ میں موجود ہے۔

مناظرہ بزمانہ طالب علمی

اسی زمانہ قیام مدرسہ بدایوں میں مولوی امیر حسن سہسوانی نے شش مثل کا فتنہ پیدا کیا یعنی مدعی ہوئے کہ زمانہ حضور سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں چھ شخص تمام صفات کمالیہ میں مثل حضور کے دوسرے طبقات ارض میں موجود تھے۔ اس کا رد مدرسہ بدایوں سے کیا گیا اس پر مخالفت بڑھی اور مولوی امیر حسن نے اپنے لڑکے مولوی امیر احمد کے ایک شاگرد تراب علی میرٹھی کے نام سے کتاب افادات ترابیہ اسی مبحث میں لکھی جس کا جواب افادات صمدیہ حضرت قبلۂ عالم نے تحریر فرمایا۔ اس زمانہ میں سہسوان میں قاعدہ تھا کہ اگر عید اور بقر عید کو مولوی امیر حسن سہسوان میں ہوتے۔ (جو میرٹھ میں ملازم تھے) تو قبل نماز منبر پر جا کر وعظ کہا کرتے (اس زمانہ میں سنیوں اور وہابیوں کی عید گاہ ایک تھی لیکن امام وخطیب سنی تھے، اور سلسلۂ وعظ اس وقت تک جاری رہتا کہ خطیب نماز پڑھانے کو مصلے پر آجائے اور اتنی دیر تقریر کرنے میں دو چار وہابی بنالئے جاتے تھے۔ حضرت قبلۂ عالم فرماتے ہیں کہ ۲۹ ررمضان المبارک کو یکا یک یہ خیال پیدا ہوا کہ اس فتنہ کو دبانے کے لیے صرف یہی کافی نہیں ہے کہ تحریر کا جواب تحریر سے دیا جائے بلکہ ضرورت ہے کہ عید کی تقریر مولوی امیر حسن کی روکی جائے ساتھ ہی اس کے حضرت قبلۂ عالم کو یہ بھی خیال ہوا کہ میں اگر بجائے مولوی امیر حسن کے تقریر کو کھڑا ہو جاؤں تو مسجد میں کسی کو کیا حق ہے کہ روکے، اس لیے یہ خیال کر کے میں دوپہر کے بعد بلا اطلاع حضرت استاذی مولانا صاحب یا کسی دوسرے کے ظہر پڑھ کر سہسوان کو پیدل روانہ ہو گیا جو بدایوں سے پچیس میل ہے اور نماز مغرب سہسوان میں اپنے مکان پر پڑھی اور کسی کو اپنے اس ارادہ سے واقف نہ کیا۔ صبح عید کو سب سے پہلے تنہا عید گاہ پہنچا اور منبر کے قریب بیٹھ گیا لوگ جمع ہونا شروع ہو گئے۔ حتی کہ عید گاہ بھر گئی اور آخر میں مولوی امیر حسن مع اپنے تمام ساتھیوں کے آئے جس وقت انہوں

نے جوتے اُتارے میں منبر پر پہنچا اور کچھ رکوع کلام مجید کے تلاوت کرنے کے بعد مولوی امیر حسن کے اقوال کی تردید میں تقریر شروع کردی۔ مولوی امیر حسن نے جہاں جوتے اُتارے تھے اسی کے متصل بیٹھ گئے اور کسی کو جرأت تعرض نہ ہوئی بقول مولانائے روم رحمۃ اللہ علیہ ؎

ہیبت حق است ایں از خلق نیست
ہیبت ایں مرد صاحب دلق نیست

جس وقت خطیب مصلے پر آئے حضرت قبلۂ عالم منبر سے اُتر آئے اور بعد نماز بدایوں کو روانہ ہو گئے۔ مکان پر تشریف نہ لے گئے کہ شاید بعض اعزاء سرزنش کریں اور حضرت قبلۂ عالم نے بدایوں پہنچ کر بھی مولانا صاحب یا ہم جماعت طلبہ سے اس واقعہ کا ذکر نہیں کیا اور یہاں سہسوان میں مولوی امیر حسن کے حواریین کو سخت صدمہ ہوا کہ خوردسال طالب علم مدرسہ بدایوں نے امیر حسن کو تقریر نہ کرنے دی اور منھ پر تردید کر گیا۔ اس زمانہ میں مولوی امیر حسن میرٹھ میں ملازم تھے اور رخصت پر آئے ہوئے تھے لہٰذا وہابیان سہسوان نے دو ماہ کی اور رخصت لینے پر مجبور کیا تا کہ بقرعید میں وہ ضرور تقریر کریں اور تلافی مافات ہو جائے اور دوسری پیش بندی یہ کی گئی کہ حضرت قبلۂ عالم کے عم بزرگوار حاجی انوار حسین صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو جو فطرتاً سیدھے تھے یہ باور کرایا گیا کہ اگر بقرعید میں تمہارے بھتیجے آئے تو سخت جدال وقتال ہوگا۔ حاجی صاحب موصوف دو بھائیوں کا صدمہ اٹھائے ہوئے تھے، پریشان ہو گئے اور بدایوں شریف حضرت تاج الفحول کی خدمت میں ایک عریضہ مفصل واقعات عید و موجودہ کار سازی کے متعلق لکھا اور درخواست کی کہ آئندہ عید الاضحیٰ میں تقریر کرنے کے لیے حضور کو نہ آنے دیا جائے ورنہ بہت شدید بلوہ ہو جائے گا۔ مولانا صاحب نے وہ خط حضرت قبلۂ عالم کو دیا اور واقعہ عید دریافت فرمایا۔ حضرت قبلۂ عالم نے مختصر عرض کر دیا۔ حضرت قبلہ عالم فرماتے تھے کہ مولانا صاحب تمام باتیں سُن کر خاموش

ہو گئے، مجھ سے سہسوان جانے نہ جانے کی نسبت کچھ نہ فرمایا۔ میں ۹/ذی الحجہ کو دوپہر تک بدایوں میں رہا اور ظہر پڑھ کر بلا اطلاع سہسوان کو روانہ ہو گیا راستہ میں خیال ہوا کہ اگر نماز عید سے پہلے گھر گیا تو کچھ نہ کرسکوں گا اور اعزا کی ممانعت غالب آجائے گی لہٰذا سہسوان کا سب سے پہلا محلّہ شہباز پور جو لب سڑک ہے اس کی آبادی سے باہر سڑک سے متصل جو مسجد ہے اس میں ٹھہر گیا اور بعد مغرب اس مسجد کے مؤذن سے جو نابینا اور سنی تھے بیگانہ وار دریافت کیا کہ یہاں سنیوں اور وہابیوں کی کیا حالت ہے۔ اس پر موذن نے نہایت حسرت ناک لہجہ میں کہا کہ عید میں آکر ایک صاحبزادے صاحب وعظ کہہ گئے تھے اس پر وہابیوں نے بڑا زور باندھا ہے اور وہ صاحبزادے آرام سے بدایوں جا بیٹھے کل ہمیں بڑی ندامت اٹھانا پڑے گی اور نہ معلوم مولوی امیر حسن کیا کیا زہر اُگلیں گے۔ موذن کا یہ بیان سن کر حضرت قبلہ عالم خاموش ہو گئے اور موذن کو کچھ اپنے حال کی خبر نہ کی۔ صبح نماز کے بعد وزیر خانصاحب ساکن شہباز پور کے پاس حضرت قبلۂ عالم تشریف لے گئے جو علاوہ سنی ہونے کے زمیندار اور گروہ بند آدمی تھے۔ خانصاحب حضرت قبلۂ عالم پر نظر پڑتے ہی خوش ہو گئے اور عرض کیا کہ آپ بلا خوف میرے ساتھ عید گاہ چلیں اور وعظ کہیں حضرت نے فرمایا کہ آپ کو دیر لگے گی میں ابھی جاؤں گا ایسا نہ ہو کہ مولوی امیر حسن جلد آجائیں۔ وزیر خان صاحب نے اپنے دو لٹھ بند آدمی ہمراہ کیے اور حضرت قبلۂ عالم روانہ عید گاہ ہوئے۔ راستہ میں سہسوان کا تھانہ پڑتا تھا اور اتفاق سے اس وقت جو مسلمان تھانیدار تھے وہ حضرت تاج الفحول رحمۃ اللہ علیہ کے مرید تھے ان کی جیسے ہی حضرت قبلۂ عالم پر نظر پڑی خوش ہو گئے اور کہا آپ چل کر وعظ کہیں میں مع پولیس ابھی آتا ہوں۔ خیر وہاں سے روانہ ہو کر حضرت قبلۂ عالم عید گاہ پہنچ کر قریب منبر بیٹھ گئے۔ نمازی جمع ہونے شروع ہوئے وزیر خانصاحب نے آتے ہی پہلی صف اپنے گروہ کے لوگوں سے پُر کر لی۔ تھانیدار صاحب نے کثیر جماعت پولیس باوردی لا کر کھڑی کر دی۔ قاضی محلّہ چونکہ عید گاہ سے

بہت قریب ہے لہٰذا وہاں کے لوگ بالعموم آخر میں آتے ہیں جس وقت وہاں کے لوگ آنا شروع ہوئے تو وہابیوں کے جم غفیر میں مولوی امیر حسن نمودار ہوئے۔ جب وہ صحن مسجد تک آئے۔ حضرت قبلۂ عالم معاً منبر پر رونق افروز ہوئے اس کے ساتھ ہی وزیر خانصاحب کے دونوں آدمی جو ہمراہ آئے تھے دونوں جانب لاٹھی لے کر کھڑے ہو گئے اور وزیر خانصاب خود چھتری لے کر منبر پر پس پشت کھڑے ہو گئے۔ یہ منظر دیکھ کر مولوی امیر حسن کے قدم اپنے مقام پر رُک گئے اور دیگر وہابیان بھی موجودہ صورتحال کو دیکھ کر متعجب و مبہوت ہو گئے اور بحث ہونے لگی کہ یہ وعظ کہنے والے کون صاحب ہیں۔ بعض لوگ حضرت قبلۂ عالم کو بتلاتے اور بعض تکذیب کرتے اور کہتے ہم نے تو انتظام کر دیا ہے کہ مولانا صاحب بدایونی انہیں نہ آنے دیں۔ بعض کہتے کہ اگر وہ ہی ہیں تو مثل سابق بے یار و مددگار ہوتے، یہ منظّم کارروائی کیسی؟ کہ پٹھانوں کا گروہ بھی ہے اور پولیس بھی اور ہمیں کوئی خبر نہیں۔ غرضیکہ اس بحث کا خاتمہ اس وقت ہوا جب کچھ وہابی ہمت باندھ کر صحن مسجد تک آ کر حضرت قبلۂ عالم کو دیکھ کر واپس ہوئے یہ محقق ہو جانے کے بعد کہ حضرت ہی ہیں کسی متنفس کو جرأت باقی نہ رہی کہ کچھ تعرض کرے اور مولوی امیر حسن اپنے مقام سے ہٹ کر عیدگاہ سے قریب املی کے درختوں کے نیچے فرش بچھا کر بیٹھ گئے۔ بعض چلتے ہوئے وہابیوں نے حضرت قبلۂ عالم کے عم بزرگوار حاجی سید انوار حسین صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو خوف دلایا کہ ابھی جدال وقتال کا بازار گرم ہوا چاہتا ہے۔ ورنہ اپنے بھتیجے کو کسی طریقہ سے منبر سے اُتار لیجئے، ہمارا یہ مشورہ خیر خواہانہ ہے اور عزیزانہ، حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ پریشان ہو کر صحن مسجد میں تشریف لائے مگر وزیر خانصاحب کی چھتری، پٹھانوں کی لاٹھیاں اور پولیس کی وردیاں دیکھ کر وہ بھی چونکے اور واپس جا کر ان ناصحین سے کہا کہ اس وقت سامان دوسرا معلوم ہوتا ہے ایسی حالت میں میرا ٹوکنا کسی دوسرے فتنہ کا باعث نہ ہو جائے۔ اس پر وہابیوں نے ان کو مشورہ دیا کہ آپ منبر کے سامنے جا کر بیٹھ جایئے اور آپ

سے جب نگاہ ملے تو اشارہ سے منع کر دیجئے۔ چنانچہ حاجی صاحب اس پر عامل ہوئے اور جس وقت حضرت قبلۂ عالم نے ان کی جانب دیکھا تو انہوں نے آنکھ سے اُتر آنے کا اشارہ کیا۔ حضرت قبلۂ عالم فرماتے تھے کہ میں نے اس اشارہ کو دیکھ کر اپنی آنکھیں بند کر لیں اور اس کے بعد آخر تک اُس طرف دیکھا ہی نہیں جب وقت نماز کا آ گیا اور خطیب مصلے پر آ گئے حضرت قبلۂ عالم نے تقریر ختم فرما دی اور نماز شروع ہو گئی ،اثنائے تقریر میں مولانا فضل مجید صاحب و مولانا محبّ احمد صاحب اور مولانا حافظ بخش صاحب رحمۃ اللہ علیہم بدایوں سے بسواری یکہ عید گاہ پہنچ گئے جنہیں حضرت مولانا صاحب بدایونی رحمۃ اللہ علیہ نے پچھلی رات بدایوں سے روانہ فرما دیا تھا۔ اس واسطے کہ رات میں حضرت قبلۂ عالم کو غیر موجود پا کر خیال فرما لیا تھا کہ یقیناً سہسوان تشریف لے گئے اور کل عید ہے ضرور تقریر فرمائیں گے لہٰذا ان تینوں حضرات کو جو حضرت قبلۂ عالم کے بے تکلف اور ہمدرد احباب تھے بطریق حوصلہ افزائی روانہ فرما دیا تھا۔ نماز عید سے فارغ ہو کر حضرت ان تینوں اصحاب سے ملے اور فرمایا کہ آپ اسی یکہ پر یہیں سے بدایوں تشریف لے جائیے اور حضرت مولانا صاحب سے عرض کر دیجئے کہ تقریر ہوئی اور کوئی قصہ نہیں ہونے پایا۔ میں بعد کو حاضر ہوں گا اس کے بعد اور اعزا سے معانقہ عید شروع ہوا اور رشدہ شدہ وہاں تک حضرت قبلۂ عالم پہنچے جہاں مولوی امیر حسن تھے، مولوی امیر حسن نے دیکھ کر گلے لگا لیا اور کہا شاباش طالب علمی کی یہی شان ہے۔ اور طالب علم کو اتنا ہی جری ہونا چاہیئے اور ہاتھ پکڑ کر باتیں کرتے ہوئے قاضی محلّہ کی طرف روانہ ہوئے۔ وزیر خانصاحب مرحوم نے جب دیکھا تو مع اپنے تمام گروہ کے حضرت قبلۂ عالم کے پیچھے پیچھے ہو لئے۔ قاضی محلّہ میں پہنچ کر مکان سہ دری جو سادات محلّہ کے بیٹھنے کی مشترکہ جائے نشست تھی وہاں جا کر سب لوگ بیٹھ گئے۔ مولوی امیر حسن نے حضرت قبلۂ عالم سے دریافت فرمایا کہ افادات ترابیہ کا جواب جو افادات صمدیہ چھپا ہے وہ واقعتاً تمہارا لکھا ہے یا مولانا صاحب کا۔ حضرت

قبلۂ عالم نے جواباً فرمایا کہ کیا میں یہ دریافت کرسکتا ہوں کہ افادات ترابیہ آپ کی لکھی ہوئی ہے یا واقعی تراب علی کی؟

انہوں نے کہا کہ تراب علی کی، حضرت نے فرمایا کہ افادات صمدیہ بھی میری ہی لکھی ہوئی ہے۔ انہوں نے کہا افادات صمدیہ کے مضامین کو تم سمجھا سکتے ہو۔ حضرت قبلۂ عالم نے فرمایا کہ چونکہ وہ میری ہی لکھی ہوئی ہے اور تصنیف را مصنف نیکو کند بیان ایک مشہور مقولہ ہے لہٰذا مجھ سے بہتر تو آپ سمجھ بھی نہیں سکتے۔ مولوی امیر حسن نے اپنے لڑکے مولوی امیر احمد سے کہا کہ افادات صمدیہ لاؤ چنانچہ لائی گئی اور اب شہباز پور کے سنیوں اور قاضی محلّہ کے سنیوں اور وہابیوں کا کئی سو کا مجمع ہو گیا مولوی امیر حسن نے افادات صمدیہ کا صفحہ چار نکال کر پوچھا کہ یہ جو تم نے بیہقی کا مقولہ لکھا ہے اسنادہ صحیح الا انه شاذ بمرة اس کا کیا مطلب ہے؟

حضرت قبلۂ عالم نے فرمایا کہ بیہقی سند حدیث کو صحیح جانتا ہے لیکن متن حدیث کو بکثرت شاذ کہتا ہے۔ مولوی امیر حسن نے کہا بمرۃ کے معنی ایک مرتبہ ہیں نہ کہ بہت حضرت نے فرمایا بمرۃ کے معنی زبان عرب میں ایک نہیں آتے۔ مولوی امیر حسن نے قاموس، صراح اور کتب لغت جو ان کے کتب خانہ میں موجود تھیں، منگوائیں اور جس میں نکال کر دکھاتے اس مرۃ کا ترجمہ ایک مرتبہ نکلتا۔ حضرت قبلۂ عالم فرماتے تھے کہ میں مرۃ کو نہیں پوچھتا بلکہ بمرۃ کو پوچھتا ہوں۔ اس کو ایک مرتبہ کے معنی میں دکھایئے تقریباً ایک گھنٹہ کی گفتگو رہی آخر میں مولوی امیر حسن بمرۃ کے معنی ایک مرتبہ دکھانے میں عاجز رہے اور کہنے لگے اب دوپہر ہو گئی ہے اور میرے سر میں درد ہونے لگا ہے۔ اس کے متعلق پھر تمہیں سمجھاؤں گا اور اُٹھ کر اپنے زنانہ مکان میں چلے گئے۔ اس موعودہ پھر کی نوبت ان کی زندگی میں پھر کبھی نہیں آئی۔

یہ ۱۲۸۶ھ کا واقعہ ہے جس وقت حضرت قبلۂ عالم کی عمر ۱۷ سال کی تھی اور جس وقت تک مولوی امیر حسن اور مولوی امیر احمد زندہ رہے حضرت قبلۂ عالم مشرق میں

ہوتے یا مغرب میں لیکن عید اور بقرعید کی نماز سہسوان ہی میں پڑھی جاتی اور وعظ بھی حضرت ہی فرماتے اس کے بعد کبھی مولوی امیر حسن کو زندگی بھر سہسوان کی عیدین میں تقریر کی نوبت نہ آئی۔ بعد مرنے مولوی امیر حسن و مولوی امیر احمد کے حضرت نے بھی پابندی ترک کردی۔

مجاہدات

چونکہ اس سلسلۂ عالیہ میں اخفاء و کتمان مجاہدات بہت زیادہ ہیں اور حضرت قبلۂ عالم کے مجاہدات کا زمانہ وہ ہی ہے جو حضرت قبلۂ عالم کی سیر و سیاحت و حاضری حرمین شریفین کا ہے جس میں حضرت کو جاننے والا ہمراہی کوئی نہ تھا جو بتا سکے کہ حضرت نے کیا مجاہدات کیے اور کس طور پر تکمیل سلوک فرمایا۔ حضرت قبلۂ عالم کے مرید اوّل حضرت میر فاروق علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے رسالہ مراۃ الخلد میں صرف اتنا تحریر فرمایا ہے کہ روزے طے کے متواتر رکھتے، غذا بہت کم کھاتے اور نماز معکوس ہمیشہ پڑھتے (جو چشتیوں کے مجاہدات کی خاص چیز ہے) ہر نماز کے واسطے ابتدا میں غسل فرماتے اور اکثر نماز ہائے نوافل شبینہ میں ہر سلام کے بعد غسل خواہ وضو تازہ کرتے اور دوازدہ ماہ گرما و سرما میں عادت ترک نہ کرتے۔ جب زمانہ عرس شریف حضرت بابرکت، آسمان شریعت و طریقت، گوہر دریائے حقیقت و معرفت جناب حافظ محمد علی عرف حضرت حافظ محرم علی صاحب خیرآبادی رضی اللہ عنہ کا وقت قریب آتا تب مولانا صاحب گھی یعنی روغن زرد کا گھڑا اپنے سر مبارک پر رکھ کر وطن سے خیرآباد تشریف لے جاتے کبھی مصروف سیاحت رہتے۔

مؤلف رسالہ ہٰذا ظہیر السجاد نے جب اپنے حضرت مرشدی و مولائی مدظلہ العالی سے اس کی تفصیل چاہی تو ارشاد فرمایا کہ میر فاروق علی صاحب کے داخل سلسلۂ عالیہ ہونے کا زمانہ ابتدائی دور حضرت قبلۂ عالم تھا ممکن ہے کہ ان کی تعلیم کی غرض سے

یہ چیزیں ان کے علم میں کی جاتی ہوں جسے انہوں نے تحریر فرمایا لیکن میرے ذی ہوش ہونے کے زمانہ میں ان چیزوں کا اخفاء کامل کیا گیا اور اوراد و وظائف تو اس لیے مخفی تھے کہ کلام مجید، دلائل الخیرات شریف، حصن حصین شریف، زبانی یاد تھیں۔ کتاب ساتھ رکھنے کی ضرورت نہ تھی، بعد عشا خلوت ہو جاتی تھی اور صبح تک نہیں بتایا جا سکتا کہ کیا کیا عبادات ادا ہوتی تھیں۔ تقلیل غذا دیکھی ہوئی چیز ہے کہ بہت کم غذا فرمائی جاتی تھی۔ اور اکثر دعوتوں میں جتنے لذیذ اور اعلیٰ قسم کے کھانے ہوتے تھے وہ ہمراہیان دستر خوان میں تقسیم کر دیئے جاتے تھے اور خود بہت معمولی غذا فرمائی جاتی۔
رمضان المبارک میں بڑے اہتمام سے اچھی سے اچھی افطاری تیار کی جاتی حتی کہ اُرد کی دال کے گلگلے اور مرغ مسلم یاران مسلم خود اپنے دست اقدس سے تیار کیے جاتے لیکن سوا دوسروں کو کھلا دینے کے خود ایک گھونٹ پانی سے افطار فرمایا جاتا اس کے بعد سحر تک کوئی دوسری چیز نہیں کھائی جاتی۔ سحر کو ایک پیالہ کھیر غذا تھی اور پیالہ بھی بڑے قسم کا نہ ہوتا، اس میں شبینہ بھی پڑھا جاتا، بخاری شریف بھی، کلام مجید بھی سنا اور سنایا جاتا، دن میں روزے میں دَور کلام مجید بخاری شریف برابر جاری رہتا۔ سوتے ہوئے نہ دیکھے جاتے اگر کسی روز کوئی قابل لحاظ مہمان تشریف لے آتے تو حضرت قبلۂ عالم بعد افطار ان کے ساتھ کھانا تناول فرماتے مگر قبل تراویح یہ خوب دیکھا گیا کہ بحیلۂ تمباکو یا بالقصد استفراغ فرما دیتے۔ میرے نزدیک حضرت قبلۂ عالم کے جتنے حالات اس مختصر میں جمع کیے گئے انہیں اگر ارباب بصیرت ایمانی نگاہ سے دیکھیں گے تو ہر واقعہ میں حضرت قبلۂ عالم کا کوئی نہ کوئی مجاہدہ ضرور ہوگا۔ لہٰذا اس سے زیادہ تفصیل میں پڑنا مناسب نہیں۔

غلو در ذات شیخ

اپنے حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ سے اتنا شغف و تعلق تھا کہ خود ارشاد فرماتے تھے کہ مجھے گیارہ سال کی عمر میں حضرت مولانا سخاوت حسین صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت حافظ صاحب قبلہ کا مرید کرایا اور اس وقت میں اس سے ناواقف تھا کہ پیر سے مرید کے کتنے تعلقات ہوتے ہیں مگر حضرت صاحب قبلہ کی یہ جذب اور توجہ قوی تھی کہ بدایوں کے دور طالب علمی میں وہاں کے علم و فضل کے ساتھ دور پیری مریدی بھی قائم تھا اور میں نے تمام علمی استفاضہ وہیں کیا لیکن مجھے کبھی یہ خیال بھی نہ گزرا کہ یہاں علوم باطن کا بھی استفاضہ کیا جائے۔

خود اپنے روزنامچہ شریف میں جس میں حضرت قبلۂ عالم بعض اہم باتیں بطور یاد داشت تحریر فرمالیا کرتے تھے۔ جو کتب خانہ آستانہ عالیہ میں موجود ہے، تحریر فرماتے ہیں:

"فقیر ہم دریں سلسلۂ متبر کہ از حضرت مولانا حافظ محمد اسلم خیر آبادی متع اللہ المسلمین بطول بقائیہ ارادت میدارد حضرت ایشان دریں زمانہ آیۃ من آیات اللہ ہستند، چناں مجاہدہ و ریاضت فرمودند کہ در کسے مسموع نشدہ"

آگے فرماتے ہیں:

"فقیر عمر چنیں ندارد لاکن سیاحت بسیار کردہ مگر چناں شیخ نظر نہ آمدہ وچنیں روش در کسے ندیدہ حضرت ایشان جامع شریعت و طریقت اند۔" (چہارم ذی الحجہ یوم چہار شنبہ ۱۲۹۹ھ)

یہی وجہ ہے کہ باوجودیکہ مدینہ طیبہ میں پندرہ سال کی عمر میں حضرت یوسف ابن مبارک رحمۃ اللہ علیہ نے قادریہ، شاذلیہ، چشتیہ، مودودیہ، ابراہیمیہ، کی اجازت عطا فرمائی تھی لیکن کبھی کسی کو مریدان سلاسل میں نہیں کیا صرف دلائل الخیرات شریف کی

تحریری اجازت جسے عطا فرماتے تھے اس میں تحریر فرمادیا کرتے تھے "کما اجازنی السید یوسف ابن مبارک الیمنی المدنی"

علوم رتبت

مناقب حافظیہ جو حضرت شیخنا و شیخ الکل مولانا حافظ سید محمد علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے حالات میں ہے اس میں ان کے مرید حضرت مولانا ہادی علی خانصاحب علیہ الرحمۃ نے بروایت میر محمد علی صاحب خیرآبادی اور حضرت مرزا سردار بیگ صاحب حیدرآبادی رحمۃ اللہ علیہ جو حضرت صاحب کے مجاز و خلیفہ بھی تھے وہ آغا اسماعیل صاحب جو حضرت شیخنا و شیخ الکل کے مرید تھے ص ۲۴۲ پر لکھا ہے کہ مرض وفات میں بمقام کھیری شریف دوپہر کے وقت حضرت شیخ الشیوخ حضرت مولانا حافظ سید محمد اسلم صاحب رحمۃ اللہ علیہ حضرت صاحب کی خدمت میں حاضر ہوئے حضرت نے انہیں اخذ بیعت و جانشینی کا حکم فرمایا، اس پر حضرت شیخ الشیوخ نے دو مرتبہ عرض کیا کہ مجھے اس کام کی لیاقت نہیں، تیسری مرتبہ حضرت صاحب نے ارشاد فرمایا:

''اللہ تعالیٰ دست چنیں کسے بردست شما خواہد رسانید کہ ببر کتش نجات ماوشما گردد ترجمہ یعنی اللہ تعالیٰ تمہارے ہاتھ میں ایسا ہاتھ دے گا کہ اس کی برکت سے میری اور تمہاری نجات ہوگی۔'' اس پر حضرت شیخ الشیوخ نے سکوت فرمایا اور رفع ضرورت کا طشت اُٹھا کر باہر تشریف لے آئے۔

ان الفاظ شریفہ میں بطور پیش گوئی حضرت سے کسی مقدس ذات کے متوسل و مرید ہونے کی خبر دی گئی ہے۔ ہم غلامان سلسلہ عالیہ کا ایمان ہے کہ اس کا وقوع یقیناً ہوا لیکن اس سلسلۂ عالیہ میں اخفاء و کتمان بہت زیادہ ہے لہٰذا حضرت حافظ سیدنا شاہ محمد اسلم صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے زمانہ میں خود اس کا کوئی اظہار نہیں فرمایا سوا اس کے کہ کچھ اطوار سے لوگ احساس کرلیں حضرت شیخ المشائخ کے متوسلین میں جو ذوات

مقدسہ ہمارے علم میں ہیں ان میں اس نگاہ سے اگر نظر پڑ سکتی ہے تو صرف حضرت قبلۂ عالم پر اور بعض برتاوے دونوں حضرات کے درمیان جو مسموع ہوئے ہیں وہ بھی اس کے شاہد ہیں۔

چنانچہ میرے حضرت مرشدی ومولائی مدظلہ العالی بیان فرماتے ہیں کہ حضرت شیخ الشیوخ کی وفات شریف سے ایک سال قبل میں حضرت قبلۂ عالم کی ہمرکابی میں حاضر آستانہ عالیہ خیرآباد شریف ہوا ایک روز ظہر کے وقت حضرت شیخ المشائخ خانقاہ شریف سے مسجد تشریف لانے کے لیے برآمد ہوئے حضرت قبلۂ عالم مسجد کے صحن میں دست بستہ کھڑے ہو گئے جب حضرت شیخ المشائخ نے اپنا قدم اقدس صحن مسجد میں رکھا تو حضرت قبلہ عالم نے اپنے مقام پر زمین کو چوم لیا یہ ملاحظہ فرماتے ہی حضرت شیخ المشائخ نے بھی اپنے مقام پر زمین کو بوسہ دیا۔

ارشاداتِ شیخ

میرے حضرت مرشدی ومولائی مدظلہ العالی ارشاد فرماتے ہیں کہ اسی سال حضرت شیخ المشائخ نے جب حضرت قبلۂ عالم کو رخصت فرمایا تو وعدہ لے لیا کہ ۷ رصفر کو حضرت غریب نواز تو نسوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عرس میں خیرآباد شریف حاضر ہوں۔ چنانچہ حضرت قبلۂ عالم اس موقع پر حاضر ہوئے اور بعد عرس شریف ۱۰ رصفر کو حضرت شیخ المشائخ نے حضرت قبلۂ عالم کے متعلق فرمایا:

- مولوی صاحب کا کوئی وقت بیکار نہیں جاتا۔
- مولوی صاحب کی خوبی بیان میں نہیں آ سکتی۔
- مولوی صاحب الیق ہیں۔
- مولوی صاحب آپ کے رہنے کو جس قدر آپ رہیں غنیمت جانتے ہیں۔

ارشادات بالا کو حضرت قبلۂ عالم نے جلد عینی شرح بخاری جلد اوّل میں قلمبند

فرمانے کے بعد تحریر فرمایا کہ ’’فقیر کو انہیں الفاظ متبر کہ سے امید نجات ہے انشاءاللہ تعالیٰ‘‘ آخر میں منشی دین محمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے ایک واقعہ نقل کرتا ہوں جو ان کی کتاب نشاط حافظ میں موجود ہے کہ سال وفات میں ۲۰؍ذیقعدہ کو بڑے حضرت کا عرس شریف ختم ہونے پر ہمارے حضرت قبلۂ عالم مع منشی دین محمد صاحب واپس جانے کے لیے درگاہ شریف سے روانہ ہوئے اسٹیشن پر تشریف فرما تھے، اور گاڑی میں کچھ دیر تھی کہ یکا یک گھبرا کر حضرت قبلۂ عالم کھڑے ہو گئے اور فرمایا کہ تم جاؤ تمہاری رخصت ختم ہو گئی مجھ کو حضرت یاد فرماتے ہیں۔ میں درگاہ شریف واپس جاؤں گا اور حضرت قبلۂ عالم مضطربانہ واپس تشریف لے گئے۔ اسباب وغیرہ بعد کو بھیجا گیا۔ بعد وفات شریف معلوم ہوا کہ ہمارے حضرت قبلۂ عالم جس وقت مضطربانہ واپس ہوئے ہیں اس وقت حضرت شیخ المشائخ رحمۃ اللہ علیہ کی زبان اقدس پر یہ کلمات تھے:

’’پھپھوند کے مولوی صاحب پیرزادے ہیں ان کے چہرے کے سامنے دم نکلنا باعث برکت ہے لہٰذا ان کو بلا لو۔‘‘

منشی جی مرحوم نے صرف راوی معتبر لکھا ہے اور کسی مصلحت سے نام نہیں ظاہر کیا مگر میں نے اپنے حضرت مرشدی و مولائی مدظلہٗ العالی سے سنا ہے کہ اس کے راوی حضرت حافظ مقصود علی شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔ جونا پارہ میں اقامت گزیں تھے اور شیخ المشائخ کے افراد خاندان سے تھے ممکن ہے کہ بر بنائے مصلحت حافظ صاحب نے خود اظہار نام سے منع فرما دیا ہو۔ حافظ صاحب مرحوم سال وفات میں حاضر تھے۔

میرے نزدیک ان الفاظ مقدسہ کے بعد حضرت شیخنا و شیخ الکل بڑے حافظ صاحب قبلہ کے ان الفاظ متبر کہ جو بوقت عطا خلافت حضرت شیخ المشائخ فرمائے گئے تھے اب کسی مزید تشریح کی ضرورت نہیں۔

میرے حضرت مرشدی و مولائی مدظلہ العالی ارشاد فرماتے ہیں کہ عبدالغفار مرحوم قوال حضرت شیخ المشائخ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مجھ سے بیان کیا کہ ایک مرتبہ میرے

حضرت قبلۂ عالم خیرآباد شریف حاضر ہوئے۔ حضرت شیخ المشائخ پھاٹک میں تشریف فرماتھے۔ جہاں سے میرے حضرت کی نظر پڑی جوتا اُتر گیا، چھڑی پھینک دی گئی اور بیتابانہ حاضر ہوکر قدمبوس ہوئے۔ حضرت شیخ المشائخ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ارشاد فرمایا کہ مولوی صاحب حضرت صاحب سلام کو حاضر ہو، یعنی حضرت بڑے حافظ صاحب قبلہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ'' حضرت قبلۂ عالم تعمیل ارشاد میں مزار اقدس پر چلے گئے۔ اس وقت حاضرین سے بہ مسرت ارشاد فرمایا کہ: ''مولوی صاحب! جب یہاں آوت ہیں تو بیتاب ہوجات ہیں۔''

خلافت ومجازیت

نشاط حافظ ملفوظ حضرت شیخ المشائخ سیدنا ومولانا حافظ محمد اسلم صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں فانی فی الشیخ نواب حاجی غلام محمد خاں صاحب حافظی رحمۃ اللہ علیہ کے مرتب کردہ حالات میں ۱۹۸ پر مرقوم ہے۔

دوسرے خلیفہ مولانا مولوی سید محمد عبدالصمد سہسوانی تھے۔جن کا وصال پھپھوند میں ہوا ہے اور اسی سرزمین پر آسودۂ مصروف خواب ہیں اگر ان کے حالات لکھے جائیں تو ایک خاص دفتر ہوجائے۔ مولانائے موصوف کی تصدیق خلافت کے واسطے دو شخصوں کو پیش کرتا ہوں جن کے بیان پر مجھے خاصہ یقین کامل ہے اور عموماً ہر شخص کو ماننا پڑے گا اولاً جناب حافظ سید امتیاز حسین صاحب سجادہ نشین حال دوسرے عبدالغفار قوال (جو شب وروز حکماً حضرت کی خدمت میں رہتے تھے) جس پر ہمارے حضور کا خاص کرم تھا جن کے سامنے حضرت مولانا کو اجازت دے کر سینہ سے لگایا تھا اور اس تقریب کے وقت حضور کو بہت زیادہ گریہ طاری تھا۔''

میرے حضرت مرشدی ومولائی مدظلہ العالی ارشاد فرماتے ہیں کہ مولوی نصیرالدین صاحب امیٹھوی اوائل زمانہ قیام گونڈہ میں حضرت قبلۂ عالم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مرید

ہوئے۔ان کی اہلیہ حضرت شیخ المشائخ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مرید خاص تھیں۔مولوی صاحب کے مرید ہونے کے بعد حاضر آستانہ خیر آباد شریف ہوئیں اور انہوں نے حسرت سے کہا کہ میں آپ کی مرید ہوں اور مولوی صاحب حضرت قبلۂ عالم کے مرید ہو گئے حضرت نے ارشاد فرمایا کہ اس میں افسوس کی کون سی بات ہے ان کا مرید تو میرا ہی مرید ہے۔

اجراءِ سلسلہ

دَوران سیاحت میں باشارہ غیبی یا بحکم مرشد برحق آخر ۱۲۹۰ھ میں آپ گونڈہ ملک اودھ میں تشریف لے گئے میر فاروق علی صاحب پھپھوندوی وہاں منصرم بندوبست تھے۔اب میں یہاں سے میر صاحب قبلہ کا خود تحریر کردہ حال لکھتا ہوں۔

میر صاحب تحریر فرماتے ہیں۔اب میں اس مقام پر کچھ مختصر اپنا حال جو اس موقع کے متعلق ہے تحریر کرتا ہوں۔چند سال قبل میں نے خواب دیکھا تھا کہ چھوٹا سا شیر میرے سامنے آیا اور اس نے اپنا دست راست میرے آگے اس طرح بڑھایا جیسے مصافحہ کے لیے بڑھاتے ہیں مگر میں خائف ہو کر متوقف ہوا۔ایک اور مرد بزرگ بھی اس موقع پر موجود تھے انہوں نے نہایت شفقت کے ساتھ میری تسکین کی اور ارشاد فرمایا کہ ہاتھ میں ہاتھ دو چنانچہ میں نے ویسا ہی کیا بعد اس کے وہ شیر غائب ہو گیا۔

"میرے حضرت مرشدی ومولائی مدظلہ العالی فرماتے ہیں کہ جب میر صاحب خیر آباد شریف حاضر ہوئے اور حضرت شیخ المشائخ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی زیارت سے مشرف ہوئے تو بتایا کہ یہ وہ ہی بزرگ ہیں جنہوں نے خواب میں مجھے شیر سے ہاتھ ملانے کا حکم دیا۔مؤلف۔"

پھر میر صاحب تحریر فرماتے ہیں کہ ۱۲۸۹ھ میں ایک روز میں کچہری سے آیا۔راہ میں مولوی رحم رحمان صاحب ردَولوی ملے اور مجھ سے کہا کہ آپ ضعیف ہو گئے اور آپ نے اب تک بیعت نہیں کی اب مولانا عبدالصمد صاحب جو بڑے فاضل اجل

اور متقی ہیں اور رَدِّ وہابیہ میں بہت کتابیں لکھی ہیں یہاں آتے ہیں اُن سے بیعت کر لینا۔ چونکہ مجھ کو فقراء سے ایک گونہ سوء اعتقاد تھا کچھ بے التفاتی سے سن کر چلا آیا مگر ایک دلی تعلق پیدا ہو گیا اور متواتر مجھے آپ کی تشریف آوری کا خیال گزرا آخر دو تین مہینہ کے بعد میں نے مولوی رحم رحمان صاحب سے دریافت کیا کہ جن مولوی صاحب کی خبر آمد آپ نے مجھ سے بیان کی تھی وہ اب تک نہ آئے۔ انہوں نے انکار کیا کہ مجھے یاد نہیں کہ کیا ذکر کیا تھا۔ میں نے گفتگو بالا کا اعادہ کیا انہوں نے کانوں پر ہاتھ رکھے اور کہا کہ میں ان کے نام ونشان سے بھی واقف نہیں ہوں اور نہ میں نے کبھی اس طرح کا ذکر کیا چہ جائے کہ تحریک بیعت اور اس پر قسم غلیظ کھائی۔ میں نے سکوت کیا مگر ملال کے ساتھ (یہ بھی اشارہ غیبی بصورت مولوی رحم رحمان صاحب تھا کیونکہ مولوی رحم رحمان صاحب خود میر صاحب کی بیعت کے آٹھ ماہ بعد غلامی میں داخل ہوئے اور اس وقت تک کسی قسم کی واقفیت بھی نہ تھی جیسا کہ میر صاحب نے تحریر فرمایا ہے۔ مؤلف۔"

اواخر ذی الحجہ ۱۲۹۰ھ میں میر محمد حسین صاحب بھگوا بھٹی ملک اودھ میرے پاس آئے اور محرک ہوئے کہ نماز جمعہ کو چلئے یہ فقرہ بھی اس جگہ درج ہونے کی قابلیت رکھتا ہے کہ نماز پنجگانہ کا تو میں پابند تھا مگر نماز جمعہ یہ پہلی مری نماز تھی۔ غرضیکہ شرماشرمی میر صاحب موصوف کے ساتھ منہیاروں کی مسجد میں پہنچا بعد نماز وعظ ہوا اس وقت مجھے ایک کیفیت طاری ہوئی جو قریب بیخودی کے تھی اور آنکھ سے بے تحاشہ اور بے ساختہ آنسو جاری تھے بعد ختم وعظ جو مولانا صاحب کا اسم مبارک دریافت کیا تو وہی نام نامی معلوم ہوا جو مولوی رحم رحمان صاحب نے بیان کیا تھا۔ مولانا صاحب سرائے میں فروکش تھے اس روز سے میں نے خلاف اوقات کچہری کے ملنا شروع کیا۔

اب یہاں سے ان حالات عجیبہ اور مقامات غریبہ وانفاس زکیہ ومکاشفات عالیہ اور مشاہدات جلیلہ کا بلاکم وکاست بغیر آمیزش تکلف ومبالغہ بیان کروں گا جس کا

مجھے خود مشاہدہ ہوا یا معتقدان راسخ الاعتقاد اور صادق البیان سے سنا۔ جس طرح سے مجھے صحبت زیادہ ہوتی جاتی تھی میرے قلب کی حالت بدلتی جاتی تھی اور ذوق وشوق ایسا روز افزوں تھا جس کا بیان مشکل ہے۔ ادنیٰ حالت یہ تھی کہ ہر وقت میرے دل میں مولانا صاحب کا تصور رہتا اور ہر ساعت اور ہر لحظہ حضوری کی کیفیت رہتی، بیشتر یہ نوبت ہوتی کہ میں رفع حاجت نہ کرسکتا، برہنہ نہ ہوسکتا۔ اکثر ایسا ہوا کہ پاخانہ سے قبل فراغ اٹھ کر چلا آتا، کبھی مولانا صاحب کو مجسم حالت بیداری میں اپنے سامنے پاتا۔ گاہ عالم رویا میں دیکھتا اور غور کرتا تو نہ پاتا۔ الغرض ایسا شوق واعتقاد بڑھا کہ ضبط دشوار ہوا۔ چار ونا چار میر محمد حسین صاحب بھگوا بھٹی جو ضلع فیض آباد میں قانون گو ہیں اور منشی حفیظ اللہ صاحب کی معرفت پیام بیعت دیا۔ مگر آپ نے اپنی عادت کے موافق انکار کیا اور اس طرف سے اصرار شروع ہوا اور اُدھر سے آرے و بلے پر نوبت آئی منشی حفیظ اللہ صاحب میرے مکان کے قریب رہتے تھے اور میرے ساتھ اکثر مولانا صاحب کی خدمت میں حاضر ہوا کرتے تھے اور کچھ مذاق بیعت سے بھی میرے مقابلہ میں واقف تھے، خاندان قادریہ نقشبندیہ میں کئی مشائخ کے ہاتھ پر بیعت کرچکے تھے اور میرے ساتھ اس معاملہ میں ہمدردی کیا کرتے تھے اور پیش گاہ مولانا صاحب میں بھی میرے ساعی تھے۔ ایک روز اثنائے راہ میں منشی حفیظ اللہ صاحب سے میں نے دریافت کیا کہ تم نے تو بہت سے مشائخ کو دیکھا ہے اور کئی کے مرید بھی ہوچکے تمہارے نزدیک مولانا صاحب کیسے ہیں؟

انہوں نے کہا کہ مولانا صاحب کا اکتساب اور احتساب تو اچھا ہے مگر ابھی کم عمر اور طالب علم ہیں۔ بعد اس کے ہم دونوں سرائے میں پہنچے۔ کچھ ذکر خدا ورسول اور اہل اللہ کا ہوتا رہا۔ اس میں منشی حفیظ اللہ صاحب نے کچھ تعریف آپ کی کری۔ مولانا صاحب نے اس کے جواب میں وہی الفاظ ارشاد فرمائے جو ان کی غیبت میں باہم دونوں کی گفتگو ہوئی تھی یعنی میں کیا میرا اکتساب واحتساب کیا میں تو ایک طالب علم اور

طفل مکتب ہوں۔ اس وقت ہم لوگوں کو کچھ تنبیہہ ہوئی اور نماز عصر و مغرب پڑھ کے ہم دونوں آدمی چلے آئے۔ ایک روز میں نے منشی حفیظ اللہ صاحب سے یہ ذکر کیا کہ مولانا صاحب ایک مرد سیاح ہیں آج یہاں اور کل کہیں اور چلے جائیں گے مجھے کیا فائدہ ہوگا؟ جب تک پوری شیخ کی صحبت نصیب نہ ہو بہتر ہے کہ تمہارے شیخ سے بیعت کروں کہ وہ قریب بھی ہیں اور اکثر گونڈہ میں آیا کرتے ہیں۔ بعد اس کے ہم دونوں آدمی بالاتفاق سرائے میں پہنچے اس وقت مولانا صاحب حضار جلسہ سے اہل اللہ کا ذکر کررہے تھے۔ ہم دونوں آدمی بھی سنتے رہے۔ تھوڑی دیر کے بعد اور لوگ چلے گئے ہم دونوں حاضر رہے۔ اس میں شیخ حفیظ اللہ صاحب نے عرض کیا کہ حضرت آپ روز قصد سفر کیا کرتے ہیں۔ میر صاحب کو سلسلہ میں داخل کر لیجئے۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ بھائی میں ایک مرد مسافر ہوں آج یہاں کل خدا جانے کہاں ہوں گا میر صاحب کو اپنے پیر کا مرید کرادو کہ وہ قریب بھی ہیں اور گونڈہ میں ہمیشہ آیا جایا کرتے ہیں۔

اس وقت ہم دونوں کو اور خصوصاً مجھ کو از حد خجالت ہوئی اسی دن سے میرے دل میں ادب پیدا ہوا اور اس قسم کی گفتگو سے جو خلاف طلب تھی اجتناب کیا۔ اس وقت میری عمر اکیاون سال کی تھی کیونکہ پیدائش میری ۱۷ر ربیع الاوّل ۱۲۴۰ھ کی ہے اور مولانا صاحب کی عمر اکیس سال کی تھی اور سکان گونڈہ اور اہل نواح جوق در جوق طالب ہوکر حاضر ہوتے تھے مگر کوئی کامیاب نہ ہوتا تھا اس لیے ہر شخص کو میری جانب ایک تخاطب خاص تھا اور ہر طرف سے میری سفارش ہونے لگی۔ خصوصاً میر محمد حسین صاحب بھگوا بھٹی اس معاملہ میں مولانا صاحب کو بار بار تکلیف دیتے آخر آپ نے وعدہ فرمایا۔ ایک روز بعد ظہر میں مع منشی حفیظ اللہ صاحب کے سرائے میں حاضر تھا اور مولانا صاحب کو ایک کیفیت کی حالت تھی اور چہرۂ مبارک سے انوار نمایاں تھے یکا یک آپ نے مجھ سے مخاطب ہوکر ارشاد فرمایا کہ میر صاحب آپ کی مراد بیعت سے کیا ہے؟ اور آپ کیا چاہتے ہیں؟ چونکہ میں اس وقت تک رند مشرب اور مشائخ کی

صحبت سے یہاں تک اجنبی و بے گانہ تھا کہ اہل اللہ کی کرامتوں کو صحیح نہ سمجھتا تھا اگر کوئی کتاب تصوف کی دیکھتا جہاں تک ان کے زہد وورع، سخا و اتقا وغیرہ کا ذکر ہوتا برغبت پڑھتا اور جہاں خرق عادات کا ذکر آجاتا اس کو نہ دیکھتا اور کتاب کو بند کر دیتا۔ پھر اس قسم کا آدمی اس سوال کا جواب معقول کیا دے سکتا تھا مگر اتفاقاً اور بلا قصد میری زبان سے نکلا کہ بالفعل اپنے دل کا ذاکر ہونا چاہتا ہوں آپ نے پھر بہ شفقت تمام دریافت فرمایا اور کچھ؟ میں نے عرض کیا۔ بس۔ اسی وقت مجھے محسوس ہوا کہ میرے دل کو کوئی گدگدا رہا ہے جس سے بے ساختہ ہنسی آئی مگر بپاس ادب مشکل سے ضبط کیا۔ ایک ساعت کے بعد وہ گدگداہٹ دفع ہو کر قلب میں حرکت اس طرح کی پیدا ہوئی جس کو اختلاج قلب کہا جائے تو بجا ہے مگر بلا کسی تکلیف کے بلکہ اس میں ایک طرح کا حظ تھا جس کو میں اور الفاظ میں تفصیل کے ساتھ نہیں بیان کر سکتا تھوڑی دیر بعد وہ حالت بھی باقی نہ رہی قلب سے کانوں میں کچھ آواز آنے لگی غور جو کیا تو گاہ گاہ حق حق سمجھ میں آیا اور گاہ اللہ اللہ بعدہٗ اللہ کی عنایت بے غایت اور اس کے رحم و کرم سے ۱۸ محرم الحرام ۱۲۹۱ھ یوم سہ شنبہ کو بعد نماز مغرب مجھے بیعت نصیب ہوئی اور سلسلۂ چشتیہ بہشتیہ میں داخل ہوا۔

میرے حضرت مرشدی و مولائی مدظلہ العالی ارشاد فرماتے ہیں کہ میں نے اپنی والدہ ماجدہ رحمۃ اللہ علیہا سے سنا کہ حضرت قبلۂ عالم ارشاد فرماتے تھے کہ میر فاروق علی بیعت کے لیے مصر تھے اور میں انکار کر رہا تھا میں نے دیکھا کہ حضرت صاحب قبلہ (یعنی حضرت قبلۂ عالم کے پیر و مرشد) تشریف رکھتے ہیں اور میں سامنے حاضر ہوں اور حضرت صاحب قبلہ کے دہن اقدس سے بھاپ نکل رہی ہے اور وہ سیدھی میرے منہ میں داخل ہو کر سینہ میں اُتر رہی ہے اسی روز میں نے میر صاحب کو مرید کر لیا۔ مؤلف۔

پھر میر صاحب تحریر کرتے ہیں ایک روز محفل سماع شریف گرم تھی اور لوگوں کو وجد ہو رہا تھا اور میں حضرت سے قریب تر تھا۔ میرے دل میں یہ خطرہ گزرا کہ مجھے بھی

وجد ہو۔ حضرت نے مجھ سے ارشاد فرمایا کہ اس روز کیوں کہا تھا کہ بس۔ اس کے بعد مجھے اپنی حماقت یاد آئی کہ کیوں نہ اور مانگتا گیا کہ ہر قسم کی کیفیت ایک ہی روز میں حاصل ہوتی اور بلا محنت ہر طرح کی نعمت مل جاتی، اپنی نادانی پر سخت متاسف ہوا اور حضرت کی مرضی پر کل مقاصد کو چھوڑ دیا۔'' یہی مرید کی اصل کامیابی ہے۔ مؤلف۔

میر صاحب آگے تحریر فرماتے ہیں کہ آخر ماہ محرم میں حضرت کو سرائے سے اپنے کلبۂ احزان میں بہ ہزار خوش آمد اٹھا لایا۔ اور میری منکوحۂ ثانیہ بھی سلسلہ میں داخل ہوئیں۔ میرے زنانہ مکان میں ایک بہت مختصر اور تنگ حجرہ تھا جس کے عرض میں نہ آدمی لیٹ سکتا تھا نہ کشادہ طور پر سجدہ کر سکتا تھا اسی کو آپ نے اپنے قیام کے واسطے پسند فرمایا۔

میر صاحب کی بیعت کے بعد لوگ جوق در جوق غلامی میں داخل ہونا شروع ہوئے اور یَدۡخُلُوۡنَ فِیۡ دِیۡنِ اللّٰہِ اَفۡوَاجًا کا ظہور ہونے لگا۔

حضرت قبلۂ عالم کی عادت شریف تھی کہ جب کوئی غلامی میں داخل ہونے کو آتا تو دریافت فرماتے کس خاندان میں مرید ہوگے اگر وہ کوئی سلسلہ متعین کرتا تو اس میں داخل فرماتے اور اگر حضرت کی مرضی پر چھوڑتا تو سلسلۂ چشتیہ میں داخل فرماتے۔

حضرت قبلۂ عالم کو اجازت چاروں خانوادے چشتیہ، قادریہ، نقشبندیہ، سہروردیہ میں تھی اور چاروں سلاسل میں مرید فرمایا کرتے تھے۔ چاروں خانوادوں کے شجرے حسب ذیل ہیں:

شجرۂ چشتیہ عربی

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ، کَانَ عَلِیًّا فِیْ دَرَجَاتِهٖ، حَسَنًا فِیْ صِفَاتِهٖ وَاحِدًا فِیْ تَجَلِّیَاتِهٖ، اَبَاالْفَیْضِ فِیْ اِفَاضَتِهٖ، اِبْرَاهِیْمَ فِیْ تَسْلِیْمِهٖ، سَدِیْدَ الدِّیْنِ فِیْ حُجَّتِهٖ، اَمِیْنَ الدِّیْنِ فِیْ شَرِیْعَتِهٖ، عُلُوًّا فِیْ مَعَارِجِهٖ، اَبَااِسْحٰقَ فِیْ حَقِیْقَتِهٖ قُدْوَةَ الدِّیْنِ فِیْ رِسَالَتِهٖ، نَاصِرَ الدِّیْنِ فِیْ وِلَایَتِهٖ، اَبَایُوْسُفَ فِیْ وَجَاهَتِهٖ، مَوْدُوْدًا فِیْ خُلُقِهٖ، شَرِیْفًا فِیْ نَسَبِهٖ، مُقْتَدأَ اَهْلِ عِرْفَانٍ فِیْ مَعْرِفَتِهٖ، مُعِیْنَ الْاِسْلَامِ وَالْمُسْلِمِیْنَ فِیْ حدِّ ذَاتِهٖ، قُطْبَ الدِّیْنِ فِیْ اَحْکَامِهٖ، فَرِیْدَالدِّیْنِ فِیْ اَنْوَارِهٖ، نِظَامَ الدِّیْنِ فِیْ اَبْرَارِهٖ، نَصِیْرَا الدِّیْنِ فِیْ اَسْرَارِهٖ، کَمَالَ الدِّیْنِ فِیْ تَعْظِیْمِهٖ، سِرَاجَ الدِّیْنِ فِیْ اِضَائَتِهٖ عَلَمَ الدِّیْنِ فِیْ اُمَّتِهٖ، مَحْمُوْدًا فِیْ سِیْرَتِهٖ، جَمَالَ الدِّیْنِ فِیْ صُوْرَتِهٖ، حَسَنًا فِیْ اَفْعَالِهٖ، مُحَمَّدًا فِیْ اَحْوَالِهٖ، یَحْیٰی فِیْ اِحْیَاءِ الْقُلُوْبِ، کَلِیْمَ اللّٰهِ فِیْ کَلِمَةِ الْحَقِّ، نِظَامَ الْاِسْلَامِ وَالْمُسْلِمِیْنَ فِیْ مِلَّتِهٖ، فَخْرَ الْمِلَّةِ وَالدِّیْنِ فِیْ سَدَادِهٖ، نُوْرًا فِیْ ضِیَائِهٖ، سُلَیْمَانَ فِیْ تَسْخِیْرِهٖ، حَافِظًا فِیْ کَلَامِهٖ، اَسْلَمَ فِیْ اِسْلَامِهٖ، صَمَدًا فِیْ مَرْضَاتِهٖ، مِصْبَاحاً فِیْ زُجَاجَتِهٖ، مُحَمَّدًا فِیْ مَحَامِدِهٖ، وَعَلٰی اٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَبَارِکْ وَسَلِّمْ،

شجرۂ چشتیہ فارسی منظوم

یارب بہ محمد فخر رسل بہ علی ولی شہ دیں مددے
بہر حسن وعبدالواحد بہ فضیل سراج یقیں مددے

پے ابراہیم ابن ادہم بہ حذیفہ وشاہ امین الدین
پے ممشادواسحاق احمد بہ محمد نیک تریں مددے

پے بویوسف وہم قطب الدین و بہ شریف وہم عثمان و معین
پے قطب وفرید ونظام الدین بہ نصیر کمال الدیں مددے

بہ سراج علم الحق والدین بہر محمود جمال وحسن
بہ محمد وہم یحییٰ مدنی بہ کلیم ونظام الدیں مددے

بہ محبّ نبی شہ فخر الدین ہم نور محمد قطب جہاں
بہ سلیمان شاہ محمد علی پے اسلم ہادئ دیں مددے

پے آیۂ رحمتِ رب احد شیخ اکمل فرداوحد
مولانا خواجہ عبدالصمد آقائے من مسکیں مددے

بہ جلوۂ دلبرا منظر ہم سراو وہم مظہر
ہم سالک را مصباح حسن تسکین دل غمگین مددے
من بیکس و مجبورم مولیٰ من غرق عصیانم مولیٰ
آقائے من محمد را ہادئ راہِ دین مددے

■❖■

شجرۂ چشتیہ اُردو

از: شاعر آستانہ سید محمد منظر چشتی

اے خدا تو فضل فرما مصطفیٰ کے واسطے
مشکلیں آسان کر مشکل کشا کے واسطے

دے طفیلِ شیخ بصری عبدواحد بن عیاض
بھیک ابراہیم بلخی مقتدا کے واسطے

نیک فرما دے مجھے خواجہ حذیفہ کیلئے
بخش دے مجھ کو ہبیرہ پارسا کے واسطے

خواجہ ممشاد، بو اسحاق، احمد کے طفیل
بو محمد سے ملے حصہ گدا کے واسطے

شیخ یوسف، خواجہ مودود، اور حاجی شریف
دور کر دے ہر بلا ان اولیا کے واسطے

خواجہ عثمان کے صدقے میں کرم کر دے خدا
رحمتیں تو بھیج دے اپنی عطا کے واسطے

پرچمِ خواجہ معین الدین کے سایہ تلے
تو اٹھا محشر میں قطب چشتیا کے واسطے

جو فرید الدین، نظام الدین، نصیر الدین ہیں
دے عروج اسلام کو ان اولیا کے واسطے

کر کمال الدین، سراج الدین، علم الدین کا
خواجہ محمود کا در دے گدا کے واسطے

دے جمال الدین کی صورت حسن سیرت بھی دے
اے خدا خواجہ محمد پیشوا کے واسطے

عشق دے یحییٰ کلیم اللہ، نظام الدین کا
فخرِ دیں نورِ محمد مقتدا کے واسطے

وہ سلیمان و علی، اسلم ولی عبدالصمد
انکی الفت دے دے مصباح ہدا کے واسطے

ہر پریشانی بلا شیطان سے محفوظ رکھ
مرشد برحق محمد بے ریا کے واسطے

اے خدا بد سے بچا اور خیر کی توفیق دے
خواجگان سلسلہ چشتیا کے واسطے

شجرۂ چشتیہ اُردو منظوم

اے خداوندا تو ذاتِ کبریا کے واسطے
رحم کر مجھ پر محمد مصطفےٰ ﷺ کے واسطے

میں ہوا ہوں سخت زار و بند محنت میں اسیر
کھول دے مشکل علی مرتضیٰ کے واسطے

خواجۂ بصری حسن کا نام لاتا ہوں شفیع
شیخ عبدالواحد اہل بقا کے واسطے

فضل کر مجھ پر طفیل خواجۂ ابن عیاض
شاہ ابراہیم بلخی بادشاہ کے واسطے

حضرت خواجہ حذیفہ کیلئے ٹک رحم کر
اور ہبیرہ بصری صاحب ہدا کے واسطے

حضرت ممشاد کی خاطر مرا دل شاد کر
شیخ بو اسحاق قطب چشتیا کے واسطے

خواجۂ ابدال احمد بو محمد مقتدا
خواجہ بو یوسف صاحب رضا کے واسطے

خواجۂ مودود حق اور خواجۂ حاجی شریف
خواجۂ عثمان اہل مقتدا کے واسطے

والیٔ ہندوستاں خواجہ معین الدیں حسن
اور قطب الدین قطب چشتیا کے واسطے

کام کر شیریں طفیل خواجۂ گنج شکر
اور نظام الدین محبوب اولیاء کے واسطے

دل کو روشن کر طفیل شہ نصیر الدیں چراغ
اور کمال الدیں کمال اصفیا کے واسطے

دور کر ظلمت سراج دین و دنیا کے لئے
اور علم الحق و دین علم الہدا کے واسطے

حضرت محمود راجن سرور دنیا و دیں
اور جمال الدین جمن صاحب ہدا کے واسطے

شیخ حسن اور خواجہ شیخ محمد کے طفیل
حضرت یحییٰ مدنی مقتدا کے واسطے

حل کر مشکل طفیل شہ کلیم اللہ ولی
اور نظام الدین مقبول خدا کے واسطے

دین و دنیا کا وسیلہ قطب عالم فخر دیں
خواجۂ نور محمد پیشوا کے واسطے

حضرت خواجہ سلیماں دو جہاں کے دستگیر
قبلۂ حاجات و کعبہ مدعا کے واسطے

دستگیر بیکساں اور سید بندہ نواز
حضرتِ حافظ کلام کبریا کے واسطے

مظہر انوار دیں اور مخزنِ اسرار حق
سید اسلم ولی باصفا کے واسطے

عالم علم الٰہی سید روشن ضمیر
حضرت عبدالصمد صاحب حیا کے واسطے

بخش دے میرے گناہِ بے عدد کو اے خدا
شاہ مصباح حسن صاحب ہدا کے واسطے

بخش دے اپنی محبت اور قطع ماسوا
واسطہ پیران شجرہ چشتیا کے واسطے

شجرۂ قادریہ

سیدالاولیا مولائے کائنات حضرت علی
حضرت ابوعبداللہ الحسین شہید کربلا
حضرت علی ابن حسین امام زین العابدین
حضرت محمد باقر
حضرت امام جعفر صادق
حضرت امام موسیٰ کاظم
حضرت امام موسیٰ رضا
حضرت شیخ معروف کرخی
حضرت ابوالحسن سری سقطی
حضرت جنید بغدادی
حضرت ابوبکر محمد شبلی
حضرت ابوالفضل عبدالواحد
حضرت بوالفرح یوسف طرطوسی
حضرت ابوالحسن علی الھنکاری
حضرت ابوسعید مبارک مخذومی
حضرت غوث الثقلین ابومحمد محی الدین
عبدالقادر جیلانی

حضرت خواجہ ابوالنجیب عبدالقادسہروردی
حضرت ابویاسر عمار ابن یاسر بدلیسی
حضرت ابوالجناب نجم الدین الکبریٰ
حضرت شیخ مجدد الدین بغدادی
حضرت شیخ رضی الدین معروف بہ علی لالہ
حضرت شیخ احمد جورقانی
حضرت شیخ نورالدین معروف بالکبیر
حضرت شیخ رکن الدین علاء الدولہ سمنانی
حضرت شیخ محمود مرزقانی
حضرت سید علی ہمدانی
حضرت علی الثانی خواجہ اسحٰق ابن مبارک
شاہ الحسینی الختلانی
حضرت سید نور بخش

حضرت شیخ محمد علی نور بخش
حضرت شیخ محمد غیاث نور بخش
حضرت شیخ حسن محمد
حضرت شیخ محمد
حضرت شیخ یحیٰی مدنی
حضرت شیخ کلیم اللہ جہاں آبادی
حضرت خواجہ نظام الدین اورنگ آبادی
حضرت مولانا فخر الدین دہلوی
حضرت خواجہ نور محمد مہاروی
حضرت خواجہ سلیمان تونسوی
حضرت سید حافظ محمد علی خیرآبادی
حضرت خواجہ حافظ سید محمد اسلم خیرآبادی

رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین

شجرۂ سہروردیہ

سیدالاولیاء مولائے کائنات حضرت علی — حضرت خواجہ حسن بصری
حضرت خواجہ عبدالواحد — حضرت خواجہ فضیل ابن عیاض
حضرت خواجہ ابراہیم ادہم — حضرت خواجہ حاتم اصم
حضرت خواجہ ابوتراب بخشی — حضرت خواجہ ابومحمد جعفر
حضرت خواجہ شیخ ابوعبداللہ محمد ابن حنیف — حضرت شیخ ابوالعباس نہاوندی
حضرت شیخ اخی فرخ زنجانی — حضرت شیخ نجیب الدین محمد ابن عبداللہ سہروردی
حضرت شیخ وجیہ الدین ابوحفص عمر سہروردی — حضرت شیخ ضیاء الحق والدین ابونجیب سہروردی
حضرت امام الطریقت شیخ شہاب الدین ابوحفص عمر سہروردی — حضرت شیخ بہاء الحق والدین زکریا ملتانی
حضرت شیخ صدرالدین عارف — حضرت شیخ رکن الحق والدین ابوالفتح
حضرت شیخ سید جلال الدین مخدوم جہانیاں بخاری — حضرت شیخ صدرالدین راجو/ ملتانی
حضرت شیخ قاضی علم الحق والدین — حضرت شیخ قارن الملۃ والدین
حضرت شیخ محمود المعروف راجن — حضرت شیخ جمال الدین جمن
حضرت شیخ حسن محمد — حضرت شیخ محمد
حضرت شیخ یحییٰ مدنی — حضرت شیخ کلیم اللہ جہان آبادی
حضرت شیخ نظام الدین اورنگ آبادی — حضرت شیخ مولانا فخرالدین دہلوی
حضرت شیخ نورمحمد مہاروی — حضرت شیخ سلیمان تونسوی
حضرت شیخ حافظ سید محمد علی خیرآبادی — حضرت شیخ حافظ سید محمد اسلم خیرآبادی

رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین

شجرۂ نقشبندیہ

حضرت افضل البشر بعد الانبیاء بالتحقیق حضرت سیدنا صدیق

حضرت سلمان فارسی
حضرت شیخ قاسم بن محمد
حضرت امام جعفر صادق
حضرت شیخ ابو یزید بسطامی
حضرت شیخ ابوالحسن خرقانی
حضرت شیخ ابوالقاسم گرگانی
حضرت شیخ بوعلی فارمدی
حضرت خواجہ ابو یوسف ہمدانی
حضرت خواجہ عبدالخالق غجدوانی
حضرت خواجہ عارف ریوکری
حضرت خواجہ محمود فغنوی
حضرت خواجہ علی رامتینی
حضرت خواجہ محمد بابا سماسی البخاری
حضرت خواجہ سید امیر کلال
حضرت خواجہ بہاؤالدین نقشبند
حضرت خواجہ مولانا یعقوب چرخی
حضرت خواجہ عبداللہ احرار
حضرت خواجہ محمد ابن احمد قاضی
حضرت خواجہ خواجگی
حضرت خواجہ محمد کلال جوء باری
حضرت خواجہ محمد کلال دہ بیدی
حضرت خواجہ شیخ ہاشم دہ بیدی
حضرت خواجہ محمد سنگی دہ بیدی
حضرت شیخ سید محترم اللہ المتوکل علی اللہ
حضرت شیخ یحییٰ مدنی
حضرت شیخ نظام الدین اورنگ آبادی
حضرت شیخ مولانا فخر الدین دہلوی
حضرت شیخ خواجہ نور محمد
حضرت شیخ خواجہ سلیمان تونسوی
حضرت خواجہ حافظ سید محمد علی خیرآبادی
حضرت خواجہ حافظ سید محمد اسلم خیرآبادی

رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین

حضرت قبلۂ عالم کی عادت شریف تھی کہ شجرہ جب دستخط کے لیے پیش ہوتا تو اپنے اسم مبارک کو قلمزود فرما دیتے اور نیچے تحریر فرماتے:

''الٰہی بکربت و غربت گنہگار عبد الصمد شرمسار عاقبت فلاں بخیر گردان۔ آمین''

شبینہ خوانی

میر صاحب تحریر فرماتے ہیں کہ اس کے بعد رمضان المبارک آیا اور یہ حضرت کا پہلا رمضان المبارک گونڈے میں تھا حضرت نے پہلی شب میں تین گھنٹہ میں کلام پاک ختم فرما لیا اور دوسری شب میں قل اعوذ برب الناس پر پہلا رکوع فرمایا یہ پورے دو گھنٹہ میں کلام مجید ختم ہوا۔ آٹھ بجے شروع اور دس بجے ختم۔ ان دو شبینوں کا جو غلغلہ اٹھا تو ہر مسجد کے نمازی اسی مختصر مسجد میں جمع ہونے لگے۔ یہاں تک لوگوں کی کثرت ہوئی کہ اکثر کو جگہ نہ ملی تیسری شب میں حضرت نے ارشاد فرمایا کہ کل منہاروں کی مسجد میں شبینہ ہوگا۔ اس شب میں ہر مسجد کے حفاظ اور نمازی جمع ہوئے اور تین گھنٹہ میں ختم ہوا اور کہیں لقمہ نہ لیا۔ اب دُور دُور مثل فیض آباد، بہرائچ وغیرہ تک اس کا شہرہ ہوا اور دیہات گونڈہ کے بھی اکثر مسلمان شریک تراویح ہونے لگے۔ اس سال جتنی مسجدیں گونڈہ میں تھیں سب میں ایک ایک شبینہ ہوا۔ اس کے واقف کار اور شاہد حال بہت لوگ حیدرآباد میں موجود ہیں اب مولوی رحم رحمان صاحب اور منشی حفیظ اللہ صاحب داخل سلسلہ ہوئے۔

بحمد اللہ تعالیٰ اس وقت کہ شعبان ۱۳۷۶ھ ہے دو صاحب شبینہ سنے ہوئے موجود ہیں ایک جناب شیخ کلو صاحب پھپھوندوی جن کی عمر حضرت قبلۂ عالم کی تشریف آوری پھپھوند کے وقت نو دس سال کی تھی اور پھپھوند کی اکثر مسجدوں میں انہوں نے حضرت قبلۂ عالم کے شبینے سنے۔ دوسرے میرے حضرت مرشدی و مولائی مدظلہ العالی جنہوں نے سہسوان ضلع بدایوں کی جامع مسجد میں شبینہ سنا اور اس وقت آپ کی دس سال کی عمر شریف تھی۔

حضرت قبلۂ عالم نے جھانسی، پھپھوند کی اکثر مساجد میں شبینے پڑھے۔ اور یہ شبینے دو اور تین گھنٹہ کے درمیان ختم ہوتے تھے۔

یہ حضرت قبلۂ عالم کی ایسی کرامت تھی جس کا آج کل کے دَورِ ناقص میں لوگوں کو بہت استعجاب ہوگا لہٰذا میں ضروری سمجھتا ہوں کہ متقدمین اولیاء کرام کے کچھ واقعات یہاں لکھ دوں۔

سرحلقۂ اولیاء محمدیہ علیٰ صاحبہا التحیۃ والثناء حضرت مولائے کائنات کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم کے متعلق علامہ علی قاری مکی حنفی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ تحریر فرماتے ہیں:

کان یبتدء القرآن من ابتداء قصدرکوبه مع التحقق المبانی وتفهیم المعانی ویختمه حین وضع قدمه فی رکابه الثانی۔

یعنی گھوڑے پر سوار ہونے میں پہلی رکعت میں پائے اقدس رکھنے پر کلام مجید شروع فرماتے اور دوسری رکعت میں پیر پہنچنے تک ختم ہوجاتا اور پورے الفاظ مع فہم معنی ادا ہوتے علامہ عینی حنفی عمدۃ القاری شرح بخاری میں امام نووی سے ناقل ہیں:

لقد رأیتهٔ رجل قرء ثلث ختمته فی الوتر فی کل رکعته ختما فی لیلة القدر۔

یعنی میں نے ایک حافظ کو دیکھا کہ وہ تین ختم وتر کی تینوں رکعتوں میں لیلۃ القدر میں کیا کرتے تھے۔

حضرت مولانا جامی قدس سرہٗ السامی اپنی کتاب نفحات الانس فارسی میں تحریر فرماتے ہیں کہ حضرت شیخ شہاب الدین سہروردی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے صاحبزادے فرماتے ہیں کہ شیخ موسیٰ سدرانی جو سیدی ابومدین مغربی کے مریدین میں تھے جن کے متعلق کہا جاتا ہے کہ وہ ایک رات دن میں ستر ہزار ختم کیا کرتے تھے۔ میرے دل میں کچھ شبہ پیدا ہوا۔ ایک رات وہ بزرگ طواف میں تھے میں پہنچ گیا میں نے دیکھا

کہ انہوں نے حجر اسود کو بوسہ دیا اور اوّل سورۂ فاتحہ سے کلام مجید شروع کیا اور وہ پڑھتے جاتے اور چلتے جاتے تھے جیسے کہ عام طور پر لوگ چلتے ہیں اور وہ باترتیل پڑھ رہے تھے اور میں ایک ایک حرف سمجھ رہا تھا جب حجر اسود سے باب کعبہ پر پہنچے جو چار قدم ہے تو انہوں نے پورا کلام مجید ختم کرلیا تھا۔ میں نے آ کر اپنے والد سے بیان کیا ان سب نے تصدیق فرمائی۔

اِس زمانہ میں جب کہ اس قسم کے راکٹ اور ہوائی جہاز جاری ہو چکے ہیں کہ اپنی آواز کسی مقام پر پہنچنے سے پہلے گزر جاتے ہیں اور یہ وہ مصنوعات ہیں کہ جنہیں معمولی آدمیوں نے محض بر بنائے تحقیقات علمی ایجاد کرلیا ہے تو اگر اللہ تعالیٰ قادر ذوالجلال اپنے اولیاے کرام کو اس قسم کی قدرت عطا فرمادے تو شان ایمان سے بعید ہے کہ اس سے انکار کیا جاے۔

جب پھپھوند میں یہ شبینے ہو رہے تھے۔ جناب شیخ کلو صاحب کے والد جو ریاست گوالیار کے پنشنر تھے اپنی پنشن وصول کرنے گوالیار گئے اور ان شبینوں کا ذکر کیا تو ایک صاحب ان کے ملاقاتی جو پانچ چھ برس پہلے حج کرنے گئے تھے انہوں نے حضرت قبلۂ عالم کا نام اور پتہ دریافت کیا شیخ صاحب کے بتانے پر انہوں نے کہا کہ میں نے مسجد نبوی شریف میں ان کا شبینہ پڑھنا موجودگی حفاظ عرب سنا ہے اور اتنی ہی دیر میں پڑھا تھا اور اس وقت اُن کی عمر پندرہ سال کی تھی۔

دَور بخاری شریف

میرے حضرت مرشدی ومولائی مدظلہ العالی فرماتے ہیں کہ حضرت قبلۂ عالم کی عادت شریف تھی کہ علاوہ کلام مجید کے تراویحوں میں بخاری شریف پڑھا کرتے تھے اور جتنے پارے اس روز تراویح میں ہوتے تھے اتنے ہی پارے بخاری شریف کے تراویحوں میں ہو جاتے تھے اور دن میں کلام مجید کے دورے کے ساتھ بخاری شریف کا

بھی دور ہوا کرتا تھا۔

میرے حضرت صاحب قبلہ فرماتے ہیں کہ حضرت قبلۂ عالم فرماتے تھے کہ بخاری شریف یاد کرنے میں میں اپنے سر کے بالوں کو چھت میں باندھ دیا کرتا تھا تاکہ نیند نہ آئے۔ چنانچہ جب نیند کا جھونکا آجاتا تھا تو بالوں کے کھنچنے کی تکلیف سے نیند دفع ہو جاتی تھی، سیکڑوں راتیں اسی طرح گزریں۔

دورِ حصن حصین شریف

میرے حضرت مرشدی و مولائی مدظلہ العالی فرماتے ہیں کہ

حضرت قبلۂ عالم نے اپنے وصال سے تین چار سال قبل یہ عادت فرمائی تھی کہ تراویحوں میں بجائے دور بخاری شریف کے حصن حصین شریف کا دور مع حروف مقطعات کے فرمایا جاتا تھا۔

حفظ دلائل الخیرات شریف

میر صاحب تحریر فرماتے ہیں کہ ایک روز میر محمد حسین صاحب بھگوا بھٹی اودھی کتاب دلائل الخیرات ہاتھ میں لیے ہوئے شاہ ابوالحسن صاحب مانکپوری کے پاس جو تاریخ نویس گونڈہ اور ملازم بندوبست تھے گئے شاہ صاحب نے میر صاحب سے نام کتاب دریافت کیا اور بعد معلوم کرنے کے دلائل کو اپنے ہاتھ میں لے کر حزب خامس نکالا اور فرمایا کہ یہ درود شریف قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مَنْ قرء ھٰذا الصلوٰۃ مرۃ واحدۃ کتب اللہ لہٗ ثواب حجۃ مقبولۃ اِلیٰ اٰخِرِہٖ الحاقی ہے کسی بدعتی نے داخل کر دیا ہے کہ اس کو نہ پڑھا کرو۔ چونکہ میر محمد حسین صاحب فی الجملہ شاہ صاحب کے عقائد میں مشکوک تھے وہ فوراً حضرت صاحب کے حضور میں اس کے تصفیہ کے واسطے آئے۔ ہنوز کچھ ذکر نہ کیا تھا کہ حضرت مولانا نے ارشاد فرمایا کہ میر

محمد حسین صاحب میں نے دلائل کو حفظ کیا ہے تم کتاب دیکھو اور سنو جہاں غلط پڑھوں بتا دینا۔ میر محمد حسین صاحب نے اپنی دلائل کو کھولا اور حضرت نے از بر پڑھنا شروع کیا۔ جب حزب خامس اور درود مذکورہ بالا پر پہنچے آپ نے اس درود کے بہت فضائل اور فوائد بیان کیے بعد اس کے ارشاد فرمایا کہ باقی کل سنائیں گے اور آپ اندر تشریف لے گئے۔ اس وقت میر محمد حسین صاحب نے یہ قصہ مجھ سے بیان کیا کہ حضرت نے بلا استفسار میرے تسکین و تشفی کر دی۔“

تشریف آوری پھپھوند

میر صاحب تحریر فرماتے ہیں کہ جب عملۂ بندوبست تخفیف میں آیا اور میں اپنے وطن پھپھوند ضلع اٹاوہ کے لیے مع اہل و عیال روانہ ہوا تو حضرت نے ارشاد فرمایا کہ میں اپنے وطن سہسوان ضلع بدایوں ہو کر دو ہفتہ بعد تمہارے پاس پھپھوند آؤں گا چنانچہ حسب وعدہ حضرت پھپھوند تشریف لے آئے اور میرے مکان پر قیام ہوا۔“ میر صاحب مرحوم اس کے بعد گیارہ ماہ پھپھوند میں مقیم رہے اس کے بعد بغرض ملازمت حیدر آباد کو روانہ ہو گئے۔

یہاں ضرورت ہے کہ مجملاً پھپھوند کے مسلمانوں کی حالت جو اس وقت تھی وضاحت سے تحریر کی جائے۔ پھپھوند کے سنیوں میں کوئی اہل علم یا علمی وجاہت رکھنے والے نہ تھے اور محلّہ سیدواڑہ میں اچھی خاصی آبادی شیعوں کی تھی اور علمی حیثیت میں بھی ان میں بہت لوگ نمایاں تھے یہاں تک کہ اگر سنی کوئی مسئلہ بھی دریافت کرتے تو کسی شیعہ سے لہٰذا تمام سنیان پھپھوند میں نصف شیعیت موجود تھی۔ خود میر فاروق علی صاحب مرحوم اپنی ذات سے سنی تھے باقی ان کے تمام عزیز اہالیان سیدواڑہ شیعہ تھے حتی کہ میر صاحب کی زوجۂ اولیٰ بھی شیعہ تھیں۔

حضرت قبلۂ عالم کے پھپھوند میں سب سے پہلے مرید شیخ احمد علی صاحب ہیں۔

''شیخ صاحب بھتیجے داروغہ کریم بخش صاحب مرحوم کے اور داروغہ جی میرے والد کے حقیقی پھوپا اور میری والدہ کے حقیقی دادا تھے۔ مؤلف'' ان کے شجرہ پر حضرت قبلۂ عالم نے ربیع الثانی ۱۲۹۳ھ تحریر فرمایا تھا لہٰذا یہی زمانہ حضرت قبلۂ عالم کی تشریف آوری پھپھوند کا ہے۔

ردّ روافض

حضرت قبلۂ عالم ہر جمعہ کو جامع مسجد میں بعد نماز وعظ فرمایا کرتے تھے جس میں مذہب شیعہ کی خاص طور پر تردید فرمائی جاتی تھی۔ اسی سلسلے میں شیخ الٰہی بخش صاحب شیدا مرحوم جو رسالدار رحیم بخش صاحب (رسالدار صاحب داروغہ کریم بخش صاحب کے بڑے بھائی تھے) مرحوم کے لڑکے تھے اور فارسی کے قابل شاعر تھے۔ شیعوں کی صحبت سے ان میں بھی کچھ شیعیت سرایت کر گئی تھی۔ انہوں نے حاضر ہونا شروع کیا اور ان کے شبہات کا جو شیعوں کی صحبت سے ان میں پیدا ہو گئے تھے۔ حضرت قبلۂ عالم نے بالکلیہ ازالہ فرمایا۔ چونکہ قابل آدمی تھے انہوں نے سب باتیں سمجھنے کے بعد شیعوں پر اعتراضات شروع کیے یہاں تک نوبت پہنچی کہ جب شیعہ مذہبی جوابات میں عاجز رہے تو فرخند علی صاحب فرقت شیعی پھپھوندی نے سحبان ابن وائل کے ایک ہجویہ قصیدہ میں کچھ تغیر وتبدل کر کے حضرات صوفیا پر ایک ہجویہ قصیدہ تیار کیا اور شیخ الٰہی بخش کو دیا۔ اس کا جواب شیخ صاحب نے بایں صورت لکھا کہ پہلا شعر سحبان ابن وائل کا اور دوسرا شعر فرقت کا اور تیسرا جوابی اپنا شعر لکھ کر پورا قصیدہ مکمل کیا۔ افسوس ہے کہ اس کا کوئی مسودہ کتب خانۂ آستانہ عالیہ میں نہ ملا۔ صرف دونوں کے مقطع میرے حضرت مرشدی ومولائی مدظلہ العالی کو یاد ہیں۔ جو یہ ہیں۔ فرقت کا مقطع ہے۔

قرنہا گر بگزرد لیکن نباشد در پھپھوند
مثل فرقت شاعر شیریں زبان شیریں سخن

اس کے جواب میں شیدا صاحب نے لکھا ۔

صد قیامت بگزرد لیکن نباشد در جہاں
مثل فرقت دزد سحباں مثل شیدا سر شکن

بہر حال جب شیعوں کے سر سے پانی اونچا ہوگیا تو ایک روز چند شیعہ مجتمع ہوکر حضرت قبلۂ عالم کی خدمت میں حاضر ہوئے جن کے پیشرو لطافت علی تھے یہ فارسی کے بہت قابل شخص تھے۔ عرفی وابوالفضل پڑھایا کرتے تھے کہ جو فارسی کی نہایت دقیق کتابیں ہیں۔ انہوں نے حضرت قبلۂ عالم سے عرض کیا کہ عرفی کا یہ شعر سمجھ میں نہیں آتا۔ شعر

تقدیر بیک ناقہ نشایند دو محل
سلمائے حدوث تو لیلائے قدم را

حضرت قبلۂ عالم نے جواباً ارشاد فرمایا کہ میں نے عرفی پڑھی نہیں وہ ایک دوسرے کو دیکھ کر مسکرائے اور چلے گئے۔ دو تین روز بعد وہ ہی اشخاص آئے اور پھر عرفی ہی کا ایک شعر پوچھا (جو یاد نہیں) حضرت قبلۂ عالم نے پھر وہ ہی فرمایا کہ میں نے عرفی نہیں پڑھی ہے۔ یہ سننے کے بعد ان لوگوں کے چہرے بشاش ہوگئے اور مکان سے باہر نکل کر اچھی طرح قہقہے بازی کی۔ دو تین روز کے بعد پھر وہ ہی لوگ آئے اور حضرت سے سوال کیا کہ جناب سیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا قصور تھا کہ فدک طلب فرمایا یا خلیفۂ اوّل کا کہ دینے سے انکار کیا۔ حضرت قبلۂ عالم نے فرمایا کہ آپ لوگوں میں سے کون صاحب مجھ سے گفتگو کریں گے۔ چونکہ ان سب میں اندھوں میں کانے راجہ لطافت علی تھے کہ وہ ہی سب سے زیادہ ذی علم تھے۔ انہوں نے کہا کہ میں گفتگو کروں گا۔ حضرت قبلۂ عالم نے ارشاد فرمایا کہ میں اس سے واقف ہوں کہ آپ تو کیا یہاں سیدواڑہ کے شیعوں میں دو پشت اوپر بھی صدرہ اور شمس بازغہ وغیرہ پڑھے ہوئے نہیں تھے لیکن آپ سے اگر کوئی ناواقف پوچھے کہ آپ نے صدرہ اور شمس بازغہ

پڑھا ہے تو چونکہ آپ پڑھے لکھے کہلاتے ہیں آپ کا نفس گوارا نہ کرے گا کہ آپ اس کے پڑھے ہونے سے انکار کریں لیکن باوجود اس کے کہ میں یہاں پر عالم مشہور ہوں۔ میں نے بے تکلف عرفی سی معمولی کتاب کے لیے کہہ دیا کہ میں نے نہیں پڑھی اور اس جواب پر آپ کے انبساط و مسرت کو بھی دیکھا۔ آپ کے حوصلے بڑھے اور دوبارہ آپ نے عرفی کا ہی دوسرا شعر دریافت کیا میں نے پھر وہ ہی جواب دیا۔ میں نے آپ کی قہقہہ بازیاں بھی سنیں جو دروازہ سے باہر نکلنے پر ہوئیں۔ چونکہ یہ میرا ذاتی معاملہ تھا۔ لہٰذا میں نے برداشت کیا آپ کی جرأت پوری ترقی کر گئی لہٰذا وہ سوال کیا کہ اب اگر میں جواب نہ دوں تو خدا کا گنہگار۔ لہذا اپنے پہلے شعر سے چلئے اور عرفی کا شعر پڑھیے۔ چنانچہ انہوں نے پڑھا۔ حضرت قبلۂ عالم نے حدوث وقدم، اور سلمیٰ ولیلیٰ، محمل وناقہ کے استعارات پر فلسفیانہ اور منطقی دلائل کے ساتھ تقریر فرمائی لطافت علی نے کہا کہ حضرت کی یہ تقریر ہماری ماورائے عقل ہے کہ یہ علوم ہم نے پڑھے ہی نہیں ہم تو وہ مطلب معلوم کرنا چاہتے ہیں جسے ہم سمجھ سکیں۔ حضرت قبلۂ عالم نے پھر ایک تقریر فرمادی اور انہوں نے بے کم وکاست بلا اعتراض اسے قبول کرلیا۔ حضرت نے فرمایا کہ مجھے افسوس ہے آپ عرفی پڑھاتے ہیں اور اتنے غلط معنی کو آپ نے صحیح مان لیا۔ انہوں نے کہا کہ جو معنی آپ نے بیان کیے بالکل صحیح ہیں۔

حضرت قبلۂ عالم نے اس مفہوم پر گیارہ اعتراض فرمائے کہ یہ مفہوم بالکل غلط ہے۔ انہوں نے سب کو تسلیم کیا۔ حضرت نے فرمایا کہ اب غور کیجئے میں دوسرے معنی بیان کرتا ہوں غرض یہ کہ حضرت نے گیارہ بارہ طریقہ پر اس کے معنی بیان فرمائے ہر معنیٰ انہوں نے تسلیم کیے اور حضرت نے انہیں رد فرمادیا وہ رد بھی تسلیم کرتے گئے۔ حضرت قبلۂ عالم نے فرمایا کہ اب دوسرا شعر پڑھیے انہوں نے کہا کہ حضرت ہم اپنے آپ کو اب آپ سے گفتگو کے قابل نہیں جانتے۔ لہذا اس کو ختم فرمادیجئے حضرت نے فرمایا اصل مسئلہ سیدہ اور خلیفۂ اوّل رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا جو آپ نے دریافت کیا ہے آپ

اس کے سمجھنے کے قابل ہوں یا نہ ہوں مگر میرا فرض ہے کہ میں اس کا جواب دوں تا کہ یہ حاضرین سنی سمجھ لیں کہ اصل صورت مسئلہ کیا ہے۔ اس کے بعد حضرت نے اس پر بہت واضح تقریر فرمائی اور وہ لوگ ساکت بیٹھے سنتے رہے اور چلے گئے۔ موجودین اہلسنّت کو مسرت وانبساط بے اندازہ ہوئی اور وہ ساری کوفت جاتی رہی۔

واقعہ حضرت ملّا نور صاحب رحمۃ اللہ علیہ

اس موقع کے مناسب ایک واقعہ حضرت ملا نور صاحب فرنگی محلی رحمۃ اللہ علیہ کا جو حضرت سیف اللہ المسلول مولانا فضل رسول صاحب بدایونی رحمۃ اللہ علیہ کے استاد تھے۔ میں نے اپنے حضرت مرشدی ومولائی مدظلہ العالی سے سنا وہ فرماتے ہیں کہ حضرت قبلۂ عالم فرمایا کرتے تھے کہ میں نے اپنے استاد حضرت سیف اللہ المسلول مولانا فضل رسول صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے سنا کہ جس زمانہ میں، میں حضرت ملّا نور صاحب سے لکھنؤ میں پڑھتا تھا۔ ایک ایرانی مجتہد بادشاہ لکھنؤ کے مہمان ہوئے چونکہ علما فرنگی محلی کا نام دور دور تک مشہور تھا لہٰذا انہوں نے بادشاہ سے خواہش کی کسی فرنگی محل کے عالم کو بلایئے بادشاہ نے کہا میری جرأت بلانے کی نہیں ہاں اگر آپ کو شوق ہے تو ملا نور کے پاس خود جایئے۔ چنانچہ مجتہد صاحب ہاتھی پر سوار ہو کر مع نقیب وچوبدار فرنگی محل آئے جب ملّا صاحب کے پاس پہنچے تو حضرت نے ہم طالب علموں سے جو سبق پڑھ رہے تھے۔ فرمایا کتاب لیجاؤ۔ اور مجتہد صاحب کو باکرام بٹھالا کچھ دیر معمولی بات چیت کے بعد مجتہد صاحب واپس گئے اور بادشاہ سے کہا کہ وہ تو کوئی قابل آدمی نہیں ان کی یہ جرأت نہیں ہوئی کہ میرے سامنے سبق پڑھاتے۔ بادشاہ ہنسا اور اس نے کہا کہ یہ تو ان کی مہمان نوازی تھی آپ کوئی اعتراض کرتے تب ان کی علمیت کا اندازہ ہوتا۔ مجتہد صاحب دوسرے روز پھر آئے اور حضرت نے پھر سبق اٹھادیا۔ چونکہ حضرت ملّا صاحب حقہ پیتے تھے اور وہ رکھا ہوا تھا لہٰذا مجتہد صاحب نے کہا کہ حقہ پینا

حرام ہے۔ ملا صاحب نے ایک طالب علم سے فرمایا کہ حقہ لے جاؤ آپ کے خلاف مزاج ہے۔ مجتہد صاحب پھر واپس لوٹ آئے اور بادشاہ سے کہا کہ آپ غلط فہمی میں ہیں ملانور کچھ نہیں جانتے۔ میں نے ان کے حقہ پینے پر اعتراض کیا مگر بجائے جواب دینے کے انہوں نے حقہ اٹھوادیا۔ بادشاہ نے کہا یہ بھی ان کی مہمان نوازی تھی تم نے ان کے ذاتی فعل پر اعتراض کیا لہٰذا انہوں نے اسے برداشت کرلیا کوئی مذہبی گفتگو کرو تب معلوم ہو۔ چنانچہ تیسرے روز پھر مجتہد صاحب پہنچے اور بیٹھنے کے بعد انہوں نے کہا کہ میں نے ایک کتاب لکھی ہے جس میں سنیوں کے مذہب کو بالکل باطل کردیا ہے۔ حضرت نے طالب علموں کو آواز دی کہ سبق لاؤ اور حقہ بھی بھرتے لاؤ اس کے بعد حضرت نے سبق پڑھایا اور مجتہد صاحب نے کہیں دم نہ مارا۔ سبق ختم ہونے کے بعد مجتہد صاحب سے فرمایا کہ حقہ کی حرمت میں آپ کے پاس کیا دلیل ہے۔ چنانچہ ان دونوں میں گفتگو شروع ہوگئی اور آخر میں مجتہد صاحب نے حقہ کا استحباب تسلیم کرلیا۔ اس کے بعد اس کتاب پر گفتگو کرنے کا حوصلہ ہی باقی نہ رہا اور پھر مجتہد صاحب کبھی تشریف نہ لائے۔‘‘

شیعان پھپھوند نے لطافت علی کے مندرجہ بالا واقعہ سے متاثر ہوکر اپنے مجتہد مولوی عمار علی صاحب بھرتپوری کو آٹھ محرم کی مجلس پڑھنے کے لیے بلایا تاکہ آٹھ محرم کو مجتہد صاحب ان کے امام باڑہ میں تقریر کریں اور سنیوں پر اعتراضات کریں۔ سات محرم کو مجتہد صاحب آگئے۔ میر فاروق علی صاحب کا مکان سیدواڑہ میں تھا جس کے چاروں طرف شیعہ آباد تھے اور ان کا امام باڑہ میر فاروق علی صاحب کے زیر دیوار تھا۔ درمیان میں صرف ایک دیوار پردہ کی تھی اور وہیں حضرت قبلۂ عالم کا قیام تھا۔ اس طرف کی آواز اُدھر اور اس طرف کی آواز اِدھر آسکتی تھی۔ حضرت قبلہ عالم نے بھی اپنی قیام گاہ پر آٹھ محرم کو صبح کے وقت مجلس شہادت کا اعلان فرمادیا۔ علاوہ سنیان پھپھوند کے قرب وجوار کے ہزاروں کی تعداد میں سنی جمع ہوگئے۔ حضرت قبلۂ عالم نے چھ گھنٹہ

کامل تقریر فرمائی اور ضمن ذکر شہادت میں شیعوں کے امہات مسائل اور اصل اصول دین کی تردید واضح اور کامل فرمائی مجتہد صاحب اسی امام باڑہ میں ٹھہرے ہوئے تھے سنتے رہے اور شام کو بلا تقریر کیے ہوئے واپس چلے گئے اور شیعان پھپھوند سے یہ کہہ گئے کہ تم ان مولوی صاحب سے کسی طرح کوئی تحریر ہمارے مذہب کے کسی مسئلہ کے رد میں لکھالو ہم اس کا جواب دیں گے پھپھوند والوں کو تو جرأت نہ ہوئی لیکن فدا حسین شیعی ساکن اٹاوہ حضرت قبلۂ عالم کے پاس آئے اور کہا کہ آپ متعہ کو حرام جانتے ہیں اس کے حرام ہونے میں ایک تحریر لکھ دیجئے۔ حضرت قبلۂ عالم نے اپنے ایک شاگرد میر یعقوب علی مرحوم صاحب ساکن پھپھوند سے تحریر کرادی۔ یہاں یہ بھی ظاہر کردینا ضروری ہے میر فاروق علی صاحب کے حیدرآباد چلے جانے کے بعد حضرت قبلۂ عالم عالم اس صحبت ناجنس سے متنفر ہوکر قریب جامع مسجد پھپھوند قاضی ایزد بخش صاحب مرحوم کے مردانہ مکان بنام کچہری میں قیام فرما ہو گئے اور سید واڑہ چھوڑ دیا۔

حضرت پیرانی صاحبہ اور حضرت قبلۂ عالم کی والدہ ماجدہ و ہمشیرہ صاحبہ رحمۃ اللہ علیہما پھپھوند تشریف لے آئی تھیں اور اس کچہری سے کچھ فاصلہ پر میر یعقوب علی صاحب مذکور الصدر کے مکان پر اقامت فرما ہوئی تھیں۔

میر یعقوب علی صاحب کی تحریر کا جواب مولوی عمار علی صاحب نے ''اثبات المتعہ'' کے نام سے ایک رسالہ شائع کیا اور اس میں براہِ راست حضرت قبلۂ عالم کو اپنا مخاطب بنایا۔

تصنیف ارغام الشیٰطین فی تردید متعہ الشیعین

حضرت قبلۂ عالم نے اس کے جواب میں "ارغام الشیطین فی تردید متعة الشیعین" ساڑھے سولہ جز کی کتاب تصنیف فرما کر مطبع مفید عام پریس آگرہ میں طبع فرمادی۔ یہ کتاب بظاہر صرف متعہ کی بحث میں ہے مگر ضمنی طور پر تمام اصول

مسائل شیعہ کی تردید فرمائی گئی۔ اس وقت کچھوچھہ میں نہ حضرت قبلۂ عالم کے پاس کتب خانہ وکتابیں تھیں اور نہ کچھوچھہ ہی میں کوئی کتب خانہ تھا۔ کاتبین ارغام الشیاطین یعنی جنہیں حضرت املا فرمایا کرتے تھے اور وہ لکھا کرتے تھے ان کا بیان ہے کہ دوران تصنیف میں ہفتہ میں دو روز کے لیے حضرت کانپور تشریف لے جاتے تھے اور وہاں کے مطابع اور کتب خانوں میں شیعوں کی کتب اربعہ وغیرہ کا مطالعہ فرماتے اور کوئی یادداشت قلمی لکھ کر نہ لاتے۔ واپس تشریف لاکر ایک ہفتہ تک چار چار، پانچ پانچ صفحہ کی عبارات ان کتابوں کی لکھایا کرتے۔ یہ کتاب کثرت کے ساتھ شیعہ مجتہدین کے پاس گئی حتی کہ مسموع ہوا ہے کہ مجتہدین عراق تک بھیجی گئی مگر کہیں سے صداء برنخواست کسی کو ہمت جواب نہ پڑی اور لاجواب رہی۔ بہ فرض اگر کہیں جواب لکھا گیا ہو تو وہ کسی صندوق تقیہ میں بند ہوگا۔ بہرحال نہ حضرت قبلۂ عالم کی حیات شریف میں جواب ظاہر ہوا اور نہ اب تک کسی کو معلوم ہوا۔

تعمیر کاشانۂ اقدس

غالباً کسی امر الٰہی کے تحت اور خلوص سنیان کچھوچھہ کی وجہ سے حضرت قبلۂ عالم نے کچھوچھہ میں قیام کا ارادہ فرمالیا۔ قاضی ایزد بخش صاحب مرحوم نے ایک وسیع قطعہ آراضی افتادہ اپنی ملکیت سے متصل جامع مسجد مکان مسکونہ کی تعمیر کے لیے پیش کیا۔ جس کی تعمیر خام اینٹ اور گوندے کی دیواروں سے رمضان المبارک ۱۳۰۴ھ میں کی گئی۔ کچھوچھہ کے معمار ومزدور دن کو روزہ رکھتے تھے اور شب کو تراویح میں حضرت قبلۂ عالم کی اقتداء میں کلام مجید سنتے اور بعد تراویح سحر تک مکان بناتے۔

چونکہ میرے حضرت مرشدی ومولائی مدظلہ العالی کی ولادت شریف میر یعقوب علی صاحب کے مکان میں ۶/ جمادی الاولیٰ روز سہ شنبہ صبح صادق کے وقت ۱۳۰۴ھ میں ہوئی لہٰذا اس مکان کی تاریخ بناء حضرت قبلۂ عالم نے اپنے روز

نامچہ خاص میں خود استخراج فرما کر دست اقدس سے تحریر فرمائی۔

''ذاک بیت لمصباح''ہذا بیت مصباح الوہاب''

اور اسی صفحہ پر تاریخ ولادت بھی تحریر فرمائی ہے''فوہب اللہ لہٗ غلاماً زکیاً''

اس مکان کی تعمیر کے بعد مستورات اپنے مکان میں آ گئیں اور قیام ہو گیا۔ باہر مردانہ کے لیے صرف خس پوش جگہ تھی۔

تعمیر خانقاہ شریف

شیخ کلو صاحب رنگریز پھپھوندوی نے خام اینٹ کا دالان چھت مع بغلی جانبین کی کوٹھریوں کے اس منت سے بنوایا کہ میں نے جو مسجد بنوائی ہے اور اس کی ضد پر ایک تیلی نے بالکل متصل مندر بنوا دیا ہے۔ یہ مندر ہٹ جائے اور میری مسجد قائم رہے جس کا مقدمہ عدالت میں ہائی کورٹ تک جا چکا تھا اور وہاں سے تیلی کو ڈگری ہو گئی تھی۔

حضرت قبلۂ عالم نے ارشاد فرمایا کہ تم جب مقدمہ ہار چکے ہو تو اب اس کی کیا صورت ہو گی۔ انہوں نے عرض کیا کہ میں ہائی کورٹ سے مقدمہ ہارا ہوں خدا کے یہاں سے نہیں۔ خدا کا فضل اور بزرگانِ عظام کا تصرف کہ خلاف معمول گورنر صوبہ کا دورہ براہ خشکی ہوا اور تین روز مقام پھپھوند میں بھی پڑاؤ کے لیے کلکٹر ضلع و بعض حکام فوجی پھپھوند آئے۔ وہاں بھی پہنچے جہاں مسجد و مندر دونوں تعمیر ہو رہے تھے اور یہ معلوم ہو کر کہ پہلے مسجد کی بنیاد ڈالی گئی اس کے بعد مندر کا بنانا شروع ہوا۔ الیگزنڈر نے جو اس وقت کلکٹر تھا۔ تیلی کو کچھ سمجھا کر اور کچھ دھمکی دے کر اس پر راضی کر لیا کہ وہ سرکاری جگہ جو بھی پسند کرے وہاں مندر بنا لے اور معاوضہ کچھ سرکاری طور پر اور کچھ مسلمانوں سے دلایا جائے۔ چنانچہ مندر وہاں سے ہٹ گیا اور مسجد قائم رہی اور کوئی جھگڑا و فساد بھی نہ ہوا۔

چونکہ یہ رسالہ زیادہ مفصل حالات کا متحمل نہیں ہوسکتا لہٰذا اب میں صرف دو باتیں لکھ دینا چاہتا ہوں ایک۔ حضرت قبلۂ عالم کا اپنے زمانہ میں علما اہلسنّت میں کیا درجہ ووقار تھا۔ دوسرے مشائخ ہم عصر کس نگاہ وعزت سے دیکھتے تھے۔

علماءِ ہم عصر میں آپ کا وقار

جب مجلس ندوۃ العلماء قائم ہوئی اور اس کا پہلا اجلاس کانپور میں ۱۳۱۱ھ میں ہوا اور اُس کے ناظم مولوی محمد علی صاحب مونگیری خلیفہ مولانا فضل رحمان صاحب گنج مرادآبادی اور صدر مولانا لطف اللہ صاحب علی گڑھی جج ہائی کورٹ حیدرآباد منتخب کیے گئے۔ اس مجلس کے اراکین معجون مرکب یعنی سنی، وہابی، غیر مقلد رافضی بنائے گئے حتی کہ ایک عیسائی پادری کو بھی علمائے کرام کے برابر بٹھالا گیا وہیں سے حضرت تاج الفحول مولانا عبدالقادر صاحب بدایونی وحضرت اسد سنت مولانا احمد رضا خانصاحب بریلوی رحمۃ اللہ علیہم نے اس مجلس سے اختلاف فرمایا۔ ہمارے حضرت قبلۂ عالم سے اور مولوی محمد علی صاحب ناظم ندوہ سے اس بارے میں طویل خط وکتابت رہی اور آخر میں ناظم صاحب کو سکوت کرنا پڑا۔ یہ خط وکتابت رسالہ ''مکاتیب علما اہلسنّت'' میں شائع ہوئی۔

۱۳۱۱ھ میں ایک بڑا جلسہ ندوۃ العلماء کا بریلی میں کیا گیا اس کے بالمقابل بریلی ہی میں حضرت مولانا احمد رضا خان صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے کاشانہ اقدس پر ایک زبردست اجتماع علما اہلسنّت کا ہوا اور اس میں بمقابلہ صدر ندوہ مولوی لطف اللہ صاحب ہمارے حضرت قبلۂ عالم ہی کو تمام علما اہلسنّت نے متفقہ طور پر اپنی مجلس کا صدر منتخب فرمایا اور حضرت ہی کی صدارت میں مجلس علما اہلسنّت کے بہت بڑے پیمانہ پر پٹنہ، عظیم آباد اور کلکتہ میں جلسے ہوئے جس میں سیکڑوں کی تعداد میں علما اہلسنّت نے شرکت فرمائی۔ جب تک مولوی محمد علی صاحب ناظم ندوہ اور مولوی لطف اللہ صاحب صدر ندوہ رہے، مجلس علما اہلسنّت قائم رہی اور حضرت قبلۂ عالم ہی کی صدارت میں اکثر

اجلاس ہوئے۔ جب مولوی محمد علی کے بعد شبلی نعمانی ناظم ندوۃ قرار پائے پردہ اٹھ گیا اور معلوم ہوگیا کہ یہ یہ مجلس ندوۃ العلماء سید احمد خاں علی گڑھی کے رنگ میں رنگی ہوئی ہے اور مجلس نیچریان کا نقش ثانی ہے لہٰذا علمائے کرام نے بھی ادھر سے توجہ ہٹالی۔

جس زمانہ میں مولوی اشرف علی صاحب تھانوی نے رسالہ حفظ الایمان لکھا ہے اور اس میں سرکار دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے علم شریف کے متعلق ہرزہ سرائی کی ہے وہ رسالہ پھپھوند بھی آیا۔ اسی زمانہ میں کانپور میں ایک رئیس صاحب نے اپنے بچوں کے غسل صحت کا جلسہ کیا اور حضرت مولانا محمد حسین صاحب الٰہ آبادی رحمۃ اللہ علیہ اور ہمارے حضرت قبلۂ عالم کو مدعو کیا اور حضرت قبلۂ عالم کو دعوت دینے خود پھپھوند آئے۔ حضرت نے ان سے فرمایا کہ میں اس شرط پر چلوں گا کہ آپ مولوی اشرف علی کو اپنے یہاں مدعو کرلیں۔ (مولوی اشرف علی اس زمانہ میں مدرسہ فیض عام کانپور میں مدرس اوّل تھے) انہوں نے عرض کیا کہ مولوی اشرف علی کی وہابیت کھل گئی میں ایسے شخص کو اپنے یہاں مدعو نہیں کروں گا۔ حضرت قبلۂ عالم نے ارشاد فرمایا کہ میں صرف اس نیت سے کہہ رہا ہوں کہ آپ کے یہاں جلسہ میں وہ آجائیں تو مجمع عام میں ان سے مطالبہ کرکے ان کی اس گستاخی کا جواب لوں اور انشاء اللہ لوگ دیکھیں گے کہ میں حق پر ہوں یا مولوی اشرف علی۔ وہ صاحب تیار ہوگئے اور انہوں نے واپس جاکر مولوی اشرف علی کو مدعو بھی کردیا اور مولوی اشرف علی نے منظور بھی کرلیا۔ لیکن جب پوسٹر شائع ہوئے اور اس میں حضرت قبلۂ عالم اور مولانا محمد حسین صاحب کے نام نامی دیکھے تو جلسہ سے ایک روز پہلے بیوی کی معمولی علالت کا بہانہ کرکے کانپور سے روانہ ہوگئے اور داعی جلسہ کے اصرار و خوش آمد کی کچھ پرواہ نہ کی جو ریل پر سوار ہونے تک کیا گیا۔ مَنْ يُّضْلِلْهُ فَلَا هَادِيَ لَهٗ۔

تہی دستان قسمت راچہ سود از رہبر کامل

علاوہ اپنے وطن سہسوان میں مولوی امیر حسن سے مقابلہ و مناظرہ ہونے کے

مولوی امیر احمد سے خیر آباد شریف میں، مولوی عبد الغنی سے جھانسی میں، مولوی عبد الغفور سے ٹیکم گڑھ میں مناظرہ ومقابلہ ہوا مگر کوئی شخص چند منٹ سے زیادہ بات نہ کر سکا اور فرار ہوا۔ یہ دونوں موخر الذکر شاگردان مولوی نذیر احمد دہلوی غیر مقلد کے تھے۔

میرے حضرت مرشدی ومولائی مدظلہ العالی فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضرت قبلۂ عالم جھانسی تشریف لے گئے میں ہمرکاب تھا۔ وہاں اس زمانہ میں نواب چھٹن صاحب (جو بحکم گورنمنٹ انگریزی جھانسی میں مقیم تھے اور بغیر اجازت گورنمنٹ جھانسی سے باہر کہیں نہیں جا سکتے تھے) جو نواب حامد علی خان والی رامپور کے پھوپا اور سنی المذہب اور قادری المشرب تھے۔ حضرت ابو الظفر ظہیر الدین سید عبد الرحمٰن الملخص نقیب الاشراف بغداد کے مرید تھے۔ (حضرت غوث الثقلین رحمۃ اللہ علیہ کے سجادہ نشین کو نقیب الاشراف کہا جاتا ہے) عربی کے فارغ التحصیل اور حضرت مولانا عبد الحق خیر آبادی رحمۃ اللہ علیہ کے فلسفہ ومنطق میں شاگرد رشید تھے انہوں نے حضرت قبلۂ عالم کی تشریف آوری سننے کے بعد حضرت کی خدمت میں حاضری دینا شروع کی۔ روزانہ بلا ناغہ یہ معمول تھا کہ بعد نماز فجر آتے اور کم از کم دو گھنٹہ حاضر رہتے اور عصر کی نماز حضرت کی اقتدا میں پڑھتے اور بعد نماز مغرب واپس جاتے۔ حضرت قبلۂ عالم تقریباً ایک ماہ سے زائد وہاں تشریف فرما رہے۔ ایک روز نواب صاحب حسب معمول بعد نماز فجر حاضر ہوئے اور اپنے دادا استاذ حضرت امام منطق وفلسفہ حضرت مولانا فضل حق صاحب خیر آبادی رحمۃ اللہ علیہ کا رسالہ "بالروض المجود فی وحدۃ الوجود" عربی لائے اور عرض کیا میں اسے سمجھنا چاہتا ہوں۔ حضرت نے بغیر مطالعہ فرمائے اور نظر ڈالے فرمایا کہ پڑھئے۔ انہوں نے بسم اللہ کی ''ب'' سے شروع کیا وہ پڑھتے جاتے تھے اور حضرت اس کا مفہوم بیان فرماتے جاتے تھے درمیان میں نواب صاحب اعتراض بھی کرتے تھے اور حضرت اس کا جواب بھی دیتے تھے۔ صبح تقریباً ایک گھنٹہ دن چڑھے یہ جلسہ شروع ہوا اور بارہ بجے جب کہ گرمیوں کا

موسم تھا تمت کی ''ت'' پر نواب صاحب پہنچے۔ درمیان میں حضرت کسی دوسرے سے نہ مخاطب ہوئے اور نہ بات کی۔ جس وقت رسالہ ختم ہوا نواب صاحب مضطربانہ پیروں پر گر پڑے اور عرض کیا کہ میں نے اس رسالہ کو سبقاً سبقاً اپنے استاذ حضرت مولانا عبدالحق صاحب سے پڑھا تھا مگر واللہ حضور نے بجنسہٖ وہی تقریر فرمائی جو حضرت مولانا صاحب کیا کرتے تھے نہ ایک لفظ کم نہ ایک لفظ زیادہ ہوا۔ حضرت قبلۂ عالم نے ہنس کر فرمایا۔ نواب صاحب! آج آپ ایک ایسے ملے کہ جو اتنی دیر میرے سامنے قائم رہ سکے۔ اس کے بعد سمجھ لینا چاہئے کہ نواب صاحب کو حضرت سے جو تعلق پیدا ہو گیا ہوگا۔

یہاں میں گرامی نامہ کی ایک نقل اور پیش کرتا ہوں جو حضرت مولانا سید اخلاص حسین صاحب رحمۃ اللہ علیہ (جو حضرت قبلۂ عالم کے چچازاد بھائی اور داماد تھے نیز مرید و خلیفہ بھی تھے اور سفر بمبئی میں ہمرکاب تھے) نے بمبئی سے میرے حضرت مرشدی و مولائی مدظلہ العالی کی خدمت میں بھیجا تھا۔

نقل صحیفۂ گرامی

حضرت اقدس مدظلہ العالی کا مزاج بحمد اللہ تعالیٰ اب ہر طرح بخیریت ہے۔ نورخاں بھی اچھے ہیں۔ ان کے طفیل سے میں بھی اچھا ہوں۔ اس شہر کے مراسم سے یہ بات ہے کہ شب اوّل محرم شریف سے شب دہم تک ہر ذی مقدور اپنے مکان پر خواہ اپنے صرف سے مجالس وعظ کیا کرتے ہیں اور پہلے وعظ میں جو جہاں گیا وہاں اگر برابر دس روز شریک وعظ نہ ہو تو بانیٔ وعظ کے ساتھ اس نے گویا بے مروتی کی اور وقت وعظ نو بجے شب سے گیارہ بجے تک مقرر ہے۔ تمام شہر میں مجالس اسی وقت ہونے کی وجہ سے باعتبار یہاں کے دستور کے سخت مشکل ہے کہ ایک شخص دو واعظوں کا بیان سن سکے اور تعداد مجالس و واعظین خدا کو معلوم ہے کہ کس قدر ہوتی ہے۔ اسی وجہ سے حضور چونکہ ۵/محرم کو یہاں پر تشریف لائے اس دن شام کو اور دوسرے دن بیان میں بہت کم

لوگ تھے مگر لوگ بے مروتی کرنے لگے اور مجمع یہاں کا بڑھنے لگا۔ تاہم ممتاز معززین خصوصاً اہل علم شرکت برکات سے مجبور تھے۔ آخر شب جمعہ کو بیان شہادت شریف ہو کر مسلسل و متواتر مجالس کا خاتمہ ہوا۔ صبح کو بعد نماز جمعہ اعلان ہوا کہ اتوار کو پیر کی شب میں اسی مسجد میں بیان فرمائیں گے۔ چونکہ تین دن کا وقفہ تھا اور ہر شخص پابندی سے بھی خلاص ہو چکا تھا اس لیے اس روز بہت مجمع ہوا اور کثیر علما بھی آئے۔ نو بجے حضور نے آیت اسرا کی تفسیر شروع کی تو میں نے پٹنہ، کلکتہ، بدایوں، جونپور میں بھی شرف اجتماع حاصل کیا ہے۔ مگر باللہ العظیم کہ بیان نرالا تھا اور وہ باتیں تھیں جو کبھی نہ سنی تھیں۔ گو بیان سفر معراج ہی تھا لیکن کبھی بقواعد نحو وہ رموز بتائے جاتے تھے کہ آنکھیں کھل جاتیں۔ کبھی اقوال مفسرین سے وہ بات پیدا کی جاتی تھی کہ سامعین لوٹ جائیں۔ کبھی مذہب متکلمین بیان کر کے معراج کی نسبت وہ نتیجہ مستخرج فرماتے تھے کہ عقل حیران، اور اس پر غضب یہ ہوتا تھا کہ مگر صوفیا کا مسلک یہ ہے۔ جس سے عام شورش ہو جاتی تھی اور اس پر قہر تو جب برپا ہوتا تھا کہ میرے نزدیک نکتہ یہ ہے۔ اس کے بعد حضور کو سکوت فرمانا پڑتا تھا کہ شور کم ہو جائے تو بیان شروع کیا جائے غرضیکہ خدا کی قسم یہ معلوم ہوتا تھا کہ علوم کا دریا ناپیدا کنار موجزن ہے جس کی ہر موج سمندر کی موج سے کہیں بڑی تھی اور بس نہ فرماتے تو قیامت تک بھی ختم نہ ہوتا۔ اللہ اللہ میں خود متحیر ہوں کہ وہ کیسی رات اور کیا حالت تھی۔ خلاصہ یہ کہ قاضی عظیم الدین صاحب چونکہ گیارہ بجے کی ریل میں اپنے گھر ماہم جانے والے تھے اس لیے گیارہ بجے بیان کا خاتمہ کیا گیا۔ جب حضور اسی مسجد کے بالاخانہ و قیام گاہ پر تشریف لائے تو مولوی غلام محمد صاحب پنجابی مدرس اعلیٰ جامع مسجد ممبئی کے مع تین اور عالموں کے آئے۔ حضور کے تعظیماً قیام فرماتے ہی ان کا سر قدموں پر پہنچ گیا اور بہت روئے اور کہا وَاللّٰهَ وَكَفٰى بِاللّٰهِ شَهِيْدًا کہ اس آیت کا آپ نے وہ سبق تعلیم فرمایا ہے جو کبھی کسی تفسیر میں نہ آنکھوں سے گزرا اور نہ اس کے بعد اب کان سنیں گے۔ بخداء معطی یہ علم کسبی نہیں وہبی ہے اور کیوں نہ ہو کہ

خواجہ شاہ سلیمان صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا فیض ہے تھوڑی دیر میں حضور نے فرمایا کہ مولانا آپ کی محبت میرے دل میں اس وجہ سے ہے کہ آپ پنجاب کے ساکن ہیں۔ جوتونسہ شریف کے قریب ہے انہوں نے کہا کہ میری زہے عزت وشرف اَللّٰھُمَّ زِدْ فَزِدْ اور مجھے یہ کہنا بالکل فضول ہے کہ آپ کے ساتھ محبت کی معیت کو میرے دل نے ایمان کی طرح عزیز رکھ لیا کیونکہ سلیمانی جہاں گئے دلوں پر حکومت کی اور مملکت نے سب سے پہلے ان کا خیر مقدم کیا۔ اس کے بعد دو مجلسیں یکے بعد دیگرے دو دن دوسرے محلّہ کولسہ ٹولہ میں ہوئیں۔ یہ بھی کثرت سامعین کے اعتبار سے غیر معمولی اور شور افگن تھیں۔ پہلی مجلس میں بیان نبوت سے ہجرت تک کا اور دوسرے میں اس کے بعد کے واقعات تھے۔ چہار شنبہ کو قاضی صاحب اپنے مکان لے آئے اور اب یہیں سے روانگی ہوگی جمعہ کے دن پرسوں پھر اسی مسجد میں بیان ہوا جس میں ہم لوگ قیام پذیر تھے آج باندرہ میں جو ماہم یعنی اس محلّہ سے متصل ہے شب کو وعظ ہے اور بمبئی کے بھنڈی بازار میں شب کو دعوت ہے جو براہ ریل یہاں سے چھ اسٹیشن ہے۔ بعد کھانے کے یہاں سے ریل پر بیٹھ کر باندرہ جائیں گے۔"

حضرت استاذ العلماء مولانا ہدایت اللہ خانصاحب رامپوری نزیل جونپور صدر المدرسین مدرسہ حنفیہ جونپور جو حضرت امام المعقولات مولانا فضل حق صاحب خیرآبادی رحمۃ اللہ علیہ کے ارشد تلازہ میں تھے۔ انہوں نے حضرت قبلۂ عالم کو چند صحیفہ بھیجے تھے۔ اور حضرت نے جو جواب دیا تھا ان کو یہاں نقل کرتا ہوں جس سے معلوم ہوگا کہ اعلم علما زمانہ حضرت قبلۂ عالم کو کس نظر سے دیکھتے تھے۔

نقل صحیحہ گرامی حضرت استاذ العلماء

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم حامداً و مصلیاً

اعلیٰ حضرت مجمع العلوم والکمالات منبع الحسنات والبرکات حضرت مولانا سید شاہ عبدالصمد صاحب زید مجدکم سلام سنت سنیۂ اسلام موصول باد، یہ نیاز نامہ ایک خاص وجہ سے ارسال خدمت عالی ہے۔ اور قبول گزارش کی نہایت تمناوآرزو، مگر قبل التماس مدعا مناسب ہے کہ میں اپناوہ استحقاق بھی ظاہر کردوں جس سے مجھے اس التماس کی جرأت ہوئی۔ میں اور مولانا عبدالقادر صاحب بدایونی قدس سرہٗ بھائی بھائی تھے (یعنی حضرت قبلۂ عالم کے استاذ، مؤلف) مولانا فضل حق صاحب انار اللہ برہانہ، وابرداللہ العزیز مضجعہ کی کفش برداری نے یہ رشتہ ایسا محکم باندھا تھا کہ جسے بجز رحلت دار فانی اور کوئی نہ توڑ سکا میرے خیال میں مولانا غریق رحمت سے اس تعلق کا ہونا اپنی ایک دلی آرزو کے بیان کو کافی ووافی ہے۔

سیدی ومولائی! میرے یہاں محفل رجبی شریف منعقد ہوا کرتی ہے تو فقیر کی یہ تمنا ہے کہ اس سال آپ تشریف لاتے اور اپنی زبان مبارک سے احوال معراج وفضائل رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم بیان فرماتے اور میرے غنچۂ دل کو اپنے پرتاثیر بیان سے شگفتہ فرماتے۔ مجھے آپ کی عظمت وسیادت امید دلارہی ہے کہ محرومی اس آستانہ پر نہیں۔ اہل بیت رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے التجالائی جائے اور پھر سائل حرماں نصیب پھر جائے کیا مجال۔ کسی کی حسرت دل میں خون ہوکر رہ جائے کیا ممکن۔ دو مہینہ پیشتر سے اس لیے عرض حاجت لایا تاکہ کسی اور جگہ اس تقریب سے حضرت نقل وحرکت نہ فرمائیں۔ آخر ماہ جمادی الثانی میں پھر یاددہانی کا عریضہ ارسال کروں گا اور ماہ رجب المرجب میں مصارف۔ امید کہ موافق تمناء دلی فقیر کو جواب سے مشرف فرمائیں گے۔ آئندہ خیریت ہے اور آپ کی خیریت کا داعی۔

بندہ محمد ہدایت اللہ عفی عنہ، از۔ جونپور مدرسہ حنفیہ

یہ گرامی نامہ ۲۸؍جمادی الاولیٰ ۱۳۲۲ھ روز پنجشنبہ کو وصول ہوا۔ (مؤلف)

نقل جواب حضرت قبلۂ عالم

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

بعالی خدمت بابرکت یادگار سلف حضرت مخدومنا ومولانا ومولوی ہدایت اللہ خانصاحب ادام اللہ برکاتہم فقیر بعد ادائے سلام مکلّف ہے کہ حضرت کا ہدایت نامہ نازل ہوا۔ غایت مرتبہ کا ممنون ہوا۔ اس فقیر ہیچکارہ کی نسبت جو کچھ تحریر فرمایا ہے باللہ میری مغفرت کی سند کافی ہے۔ میں حق سبحانہ تعالیٰ کے حضور میں اس تحریر متبرکہ کو پیش کر کے عرض کروں گا کہ میں ناکارہ ہوں، ہیچکارہ ہوں، ہر طرح سے نااہل ہوں مگر تیری درگاہ کے مقبولان نے مجھ کو ان الفاظ سے یاد فرمایا ہے اسی کے واسطے سے تو میرے اوپر رحم فرما۔ ع

گر من از ایشاں نیستم درکار ایشاں کن مرا

حضرتنا! حاضر ہونا کیسا میں حضرت کے دیکھنے کو اور حضور میں حاضر ہونے کو اپنی عبادت سمجھتا ہوں۔

شو ہمدم پروانہ تا سوختن آموزی
باسوختگان بنشیں شاید تو ہم سوزی

جس تاریخ، جس روز، جس وقت کو حکم ہوگا انشاءاللہ تعالیٰ ضرور حاضر ہوں گا۔ ہاں اس قدر ضرور عرض ہے کہ میں ایک وحشی طبیعت کا آدمی ہوں جب تک حاضر رہوں کوئی جگہ تخلیہ کی عنایت فرمادی جائے۔ والسلام خیر الختام

المکلف عبدالصمد

۳۰؍جمادی الاولیٰ ۱۳۲۲ھ روز شنبہ

نقل جواب الجواب حضرت استاذ العلماء

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

حامداً ومصلیاً

من دانم ودل داند کز نامہ چہا دیدم
صد بار زبیتابی واکردم و پیچیدم

مجمع العلوم والبرکات، منبع الحسنات والکمالات، حضرت مولانا شاہ سید عبدالصمد صاحب دامت برکاتہم سلام سنت سنیہ اسلام موصول باد۔

گرامی نامہ نہیں، نہیں میری مغفرت کا پروانہ عین حالت انتظار میں وارد ہوا۔ سر پر رکھا اور آنکھوں سے لگایا۔ پڑھا اور ارمان کی طرح دل میں رکھ لیا۔ پھر ارمان کا نکلنا کچھ آسان تو تھا نہیں لہٰذا جواب میں تاخیر ہوئی۔ الحمد اللہ والصلوٰۃ علی رسول اللہ کہ حضرت نے اس ہیچمیرز کی التجا قبول کی۔ نازم بر بخت خویش۔

مولائی! آپ کی قبولیت تو رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کی منظوری بتلارہی ہے۔

بوئے جانا سوئے جانم میرسد
بوئے یار مہربانم میرسد

فَالۡحَمۡدُ لِلّٰه والصَّلوٰۃ والسلام علی رسُول اللّٰه۔

سیدنا! ان مضامین پر جہاں تک فخر کروں بجا ہے اور جس قدر بھروسہ کروں حق ہے۔ عرصہ محشر کا کھٹکا تھا، قیامت کا اندیشہ تھا بس یہی فکر تھی کہ کون سا وسیلہ ہاتھ آئے جو رسول تک پہنچنے کا ذریعہ ہو مگر اپنے رب کی رحیمی کے صدقے اور نبی امی کی شفقت کے قربان جس نے ایسا زبردست ذریعہ پیدا کر دیا اب تو من ودست دامان آل رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ؎

روز قیامت ہر کسے دردست گیرد نامہ را
من نیز حاضر میشوم ایں نامہ غفراں در بغل

انشاء اللہ العزیز الحکیم ثم الصلوٰۃ علی رسولہ الکریم۔کل کے روز میں ہوں گا اور ایک ہاتھ میں آپ کا دامن اور دوسرے میں آپ کی یہ تحریر اور اسی صورت سے رسول کریم کے قدموں پر گر کر عرض کروں گا کہ حضرت ہی کی اولاد نے مجھے یہ اُمید دلائی تھی۔انہیں کے طفیل سے۔

مکتوب عمل سے عمل بد کو مٹا دو

اے احمد مرسل مری بگڑی کو بنا دو

اپنے وقت پر خدمت عالی میں پھر اطلاع کروں گا اور جگہ وغیرہ کا حسب دل خواہ بندوبست ہو جائے گا۔

فقط بندہ محمد ہدایت اللہ عفی عنہ۔از جونپور، مدرسہ حنفیہ

موصولہ، ۸/ جمادی الاخریٰ ۱۳۲۲ھ روز یکشنبہ

حضرت قبلۂ عالم نے اپنی وفات شریف سے چند ماہ پیشتر میرے حضرت مرشدی ومولائی مدظلہ العالی کو بغرض تعلیم حضرت استاذ العلماء مولانا ہدایت اللہ خانصاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں بھیجنے کا ارادہ فرمایا اور بغرض استصواب گرامی نامہ بھیجا اس کے جواب میں حضرت استاذ العلماء نے جو گرامی نامہ تحریر کیا اس کی نقل کر دینا بھی ضروری سمجھتا ہوں۔

نقل صحیفۂ گرامی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حامداً و مصلیاً

خط ملا یا نعمت کونین تجھ کو مل گئی
اے دل محزوں بتا تو کچھ حسرت کا سبب

مجمع العلوم والبرکات ، منبع البر والحسنات، حضرت مولانا سید شاہ عبدالصمد صاحب دامت برکاتکم ارمغان سلام کہ بہ ازاں متاع یہ کشور اسلام نیست موصولباد حضرت کا گرامی نامہ وارد ہوا کتنی مسرت کسی قدر بہجت حاصل ہوئی یہ تو احاطۂ تحریر سے باہر ہے۔ رہا یہ کہ اس یاد فرمائی کا شکریہ ادا کروں سو یہ بھی ناممکن ہے۔ ہاں اپنی خوش نصیبی پر جس قدر ناز کروں بجا ہے۔ اس سے بڑھ کر اب اور کیا ہوسکتا ہے کہ مولیٰ اپنے بندہ کو یاد رکھے اور اس کی حالت پرسی کرے یہ تو مجھے کہیں اور یاد رہ جانے کی امید دلا رہی ہے۔ کل کے روز میدان محشر میں اپنے جدا امجد نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کے حضور میں جہاں اتنا فرما دیا کہ یہ فلاں میرا ہے۔ پھر کیا ہے کشتی پار ہے ؎

دارم زغم بیماری، بیمار غم رایاری
گرتو کنی غم خواریٔ ازغم چہ باک اے نازنیں

اور سب سے بڑھ کر خوشی کی تو یہ بات ہے کہ آپ نے اب ایک سند بھی دینی چاہی ہے۔ سبحان اللہ بھلا میرے نصیب ایسے کہاں کہ اپنے آقا کی خدمت کا فخر حاصل کرسکوں یہ تو عین سعادت بخت ہے کہ خود بخود وسیلۂ نجات پیدا ہو گیا۔ ع

بر ایں مژدہ گر جانفشانم رواست

مولانا! آپ حضرت صاحبزادے صاحب کو روانہ فرمایئے اور ضرور مجھے اس دولت بے بہا سے مالا مال ہونے کا موقع دیجئے۔ یہ بے بضاعت، صاحبزادے

صاحب سلمہٗ کی خدمت دستاویز شفاعت سمجھتا ہے۔ قیامت کے روز جب رب العزت جل جلالہٗ سوال فرمائے گا کہ میرے دربار میں کون سا تحفہ لائے تو میں صاحبزادے کو پیش کردوں گا اور عرض کروں گا کہ مایۂ ریاضت لایا ہوں نہ سرمایۂ اطاعت ہاں تیرے محبوب کے فرزند کی کچھ دنوں خدمت کی ہے۔ بس یہی پونجی ہے یہی تحفہ۔ اب بوسیلہ اس کے میری نجات فرما۔ تعلیم کی جانب سے آپ مطمئن رہیں مفید اور ضروری علوم کی طرف توجہ دلائی جائے گی۔ زیادہ اللہ بس باقی ہوس۔

بندہ محمد ہدایت اللہ عفی عنہ

از: جونپور مدرسہ حنفیہ

موصولہ آخر عشرہ صفر المظفر ۱۳۲۳ھ

خطوط مذکورہ بالا حضرت قبلۂ عالم کے چچا استاد کے تھے۔ اب خود حضرت قبلۂ عالم کے استاذ معظم حضرت تاج الفحول مولانا عبدالقادر صاحب کے دو گرامی ناموں کا اقتباس دیتا ہوں جس سے معلوم ہوگا کہ حضرت تاج الفحول ہمارے حضرت قبلۂ عالم کو باوجود شاگرد ہونے کے کس نظر سے دیکھتے تھے اور کس قدر عزت فرماتے تھے۔ مؤلف

نقل صحیفہ گرامی حضرت تاج الفحول رحمۃ اللہ علیہ

مولوی صاحب والا مناقب مجمع البرکات مولانا سید شاہ عبدالصمد صاحب نقوی مودودی زاد حسنا تہم از احقر الطلبہ فقیر عبدالقادر عفی عنہ بعد سلام مسنون وشوق مشحون ودعا ترقیات روز افزوں واضح باد۔ بعد مدت دراز کے خط آپ کا بنام نامی مولانا فضل مجید صاحب فاروقی فریدی (جو ہمارے حضرت قبلۂ عالم کے ہم سبق تھے۔ مؤلف) زاد حسنا تہم موصول ہوا۔ فقیر کے مطالعہ میں آیا۔

الحمد للہ تعالیٰ کہ بتوسل وبتوسط ذریعہ مولانا فضل مجید صاحب احقر الطلبہ کو بھی شرف مطالعہ تحریر شریف حاصل ہوا ورنہ ہم تو سالہا سال سے اس شرف سے محروم ہیں

حالانکہ اگر قطع نظر اس شرف خاص سے جو اہل سہسوان کو باعتبار قرابت حاصل ہے اور قطع نظر اس فیضیابی سے جس کے واسطے آپ مزارات مقدسہ اولیاء کرام پر تشریف لے جاتے ہیں۔ جس طرح کہ بلا د جھانسی وغیرہ کو مشرف کرتے ہیں۔ کاش اسی طرح ایک بار بدایوں کے دورافتادگان ظاہر و باطن کو بھی اپنی فیض رسانی سے مشرف کرتے تو سوابق حقوق قدیمہ سے بعید نہ تھا۔'' آگے تحریر فرماتے ہیں۔

اب میں اپنے واسطے آپ سے دعا چاہتا ہوں۔ حب دنیا اور کثرت عصیاں کے سبب سے ہر روز میری محرومی بڑھتی جاتی ہے۔ حق سبحانہ تعالیٰ مغفرت فرمائے اور شیطان سے بچاوے۔ آمین۔

اگر اوقات مبارکہ مخصوص میں دعا فرمائی جاوے تو بعید از عنایت سابقہ قدیمہ نہ ہوگا ورنہ باعتبار زمانہ حال کے کہاں ہم سگان طالبان دنیا اور کہاں آپ کی توجہ بہرحال جو مقتضاء اخلاق کریمہ ہو اس پر عمل فرمایا جاوے۔

نقل صحیفہ دوم حضرت تاج الفحول رحمۃ اللہ علیہ

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

بجناب مکرمی معظمی مولوی حافظ سید شاہ عبد الصمد صاحب زاد عنایاتہم۔ بعد سلام مسنون نیاز مشحون کے گزارش ہے کہ میں ایک مدت سے علیل رہتا ہوں لیکن باوجود علالت کے مجلس مبارک معراج شریف میں جو مقام اٹاوہ منعقد تھی حاضر ہوا تھا۔ علاوہ وہاں کی برکت حاضری کے آپ کی خدمت کے شرف کا بھی حاصل ہونا خیال میں تھا لیکن وہاں جا کر معلوم ہوا کہ نہ آپ اٹاوہ میں تشریف لائے نہ خانقاہ پھپھوند میں رونق افروز ہیں بلکہ واسطے ہدایت کے دیگر مقامات بعیدہ کو تشریف لے گئے ہیں۔ اپنی محرومی پر افسوس آیا اس وقت موجب تکلیف دہی ایک امر دینی ہے وہ یہ کہ کتاب مطبوع روداد جلسۂ ندوۃ العلماء میں جو بمقام لکھنو منعقد ہوا تھا مذکور ہے کہ مقصد اس

ندوہ کا یہ ہے کہ جو لوگ کلمہ لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ پڑھتے ہیں اور بجانب کعبہ شریف نماز ادا کرتے ہیں ان کو اپنا بھائی دینی ٹھہرایا جائے اور نزاعات مذہبی سے قطع نظر کیا جائے۔ شیعہ، نیچریہ، وغیرہ مقلدین ووہابیہ کے نزاعات کو مانند نزاعات حنفیہ وشافعیہ وغیرہم کے سمجھنا چاہئے۔ یہ خلاصہ ہے اصل مقصد ندوہ کا پھر یہ بھی اس کے بیان میں مندرج ہے کہ اگر اختلافات مذکورہ پر نظر کی جائے تو وہ حنفیہ وشافعیہ میں ایسا اختلاف عقائد ومسائل ہے کہ شرکت اسلامی بھی بہ نظر غور ان میں نہیں آسکتی ہے پھر جب حنفی وشافعی ومالکی حنبلی آپس میں ایک قرار دئے جاتے ہیں اور بھائی اسلامی شمار کیے جاتے ہیں تو پھر دوسرے فرق جو مدعیان اسلام ہیں وہ کیوں نہیں بھائی بھائی قرار دئے جائیں گے فقط چونکہ یہ مضمون سراسر خلاف مذہب اہلسنّت ہے اور قیاس اختلاف مسائل فروع اختلافیہ صحابہ کرام پر جو درمیان مذاہب اہل سنت کے ہے۔ خلاف عقائد فاسدہ روافض ووہابیہ، نیچریہ کا کرنا قیاس مع الفارق ہے۔ اور نیز منکر ضروریات دین اگر کلمہ کا اقرار کرے اور نماز ہمارے قبلہ کی طرف پڑھے بالاجماع کافر قطعی ہے۔ منتظمین ندوہ کی تقریر پر یہ اجتماع باطل ٹھہرتا ہے اور فی الحقیقت یہ فساد ایک بڑا کید روافض کا ہے کہ واسطے ابطال خلافت حقہ جناب حضرت امیر المؤمنین ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی کہ انہوں نے اس قوم کو جو باوجود ایمان وحدانیت حق سبحانہٗ ورسالت جناب سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اور اقرار فرضیت نماز کے انکار فرضیت زکوٰۃ سے کرتے تھے مرتد وکافر ٹھہرا کر حکم جہاد کا فرمایا تھا۔ اس تقدیر فاسدہ پر وہ لوگ مسلمان بھائی تھے ان کو مرتد وکافر ٹھہرا کر حکم قتل کا دینا خلاف حق ٹھہرا۔ معاذ اللہ من ذالك الی غیر ذٰلك من المفاسد۔ لہٰذا بمقام بریلی ایک مجلس ذکر مولد شریف میں مجھ سے اس کی بابت سوال کیا گیا۔ میں نے علی الاعلان کہا کہ اصل یہ مجلس نہایت مرغوب ہے اگر بطور پابندی مذہب اہلسنّت وجماعت کے ہو لیکن عبارت روداد سے نہایت ضرر مذہب اہلسنّت کو پہنچتا ہے جس میں مذہب وتبرا کو بھی ایک امر خفیف وسہل قرار دیا گیا قطع نظر از انکہ یہ

مذہب کفر ہو یا ابتداع وضلالت جیسا کہ مختلف فیہ ہے مگر استخفاف سہل انکاری معصیت تو باوجود اس کی معصیت کے قائل ہونے کے قطعاً کفر بالاجماع ہے وعلیٰ ہذا القیاس مذہب نیچریت ووہابیت کا حال ہے اور جس مجلس دینی میں مجتہدین روافض اور اکابر دعات نیچریہ ووہابیہ ساتھ تعظیم وتکریم کے کرسی وعظ مذہبی پر بٹھائے جائیں وہاں شامل ہونا قطع نظر توہین مذہب اہلسنّت کے نہایت خطرناک ہے۔ واسطے عوام اہلسنّت کے اور بالخصوص جب کہ وہ لوگ اشارتاً کنایۃً تائید اپنے مذہب باطل کا کلام موہم عوام کے جلسہ میں پیش کریں اور جو سنی طالب علم (یعنی عالم مؤلف) اس کو سمجھے وہ بلا اجازت اراکین کے دم نہ مار سکے اور نیز دروازہ رد روافض نیچریہ، وہابیہ کا بند کردیا جائے پس جب تک اصلاح ایسے امور کی نہ کردی جائے گی میں شرکت واعانت اس مجلس کو جائز نہیں سمجھتا ہوں۔ میرے اس خیال کی بہت علما نے تائید وتصدیق فرمائی ہے اور اقرار فرمایا ہے کہ ہم کو یہ معلوم نہ تھا کہ اصل مقصد اس ندوہ کا یہ ہے۔ ہم تو اس قدر جانتے تھے کہ تہذیب وطریق تعلیم علوم دین اور رفع نزاعات دنیوی بین المسلمین اور ابطال رسوم باطلہ بروجہ مشرکین جو مسلمین میں جاری ہوگئے ہیں اور اعانت واشاعت احکام صلوۃ وصیام اس کا مقصد ہے۔ اسی بنا پر ہم اس کے شریک ہوئے تھے اب بعد دریافت تحریر مذکور مہتمین ندوہ کے بسبب مخالف مذاہب اہلسنّت ہونے کے ہم شریک اعانت نہیں۔ فقط آج بطور الزام کے میرے سامنے ایک اخبار پیش کیا گیا کہ مولوی عبدالصمد صاحب سہسوانی بھی اس تجویز ندوہ کے ایک ممبر مجلس اور مدارالمہام ہیں۔ ہر چند میں نے کہا کہ مولوی صاحب جو بفضلہٖ تعالیٰ بڑے رد کرنے والے روافض ووہابیہ کے ہیں۔ وہ بعد اطلاع تفصیل مقاصد مذکورہ کے ہرگز شامل تجویز مذکور کے نہیں ہوسکتے ہیں صرف اطلاع مجمل پر خوبی تہذیب، طریق تعلیم علوم دین واصلاح مسلمین کے خیال سے شریک ہوئے ہوں گے اور بعد اطلاع فاسد مذکورہ مقاصد مذکورہ کے ضرور اپنا تبریہ مثل دیگر علما دین کے فرمادیں گے میرا احسن ظن

اس پر مائل ہے۔ فقط چونکہ اس تمام ماجریٰ کے گزارش کرنے کی نہایت اشد ضرورت دینیہ درپیش ہے اور روافض ونیچریہ ووہابیہ کی خوشنودی کے واسطے بعض اخبارات میں بعض ممبران ندوہ نے میرے خیال کی تکذیب وابطال کی تقریر فضول طبع کرائی ہے اس کا جواب طبع کرنا نہایت ضروری ہے لہٰذا اگر آپ کے فہم شریف میں مصلحت مذہب اہلسنّت میرے مطابق ہو تو آپ بھی تصدیق اس خیال کی اپنے الفاظ میں فرما کر اور کاغذ پر مہر ثبت فرما کر بہت جلد ارسال فرمادیں اور اگر نقصان میری فہم کا ثابت ہو تو بلا تکلف میری غلطی وخطا پر مجھ کو اطلاع فرمائی جاوے۔

شاید آپ کی ہی تعلیم وہدایت سے مجھ کو بھی فائدہ جدیدہ حاصل ہو جاوے۔ وفوق کل ذی علم علیم مجھ کو اگرچہ بحمد اللہ تعالیٰ مذہب اہلسنّت میں تصلب حاصل ہے۔ اور روافض ونیچریہ کے ساتھ شدت وبغض کامل ہے مگر انشاء اللہ تعالیٰ امر حق جو کوئی بھی مجھ کو سمجھا دے اس کے قبول کرنے میں مجھ کو بشرط موافقت جماہیر سلف صالحین محققین کے کچھ عذر نہ ہوگا۔ آپ تو میرے معظم ومکرم ہیں۔ خوردی بزرگی بہ عقل ست نہ بسال۔ اب میں نہایت عجلت سے ارسال جواب کا طالب ہوں اور ہر ساعت اس کا منتظر ہوں۔''

نقل صحیفہ گرامی حضرت محدث سورتی علیہ رحمۃ اللہ

حضرت استاذ المحدثین یگانۂ عصر حضرت مولانا مولوی محمد وصی احمد صاحب محدث سورتی نزیل پیلی بھیت رحمۃ اللہ علیہ نے بجواب خط میرے دادا حکیم مومن سجاد صاحب رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرمایا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

روان محبت وجان مودت حبی مومن سجاد سلمہٗ، رب العباد فی سکن البلاد مع الاولاد وفی یوم التناد۔ السلام علیکم وقلبی لدیکم۔ مدت دراز کے بعد آں مخلصاں نواز کا

محبت نامہ تشریف لایا۔ ہوا خواہ نے اسے منھ سے چوما اور آنکھوں سے لگایا۔ الحمد اللہ کہ ایک قرن کے بعد فقیر کو آپ نے صحف کریمہ سے گو وہ بھی مشوب بغرض تھا یاد تو فرمایا باوجود اس کے کہ میں آپ کا شکر گزار ہوں اور اس عطیہ بہیہ کے عوض میں نقد جان کف نیاز میں رکھ کر نذر پیش کرنے کے لیے ہر وقت حاضر ہوں۔

عزیزی سید مصباح الحسن سلمہ اللہ واصلح حالہ فی السر والعلن اگر تحصیل علم کے شایق ہیں تو میں حسب اپنی استعداد واستطاعت کے ان کی تعلیم کے لیے بسر وچشم موجود ہوں کہ وہ میرے ایسے دوست کے جگر پارہ ہیں جن کے کمال صلابت دینی وحمایت مذہبی کا میں غلام زرخریدہ ہوں اور دل سے چاہتا ہوں کہ صاحبزادے صاحب کو بھی یہ دولت عظمیٰ ومنقبت اسنیٰ نصیب ہو اور جس طرح وہ صدر نشین مسند حمایت سنت اس مذہب میں شہرۂ آفاق رہے اسی طرح ان کے خلف صدق زیب سجادہ کو بھی یہ فضیلت حاصل ہو انتہیٰ بقدر ضرورت۔ مؤلف۔

ان صحائف مقدسہ کی نقل اس وجہ سے دی گئی ہے کہ ہمارے حضرت قبلۂ عالم کو ان کے چچا استاذ امام معقول حضرت مولانا ہدایت اللہ خاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت قبلۂ عالم کے استاذ حضرت تاج الفحول رحمۃ اللہ علیہ خاتم المحدثین حضرت مولانا وصی احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کس نگاہ سے دیکھتے تھے اور ان کی کیا وقعت ان کی نگاہ میں تھی۔

ہمارا ایمان ہے کہ ان حضرات کے کسی لفظ کو مبالغہ سمجھنا یا یہ سمجھنا کہ محض رسمی طور پر، جیسا کہ آج کل مروج ہے کہ لمبی چوڑی تحریرات بھیج دی جاتی ہیں اور دل میں کچھ نہیں ہوتا۔'' تحریر فرمایا سلب ایمان کا باعث ہوگا۔ یہ نفوس قدسیہ اس سے مبرا تھے کہ معاذ اللہ یَقُوْلُوْنَ مَالَا یَفْعَلُوْنَ کے تحت میں آئیں۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کا خاتمہ اسی یقین پر فرمائے آمین۔

مشائخ ہمعصر میں آپ کا مرتبہ

حضرات مشائخ زمانہ میں جس نظر سے حضرت قبلۂ عالم کو دیکھا جاتا تھا وہ اس سے سمجھ لینا چاہئے کہ خود حضرت کے پیرومرشد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا جو برتاؤ حضرت کے ساتھ تھا جسے میں علو مرتبت اور ارشادات شیخ کے عنوان میں لکھ چکا ہوں۔

میرے حضرت مرشدی مولائی مدظلہ العالی فرماتے ہیں۔

حضرت شاہ التفات احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ سجادہ نشین حضرت مخدوم عالم شاہ عبدالحق رُدَولوی صاحب توشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ (جو خاندان صابریہ میں شیخ المشائخ کا درجہ رکھتے ہیں) ان سے حضرت قبلۂ عالم کے بہت یگانگانہ تعلقات تھے۔ ایک مرتبہ حضرت شاہ صاحب اجمیر شریف سے واپس ہو رہے تھے اسٹیشن پھپھوند پر جب پہنچے اور انہیں معلوم ہوا کہ یہ وہی پھپھوند ہے جہاں حضرت قبلۂ عالم تشریف رکھتے ہیں تو بے اختیارانہ اُتر پڑے باوجودیکہ ٹکٹ لکھنؤ کے تھے اور اچانک حضرت قبلۂ عالم کے پاس آ گئے۔ حضرت قبلۂ عالم کو آپ کی تشریف آوری سے بہت زیادہ مسرت ہوئی۔ اسی وقت نواح پھپھوند کے ایک زمین دار کا لڑکا حضرت قبلۂ عالم کی خدمت میں حاضر ہوا اور اس نے پانچ سیر گھی اور دس روپیہ نقد اپنے باپ کی جانب سے پیش کیے کہ یہ انہوں نے بھیجے ہیں حضرت نے قبول فرمالئے۔ جب دوسری گاڑی جانے کا وقت آیا حضرت شاہ صاحب نے واپس جانے کے لیے اجازت چاہی حضرت قبلۂ عالم نے فرمایا کہ حضرت آپ جس وقت تشریف لائے ہیں تو میرے پاس اتنا نہیں تھا کہ میں آپ کو باطمینان کھلا پلا سکتا لیکن اللہ تعالیٰ نے یہ سامان محض آپ کی مہمان نوازی کے لیے بھیجا ہے جب آپ اسے ختم فرمالیں تشریف لے جائیں۔ حضرت شاہ صاحب آبدیدہ ہو گئے اور قصد ملتوی کرتے ہوئے فرمانے لگے کہ ہم نے اگلے بزرگوں کے جو حالات پڑھے اور جو واقعات سنے انہیں آج آپ نے آنکھوں سے دکھا دیا۔"

حضرت حاجی وارث علی شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے متعدد مریدین ضلع اٹاوہ سے مسموع ہوا کہ وہ اپنے ضلع اٹاوہ کے مریدین کو تاکید فرمایا کرتے تھے کہ پھپھوند مولانا صاحب کی خدمت میں ضرور جایا کرو اور بیٹھا کرو۔

حضرت مولانا شاہ محمد حسین صاحب الہ آبادی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ، حضرت صوفی جان صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ، حضرت شاہزادہ غلام محمد صاحب دہلوی رحمۃ اللہ علیہ، حضرت شاہ علی حسن صاحب کچھوچھوی رحمۃ اللہ علیہ، حضرت شاہ عبداللطیف صاحب ستھنی رحمۃ اللہ علیہ، حضرت شاہ مولانا عبدالرحیم صاحب جھانسوی رحمۃ اللہ علیہ یہ سب اپنے زمانہ میں یگانہ عصر تھے اور حضرت قبلۂ عالم سے تعلقات یگانگت تھے اور سب بہت باوقعت نگاہوں سے دیکھتے تھے۔

حضرت مولانا شاہ عبدالرحیم صاحب جھانسوی رحمۃ اللہ علیہ کو حضرت قبلۂ عالم کے ساتھ والہانہ تعلق واعتقاد تھا باوجودیکہ خاندان نقشبندیہ کے مجاز اور عالم باعمل تھے مگر جب سے حضرت قبلۂ عالم سے تعلق ہو گیا تھا باوجود مجاز ہونے کے خود بیعت لینا چھوڑ دی تھی بلکہ جو کوئی ان کے پاس بیعت ہونے کو آتا اسے حضرت قبلۂ عالم کی خدمت میں بھیج دیتے۔

چند حکایات مشعر بر حالات حضرت قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ

وضع ولباس: میرے حضرت مرشدی ومولائی مدظلہ العالی ارشاد فرماتے ہیں کہ حضرت قبلۂ عالم کی وضع ولباس عالمانہ تھا مگر عبا بہت کم استعمال فرماتے تھے۔ عمامہ جمعہ وعیدین میں ضرور ہوتا تھا۔ کبھی سیاہ رنگ اور کبھی صندلی رنگ کا سات گز یا نو گز کا۔ چوگوشیا ٹوپی قالب پر چڑھی ہوئی استعمال فرماتے تھے۔ اچکن یا انگرکھا بہت کم استعمال فرمایا جاتا۔ عموماً دو کُرتے استعمال فرماتے تھے جو نصف ساق تک ہوتے تھے۔ نیچے کا کرتا اکثر نینون یا چکن کا ہوتا تھا اور اوپر کا تنزیب کا۔ چونکہ کپڑا قیمتی ہوتا

تھا اس لیے عموماً دیکھنے والے رئیس سمجھتے تھے۔

مفتی اکرام اللہ صاحب مرحوم کاکوروی اٹاوہ میں انسپکٹر پولیس تھے۔ شاہ تقی علی صاحب کاکوروی ابن شاہ تراب علی صاحب رحمۃ اللہ علیہما کے شاگرد مرید تھے۔ عربی سے خوب واقف تھے۔ درسیات پڑھی تھیں، نہایت متدین ملازم پولیس تھے۔ حضرت قبلۂ عالم سے انہیں بہت زیادہ تعلق پیدا ہوگیا تھا۔ حضرت قبلۂ عالم بھی ان پر بہت عنایت فرماتے تھے۔ یہاں سے تبدیل ہوکر اورئی تعینات ہوئے اور وہاں بیمار ہوئے انہوں نے حضرت قبلۂ عالم کو ایک عریضہ حاضر کیا کہ میں بیمار ہوں میری تمنا ہے کہ حضرت مجھے دیکھ جائیں۔ حضرت قبلۂ عالم نے انہیں اطلاع دے دی کہ میں فلاں تاریخ اور فلاں گاڑی سے پہنچوں گا۔ انسپکٹر صاحب نے اس وقت میں جو کوتوال شہر مسلمان تھے ان سے فرمایا کہ آپ اپنی گاڑی لے کر اسٹیشن جایئے شاہ صاحب تشریف لا رہے ہیں انہیں اپنے ساتھ لے آیئے۔ کوتوال صاحب گئے اور گاڑی سے اُترنے والوں میں انہیں کوئی شاہ صاحب نہ ملے لہٰذا واپس جا کر انہوں نے انسپکٹر صاحب سے کہہ دیا کہ شاہ صاحب تشریف نہیں لائے۔ حضرت قبلۂ عالم کے ہمرکاب مولا بخش قوال ساکن پھپھوند تھے۔ حضرت قبلۂ عالم نے جب کسی دریافت کرنے والے کو نہ پایا تو مولا بخش سے فرمایا کوئی یکہ لے لو۔ چنانچہ یکہ پر سوار ہوکر انسپکٹر صاحب کے مکان پر رونق افروز ہوئے۔ کوتوال صاحب جا چکے تھے جب وہ دوبارہ مفتی صاحب کی خدمت میں حاضر ہوئے تو مفتی صاحب نے دریافت کیا کہ آپ نے خوب دیکھ لیا تھا کہ کوئی شاہ صاحب نہیں تشریف لائے تھے۔ انہوں نے کہا میں نے خوب دیکھا اُترنے والوں میں کوئی شاہ صاحب نہ تھے۔ انسپکٹر صاحب نے حضرت قبلۂ عالم کی جانب اشارہ کر کے فرمایا کہ کیا آپ بھی نہیں آئے تھے۔ کوتوال صاحب نے برجستہ کہا کہ میں حضرت کو نواح لکھنؤ کا رئیس سمجھا تھا اس پر انسپکٹر صاحب کو ایک کیف پیدا ہوا اور بار بار وہ اس شعر کی تکرار کرتے تھے۔

گماں آں طرف از وہم خلق تنہا ئیست

وگرنہ پردۂ خلوت سفیر رسوائیت

حضرت قبلۂ عالم کی ہمیشہ یہی وضع رہی چاہے بڑے سے بڑے جلسہ علما ہو یا بڑی سے بڑی مجالس صوفیاء۔

اخلاق: میرے حضرت مرشدی ومولائی مدظلہ العالی فرماتے ہیں کہ حضرت قبلۂ عالم رضی اللہ تعالیٰ عنہ ۱۲۹۳ھ میں پچھوند تشریف لائے اور ۱۷/ جمادی الاخری ۱۳۲۳ھ میں وفات پائی۔ یہ قصبہ پچھوند اکتیس سال اور ایک ماہ چند یوم حضرت کی رونق افروزی سے مشرف رہا۔ یہاں ہر مسلم وغیر مسلم سے تعلقات ایسے تھے کہ حضرت کی خدمت میں ہر شخص حاضر ہونے والا یہ سمجھتا تھا کہ حضرت سب سے زیادہ مجھ ہی سے محبت فرماتے ہیں اور سوا اس بات کے کہ کسی سے کوئی خلاف شرع فعل سرزد ہوتا تھا تو حضرت اس پر ضرور سرزنش فرماتے تھے۔

خود ارشاد فرمایا کرتے تھے کہ میں ہر شخص کو اپنا غیر سمجھتا ہوں اور خود کو ہر شخص کا عزیز جانتا ہوں حتی کہ میرے متعلق بھی ارشاد فرماتے تھے کہ میں اسے بھی اپنا غیر جانتا ہوں اور فرمایا کہ اس میں یہ فائدہ ہے کہ کسی شخص سے میرے متعلق کوئی برائی ہوتی ہے تو مجھے ناگوار نہیں گزرتا کیوں کہ غیر کی برائی کی کیا شکایت اور خود کو ہر شخص کا عزیز جانتا ہوں لہٰذا کسی کے ساتھ برائی کرنے کا خیال بھی نہیں پیدا ہوتا کہ عزیز سے برائی کرنا معیوب اور خلاف صلہ رحم ہے۔

یہاں پچھوند میں ایک نظیر خانصاحب مرحوم زمیندار تھے۔ بے پڑھے لکھے آدمی تھے انہیں کسی وجہ سے حضرت نے ایک دفعہ طلب فرمایا اور انہوں نے اپنی جہالت سے کچھ اس قسم کے الفاظ میں جواب دیا کہ جو خلاف شان اقدس تھے جو صاحب بلانے گئے تھے انہوں نے بجنسہ وہ ہی الفاظ واپس آ کر بیان کر دیئے اس زمانہ میں میر فاروق علی صاحب حیدر آباد سے آئے ہوئے تھے۔ اور وہ حاضر خدمت

تھے انہیں وہ الفاظ بہت نا گوار گزرے اور ان کی زبان سے نکلا کہ یہ کون بدتمیز ہے جسے بات کرنے کا سلیقہ نہیں۔ حضرت نے کچھ نہیں فرمایا اور بات رفت گزشت ہوئی۔ کچھ دنوں کے بعد چونکہ نظیر خاں زمیندار تھے کسی مقدمہ میں تحصیلدار اوریا نے جو پھپھوند کی تحصیل تھی ان پر حلف دروغی کا مقدمہ قائم کر دیا۔ چونکہ تحصیلدار مسلمان تھے اور کبھی کبھی حضرت کی خدمت میں حاضر ہوا کرتے تھے لہٰذا نظیر خاں حضرت کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ میں اس بلا میں مبتلا ہو گیا ہوں لہٰذا حضرت توجہ فرمائیں تو مجھے نجات مل جائے۔ حضرت نے فوراً ایک خط تحصیلدار صاحب کے نام لکھا اور بہت کچھ سفارش فرمائی اور خانصاحب کو وہ خط سنایا انہوں نے عرض کیا کہ حضور بہت کافی ہے۔ حضرت نے لفافہ میں بند کر کے انہیں دے دیا اس کے بعد فرمایا کہ فلاں وقت تمہیں ہم نے بلایا تھا اور تم نے اس قسم کا جواب دیا جو ہمارے دوست فاروق علی کو بہت نا گوار گزرا اس کا ہمیں افسوس ہوا وہ معذرت کرنے لگے۔ حضرت نے فرمایا کہ معذرت کی ضرورت نہیں، میں معاف پہلے ہی کر چکا صرف آپ کو بتا دیا کہ آئندہ ایسا مت کیجئے کہ ہمارے کسی دوست کو تکلیف ہو۔

امراء سے بے تعلقی اور غرباء سے ہمدردی

میرے حضرت مرشدی ومولائی مدظلہ العالی فرماتے ہیں کہ حضرت قبلۂ عالم اہل دُوَل بالخصوص والیان ملک یا دنیوی وجاہت رکھنے والوں سے بہت کم ملتے تھے اور غرباء پر غایت درجہ کی شفقت ہوتی تھی۔ بالخصوص وہ امراء جن سے دنیوی جلب منفعت ہو سکتی تھی ان سے کبھی ملنا گوارا نہ فرمایا۔

حضرت قبلۂ عالم پہلی مرتبہ جب ریاست کدورہ تشریف لے گئے تو ریاست کے ایک سپاہی کے یہاں جو گولہ اندازوں میں تھا قیام فرمایا وہ داخل سلسلے بھی تھا۔ نواب فخر الدولہ کا زمانہ تھا۔ منشی شرف الدین وزیر ریاست تھے وہ حضرت قبلۂ عالم کی

خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ نواب صاحب زیارت کے مشتاق ہیں حضرت تکلیف فرما کر تشریف لے چلیں۔ حضرت قبلۂ عالم نے فرمایا کہ ہم غرباء سے نواب صاحب کو کیا سروکار، وہ مصر ہوئے اور نواب صاحب کا غایت اعتقاد و شوق بیان کیا۔ حضرت نے فرمایا کہ اگر یہ بات صحیح ہے تو نواب صاحب کو خود یہاں آنا چاہئے تھا بجائے اس کے مجھے بلایا جاتا ہے انہوں نے کہا کہ ایک سپاہی کے گھر نواب صاحب کیسے آسکتے ہیں۔ حضرت نے فرمایا تو نواب صاحب کو معتقد کہنا غلط ہے اور نہ مجھ سا غریب نواب صاحب کے پاس جاسکتا ہے۔ منشی شرف الدین کبیدہ ہوکر گئے اور منیر خانصاحب مرحوم ساکن جھجر کو جو حضرت کے خاص مرید تھے اور کچھ دنوں سے ریاست کے ملازم تھے اسی روز برخاست کردیا جس کا حضرت قبلۂ عالم پر بہت اثر ہوا۔ منشی رضا حسین پھپھوندوی جو حضرت کے مرید اور ناظم ریاست تھے انہوں نے حضرت کو متاثر پاکر منیر خاں کو پوری تنخواہ اپنی جیب خاص سے مقرر فرمادی۔ حضرت قبلۂ عالم واپس پھپھوند تشریف لے آئے۔ اسی سال نواب صاحب مع ولی عہد اور بیگم اور منشی شرف الدین اور ان کے لڑکے و بیوی حج کو گئے۔ مکہ معظّمہ میں نواب صاحب اور ولی عہد کا اور شرف الدین کے لڑکے اور بیوی کا انتقال ہوا۔ اطلاع ملتے ہی ایجنٹ نے آکر پوری ریاست کا چارج منشی رضا حسین کو دے دیا۔ منشی شرف الدین جب واپس آئے تو ملازمت سے برطرف کردئے گئے اور منشی رضا حسین اس وقت تک مالک ریاست رہے جب تک بیگم صاحبہ کا متبنیٰ جو بالکل بچہ تھا بالغ نہ ہوگیا۔

اسی طرح ۱۳۲۲ھ میں میر روشن علی صاحب مرحوم ساکن ریاست ٹیکم گڑھ جو حضرت قبلۂ عالم کی غلامی میں داخل تھے۔ پھپھوند حضرت کی خدمت میں حاضر ہوئے اور خواہش کی کہ حضور ٹیکم گڑھ تشریف لے چلیں۔ حضرت نے منظور فرمایا۔ ہمرکاب میں اور نور خانصاحب مرحوم ولایتی اور احمد یار خاں صاحب مرحوم ساکن پھپھوند تھے وہاں بتیس یوم قیام رہا اور کوئی دن ایسا نہ تھا کہ دو سے کم مجالس میلاد شریف ہوئی

ہوں۔ اس زمانہ میں وہاں کے خود مختار راجہ مہندر پرتاب سنگھ بندیلے ٹھاکر تھے جو نہایت سنجیدہ انسان اور درویشوں سے نہایت خوش اعتقاد تھے۔ اپنی مسلمان رعایا سے غیر متعصب تھے اور مسلم وغیر مسلم کو ایک نظر سے دیکھتے تھے۔ ان کے یہاں ریاست میں قدیم سے یہ رسم چلی آتی تھی کہ عید اور بقر عید کو مہاراجہ کی سواری بایں صورت ہوتی تھی کہ اس روز سب مسلمانوں کو چھٹی ہوتی اور تمام غیر مسلم ملازمت پر ہوتے تھے۔ راجہ صاحب مع ماہی مراتب، نشان، فوج و پلٹن اور بھائی بیٹوں کے عید گاہ آتے تھے۔ لباس معمولاً راجہ صاحب کا رنگین ہوتا، داڑھی چڑھی رہتی مگر عید و بقر عید کی سواری میں داڑھی چھوٹی رہتی اور لباس بالکل سفید ہوتا تھا۔ عید گاہ کے صحن سے تقریباً پانچ، چھ گز کے فاصلہ پر ایک چھوٹا سا بنگلہ بنا ہوا تھا۔ راجہ صاحب ایسے وقت قلعہ سے روانہ ہوتے تھے کہ امام کے نماز عید کا سلام پھیرنے سے قبل اپنے بنگلہ میں آجاتے تھے۔ وہ بنگلہ منبر کے محاذ میں تھا۔ راجہ صاحب دوزانو آکر بیٹھ جاتے تھے اور برہنہ تلوار کھینچ کر زانو پر رکھ لیتے تھے اور جب تک خطبہ ہوتا رہتا تھا ساکت بیٹھے رہتے۔ خطبہ ختم ہونے کے بعد بارہ ضرب توپ کی سلامی ہوتی اور اسی وقت مسلم اراکین ریاست نذریں پیش کرتے۔ حضرت قبلۂ عالم ذی قعدہ میں تشریف لے گئے تھے وہاں کے مسلمانوں نے اصرار سے بقر عید کی نماز کے لیے روکا۔ خان بہادر محمد زماں خاں مرحوم مدارالمہام ریاست تھے وہ صبح کو ہی سواری لے کر حضرت کی خدمت میں حاضر ہوئے اور حضرت کو مع ہم تینوں ہمراہیوں کے عید گاہ لے گئے۔ راجہ صاحب کا چوبدار عید گاہ میں موجود تھا۔ جب وقت نماز قریب آیا انہوں نے چوبدار سے کہا کہ مہاراج کو اطلاع کرو کہ تشریف لائیں اور حضرت قبلۂ عالم سے عرض کیا کہ نماز پڑھائیں۔ حضرت نے نماز شروع فرمادی۔ سلام پھیرنے سے قبل راجہ صاحب آکر حسب معمول بنگلہ میں بیٹھ گئے۔ سلام پھیرنے کے بعد حضرت قبلۂ عالم خطبہ کے لیے منبر پر رونق افروز ہوئے تو منبر سے آخری صف تک بنگلہ کے محاذ میں لوگ جانبین کو ہٹ گئے اور بنگلہ تک کوئی

حاجب نہ رہا۔ حضرت نے خطبہ پڑھا۔ جب خطبہ ختم ہوا مسلم اراکین ریاست نذر دینے کے لیے بنگلہ کے اندر چلے گئے اور عام مسلمان ایک دوسرے سے معانقہ کرنے لگے۔ راجہ صاحب کا چوبدار اپنی وردی میں حضرت قبلۂ عالم کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ مہاراج نے سلام کہا ہے اور عرض کیا ہے کہ حضرت اس وقت تک اپنے مقام پر توقف فرمائیں تاکہ میں نذر سے فارغ ہوکر حاضر ہوسکوں۔ حضرت نے کچھ جواب نہیں دیا اور وہ واپس چلا گیا۔ میں سامنے حاضر تھا مجھ سے فرمایا کہ جوتا لاؤ، میں جوتا لے کر حاضر ہوا فرمایا کہ مکان چلو (یعنی قیام گاہ) میں نے عرض کیا کہ راستہ بنگلہ پر ہوکر ہے حضرت نے فرمایا کہ فصیل پر سے چلو۔ فصیل کمر کے برابر اونچی تھی اس پر سے حضرت اُترے، فرمایا قیام گاہ کا راستہ معلوم ہے میں نے عرض کیا کہ جی ہاں فرمایا چلو۔ قیام گاہ ایک فرلانگ سے زیادہ فاصلہ پر تھی۔ حضرت واپس قیام گاہ تشریف لے آئے جب مکان پہنچ گئے تو مجھ سے فرمایا کہ تم نے جلوس نہیں دیکھا جاکر دیکھ لو۔ میں عید گاہ واپس ہوا یہ بین کرامت تھی کہ جانے اور آنے میں مجھے یا حضرت قبلۂ عالم کو کسی نے نہیں دیکھا۔ جب میں صحن عید گاہ میں پہنچ گیا تو میں نے دیکھا کہ راجہ صاحب مع خان بہادر کے آئے۔ خان بہادر صاحب نے مجھ سے دریافت کیا کہ حضرت قبلۂ عالم کہاں ہیں؟ میں نے کہا کہ مکان تشریف لے گئے راجہ صاحب خاموش واپس لوٹ گئے۔

دوسرے روز چوبدار آیا اور اس نے راجہ صاحب کا سلام کہا اور یہ عرض کیا کہ مہاراج نے دریافت کیا ہے کہ آپ مجھے سلام کا موقع کیوں نہیں دیتے۔ حضرت قبلۂ عالم نے فرمایا کہ مہاراج سے میرا سلام کہنا اور کہنا کہ آپ کی عنایتیں جو مسلم رعایا پر ہیں انہیں دیکھ کر مجھے اتنی مسرت ہے کہ بے اختیار دل سے آپ کے لیے دعا نکلتی ہے اگر میری آپ کی ملاقات ہوجائے گی تو پھر ان دعاؤں کے قبول ہونے میں شک ہوجائے گا۔

حضرت قبلۂ عالم اس کے ایک ہفتہ کے بعد واپس تشریف لے آئے اور راجہ صاحب نے پھر کوئی پیام نہیں بھیجا۔

دسترخوان پر تخصیص سے نفرت

میرے حضرت مرشدی و مولائی مدظلہ العالی فرماتے ہیں کہ

۱۳۲۰ھ کے موسم سرما میں حضرت قبلۂ عالم جھانسی تشریف لے گئے میں بھی ہمراہ تھا۔ جھانسی میں یہ قاعدہ دیکھا کہ جہاں کہیں دعوت ہوتی تھی تو کھانے کے وقت جتنے لوگ حضور میں حاضر ہوتے وہ سب ہمراہ جاتے اور راستہ میں جو واقف کار ملتے جاتے وہ بھی ہمراہ ہو جاتے۔ صاحب دعوت کے یہاں پہنچنے تک دو ڈھائی سو کا مجمع ہو جایا کرتا اور ہر دعوت کنندہ کم سے کم اتنے آدمیوں کی دعوت کا انتظام کیا کرتا تھا۔ منجملہ دعوت کنندگان کے ایک شخص کریم بخش سوداگر جو داخل سلسلہ تھے مگر بے پڑھے لکھے آدمی تھے اور ساتھ ہی اونچی تجارت تھی انہوں نے علاوہ حضرت قبلۂ عالم کے عمائدین جھانسی مثل منشی تفضّل حسین وکیل ججی و شیخ ولایت حسین سپرنٹنڈنٹ چنگی وغیرہ وغیرہ کو خاص طور پر دعوت دی۔ دعوت شب کے وقت تھی۔ حضرت قبلۂ عالم جس وقت ان کے مکان پر تشریف لے گئے تو دو دالانوں میں جو یکے بعد دیگرے تھے نشست رکھی گئی اور کھانا چنا ہوا تھا۔ اندر کے دالان میں مختلف قسم کے اعلیٰ درجہ کے کھانے چنے ہوئے تھے اور وہیں مذکورہ بالا عمائدین بیٹھے ہوئے تھے۔ باہر کے دالان میں صرف گوشت خشکہ چاول اور دال روٹی تھی۔ کریم بخش خود اور ان کے منتظمین درمیانی دروں میں کھڑے ہوئے تھے اور حضرت قبلۂ عالم کو اندر کے دالان میں پہنچانے کے بعد ہمراہیوں میں سے جسے معزز سمجھتے اندر بھیجتے اور جسے معمولی یا غریب جانتے باہر بٹھا دیتے۔ جب سب لوگ بٹھائے جا چکے تو کریم بخش نے حاضر ہو کر عرض کیا کہ بسم اللہ فرمائی جاوے۔ اس کے جواب میں حضرت قبلۂ عالم کھڑے ہو گئے اور فرمایا کہ ہمیں یہاں گرمی معلوم ہوتی ہے اور بلا کسی جواب کے سنے ہوئے باہر کے درجہ میں تشریف لے آئے حضرت کے ساتھ تمام عمائدین بھی باہر آ گئے۔ حضرت قبلۂ عالم

نے باہر والوں سے فرمایا کہ تم سب اندر جاؤ ہم یہاں بیٹھیں گے۔ چنانچہ تمام عمائدین باہر کے درجہ میں بٹھائے گئے اور جن غرباء کو باہر کے لیے روکا گیا تھا وہ سب اندر بیٹھے۔ اس کا یہ اثر ہوا کہ کریم بخش خود وہاں سے بوجہ ندامت غائب ہو گئے اور کئی روز تک حاضر ہونے کی ہمت نہیں پڑی اور ان سب امراء کو وہی خشکہ چاول کھانا پڑا اور غرباء نے وہ سب تمام لذیذ کھانے کھائے۔ کئی۔ روز بعد کریم بخش نے حاضر ہو کر معافی چاہی اور پھر کسی کو اس قسم کے امتیاز کی جرأت نہ ہوئی۔

احکامات شرعیہ کے نفاذ میں آپ کا تصلب

حضرت مرشدی و مولائی مدظلہ العالی فرماتے ہیں کہ:

جس زمانہ میں حضرت قبلۂ عالم پھپھوند میں میر فاروق علی صاحب کے مکان سے قاضی ایزد بخش کے مکان میں تشریف لے آئے تھے۔ رسالدار رحیم بخش صاحب نے ایک مسجد اپنے پیش دروازہ بنوائی۔ اس مسجد کے صحن کے شمالی جانب تقریباً دو گز چوڑی اور تین چار گز لانبی زمین قادر نواز خاں کی ملکیت کی جن کا مکان وہیں تھا داخل مسجد کر لی۔ قادر نواز خاں نے اس پر تکرار و جھگڑا کیا لیکن رسالدار صاحب کے تمول واثر نے انہیں خائف بنا کر چپ کر دیا۔ جب مسجد تیار ہو گئی تو رسالدار نے غالباً اس خیال سے کہ مسلمانوں کو کوئی اعتراض نہ رہے۔ حضرت قبلۂ عالم سے آ کر عرض کیا کہ آج مسجد کا افتتاح ہے حضور تشریف لے چل کر اس میں میلاد شریف پڑھ دیں اور ایک وقت کی نماز پڑھا دیں۔ حضرت قبلۂ عالم نے ارشاد فرمایا کہ رسالدار صاحب تاوقتیکہ آپ قادر نواز خان کے دعویٰ زمین کو غلط نہ ثابت کر دیں یا ان سے اس زمین کو خرید نہ لیں یا معاف نہ کرا لیں میں نہ اس مسجد میں میلاد شریف پڑھوں گا اور نہ نماز کیونکہ اس میں زمین مغصوبہ شامل ہے۔ یہ لحاظ رہے کہ جب سے حضرت قبلۂ عالم پھپھوند میں میر صاحب کے یہاں مسافرانہ مقیم تھے چونکہ رسالدار صاحب میر

صاحب کے دوست تھے لہٰذا حضرت کی خدمت میں روزانہ حاضر ہوا کرتے تھے اور ان کے باغ سے روزانہ ڈالی پھول پھل ترکاری آیا کرتی تھی اور انہیں کے لڑکے الٰہی بخش صاحب حضرت قبلۂ عالم کے مخلص واحباب میں تھے۔ رسالدار صاحب نے جواب دیا کہ چونکہ میں میلا دشریف کا بلاوا کرا چکا ہوں۔ لہٰذا آج حضور تشریف لے چل کے میلا دشریف ونماز پڑھادیں میں قادرنواز خاں سے ان معاملہ کو طے کرلوں گا۔ حضرت نے فرمایا کہ تاوقتیکہ قادرنواز خاں خود مجھ سے آکر اپنی رضا مندی ظاہر کریں گے۔ میں نہ جاؤں گا اور نہ اس مسجد میں نماز جائز سمجھتا ہوں۔ اس گفتگو میں حضرت سے بہت رودکد ہوئی آخرکو رسالدار بہت مایوس ورنجیدہ ہوکر چلے گئے۔ اس واقعہ کے مشہور ہوجانے سے کوئی مسلمان بھی میلا دشریف میں شریک نہ ہوا نہ کوئی شخص اس مسجد میں نماز کو جاتا تھا۔ رسالدار نے مجبور ہوکر قادرنواز خاں کو قیمت دے کر زمین کو لینا چاہا مگر وہ بھی ان واقعات سے ذی علم ہو چکے تھے لہٰذا انہوں نے کہا کہ میں بیچوں گا نہیں، ہاں رسالدار صاحب مجھ سے مجمع عام میں معاف کرالیں تو کردوں گا۔ رسالدار کی وجاہت ظاہری اس کی مانع تھی۔ کئی مہینہ یہ معاملہ اسی ردوکد میں پڑا رہا۔ حضرت قبلۂ عالم سے کوشش کی گئی مگر حضرت نے وہی جواب دیا۔ آخر میں رسالدار صاحب کو حضرت سے عداوت پیدا ہوگئی۔ جمعہ کے دن جب نماز کو حضرت قبلۂ عالم مسجد میں تشریف لائے تو ملاحظہ فرمایا کہ صحن مسجد میں ایک جاہل میواتی ساکن پھپھوند جو مفلوک الحال اور کئی مرتبہ چوری وبدمعاشی میں سزا پائے ہوئے تھا اور پھپھوند کے مشہور بدمعاشوں میں داخل تھا اور کبھی نماز کو نہ آیا کرتا تھا۔ تیور بدلے کھڑا ہوا ہے جیسے ہی حضرت قبلۂ عالم نے صحن مسجد میں قدم رکھا کانپنے لگا اور دوڑ کر قدموں پر گر پڑا اور چلا چلا کر رونا شروع کیا حضرت نے اسے پیروں سے اٹھالیا اور فرمایا کیوں روتا ہے اس نے کہا کہ حضور میں نے اتنا بڑا قصور کیا ہے کہ دوزخی ہوگیا ہوں۔ حضور میرے قصور کو سنیں اور معاف فرمادیں تاکہ نجات ہوجائے۔ حضرت نے فرمایا کہ میں نے

بلا سنے تیرا قصور معاف کر دیا۔ مجھے سننے کی ضرورت نہیں۔ اس نے کہا کہ تا وقتیکہ حضور سن نہ لیں مجھے یقین نہیں ہو سکتا کہ میرا قصور معاف ہو گیا۔ حضرت نے فرمایا کہ کہو اس نے کہا کہ کل شام کو مجھے رسالدار رحیم بخش نے بلا کر سو روپیہ نقد دئے اور یہ وعدہ لیا کہ میں جمعہ میں مسلمانوں کی موجودگی میں حضور سے گستاخانہ پیش آؤں۔ اور میرے مقدمہ کی پیروی کے بھی وہ ہی ذمہ دار ہوئے چنانچہ میں نے وہ روپیہ لے لیا اور اسی نیت فاسد سے میں اس وقت آیا تھا۔ نماز پڑھنا مقصود نہ تھا۔ حضرت نے یہ سماعت فرما کر فرمایا کہ میں نے تجھے اور رسالدار دونوں کو معاف کیا بعدہٗ اس نے عرض کیا کہ مجھے حضور مرید کر لیں اس وقت مجھے اطمینان ہو سکتا ہے چنانچہ اسی وقت اسے داخل سلسلہ فرمالیا گیا اور وہ ہمیشہ کو اپنی تمام بدمعاشیوں سے تائب ہو گیا اور اس کے بعد بہت خوش چلنی سے زندگی بسر کر کے راہی ملک بقا ہوا۔ دوسرے روز رسالدار اٹاوہ سے واپس آئے جو جمعہ کو چلے گئے تھے اور یہ واقعات معلوم کر کے شرمندگی سے گھر میں بیٹھ رہے۔ مسلمانوں نے ان کے یہاں کا آنا جانا، سلام وکلام بند کر دیا۔ چنانچہ وہ کچھ دنوں کے بعد ایک روز حضرت قبلۂ عالم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ حضور تشریف لے چلیں اور قادر نواز خان کو بلوا کر دریافت فرمالیں جہاں سے وہ اپنی زمین بتائیں اس جگہ سے حضور کھدوا ڈالیں مجھے منظور ہے۔ حضرت بے تکلف ان کے ہمراہ تشریف لے گئے۔ جس وقت مسلمانوں کو یہ بات معلوم ہوئی تو سیکڑوں کی تعداد میں تماشائی جمع ہو گئے۔ حضرت قبلۂ عالم نے قادر نواز خان کو بلوایا اور ارشاد فرمایا کہ تم اپنی زمین متعین کرو ہم کھدواتے ہیں انہوں نے عرض کیا کہ میری زمین یہاں سے ہے مگر مجھے مسجد کا کھدنا منظور نہیں۔ میں بخوشی معاف کرتا ہوں۔ ان کے اس کہنے کے بعد حضرت نے فوراً دو رکعت نماز اسی مسجد میں پڑھی اور مسلمانوں سے فرمایا کہ اب یہ مسجد مسجد ہے ہر مسلمان بے تکلف نماز پڑھ سکتا ہے۔ اس کے بعد رمضان شریف میں اسی مسجد میں حضرت قبلۂ عالم نے شبینہ بھی پڑھا اور بارہا کلام مجید سنایا۔

میرے حضرت قبلۂ عالم مرشدی مولائی مدظلہ العالی فرماتے ہیں کہ

ایک سال جب کہ میری عمر چودہ سال کی تھی۔ حضرت قبلۂ عالم کے ہمراہ جھانسی گیا وہاں مسمیٰ نبی بخش عطر فروش حضرت قبلۂ عالم کا مرید تھا جو ایک ذی حیثیت آدمی تھا کئی مکان پختہ اس کے کرایہ پر اٹھے ہوئے تھے، کئی دوکانیں اس کی بازار جھانسی میں کرایہ پر اٹھی تھیں۔ خود عطر کی تھوک فروشی کرتا تھا۔ اس کا ایک لڑکا جوان العمر تھا جو صفدر مجید ساکن جھانسی خود ساختہ پیر کا مرید ہو گیا تھا ان کو ہمارے حضرت قبلۂ عالم سے عناد ہو گیا تھا۔ یہ جھانسی کے ایک وکیل صاحب کے لڑکے تھے اور خود وکالت پاس نہ کر سکے تھے ٹھیکہ پر مقدمات لے کر دوسرے وکیلوں سے پیروی کرایا کرتے تھے اس میں کچھ کامیابی نہ دیکھ کر اس واقعہ سے دو سال قبل پھپھوند آئے اور داروغہ میر احمد علی صاحب مرحوم ساکن پوروہ بدیع الزماں نواح پھپھوند جو جھانسی میں کوتوال رہے تھے ان کو درمیان میں ڈال کر حضرت قبلۂ عالم سے بیعت وخلافت کے طالب ہوئے۔ حضرت نے جواباً ارشاد فرمایا کہ میرے زیر حکومت کوئی ملک نہیں جس کا میں انہیں ولی عہد کر دوں اور نہ کوئی خزانہ رکھا ہے جو اٹھا کر انہیں دے دوں۔ مجھ سے اس قسم کی امید رکھنا فضول ہے۔ صفدر مجید مکدر ہو کر پھپھوند سے چلے گئے اس کے بعد الٰہ آباد ایک اپیل دائر کرنے گئے اور ایک بزرگ کے مرید وخلیفہ ہو گئے۔ جھانسی میں آ کر پیری مریدی کی دوکان کھول دی۔ اس لڑکے کی شادی ایک یتیم نابالغہ لڑکی سے بوکالت اس کے ماں کے ہوئی تھی۔ چونکہ اس لڑکی کی ماں ہمارے حضرت قبلۂ عالم سے بیعت تھی لٰہذا صفدر مجید نے اس لڑکے کا ایک دوسرا نکاح ایک آوارہ عورت سے کرا دیا اور اس نے اس لڑکی کا نان نفقہ دینا بند کر دیا۔ اس کی ماں حضرت قبلۂ عالم کی خدمت میں حاضر ہوئی اور شکایت پیش کی کہ میری لڑکی کو نان نفقہ نہیں دیتا اور نہ اسے بلاتا ہے۔ حضرت نے فرمایا کہ تم مطمئن رہو ہم نبی بخش سے کہہ دیں گے چونکہ صفدر مجید نے اپنے مریدین کو ہدایت کر دی تھی کہ وہ حضرت قبلۂ عالم کے سامنے نہ آئیں

اور نہ سلام وکلام کریں حتی کہ میں نے خود دیکھا کہ راستہ میں اگر کوئی مرید صفدر مجید کامل جاتا تو بھاگ کر کسی گلی میں چلا جاتا اور سلام نہ کرتا۔لہٰذا نبی بخش کا لڑکا بھی کبھی حضور میں حاضر نہ ہوتا البتہ نبی بخش صبح شام روزانہ برابر حاضری دیا کرتا تھا۔اس عورت کے جانے کے بعد جب نبی بخش آیا تو حضرت نے فرمایا کہ نبی بخش جب تمہارے لڑکے نے دوسری شادی کرلی اور اس لڑکی کا حاجت مند نہ رہا تو اسے طلاق دلوادو کیوں اس کے نان ونفقہ کا فرض اور حقوق زوجیت کا مظلمہ اپنے لڑکے کی گردن پر رکھتے ہو اس نے عرض کیا کہ بہت اچھا۔جب دوسرے وقت حاضر ہوا حضرت نے دریافت فرمایا کہ تم نے اپنے لڑکے سے کہا؟ اس نے کہا جی ہاں'' اس نے جواب دیا کہ میں اپنے پیر سے دریافت کرلوں۔حضرت نے سکوت اختیار فرمایا۔تیسرے وقت بعد عصر حضرت نے نبی بخش سے دریافت فرمایا کہ تمہارے لڑکے نے کیا جواب دیا اس نے کہا کہ طلاق دینے کو وہ منع کرتا ہے۔حضرت قبلۂ عالم نے فرمایا کہ وہ اس عورت کو نان نفقہ دے اور اپنے پاس رکھے۔کچھ حرج نہیں ہے دو عورتیں رہنے میں۔اس نے کہا کہ وہ اس پر بھی راضی نہیں ہے۔حضرت نے فرمایا کہ اگر وہ دو باتوں میں سے ایک بھی نہیں مانتا تو تم اس کو چھوڑ دو اور علاحدہ ہو جاؤ اس نے کہا کہ حضور ایک ہی لڑکا ہے دل نہیں مانتا ہے۔حضرت قبلۂ عالم نے فرمایا کہ تمہارے دل میں ایک ہی چیز رہ سکتی ہے یا تو لڑکے کو رکھو یا مجھے، دونوں ساتھ نہیں رہ سکتے۔اس نے عرض کیا کہ حضور میری ہمت نہیں ہے کہ میں لڑکے کو چھوڑ دوں اس پر حضرت کا چہرہ سرخ ہوگیا اور ارشاد فرمایا کہ اچھا جاؤ اب ہم قیامت میں بھی تمہاری صورت دیکھنا نہیں چاہتے۔اس پر وہ سلام کرکے چلا گیا۔شب میں حضرت نے اس لڑکی اور ماں کو بلوایا اور دریافت فرمایا کہ یہ لڑکی بالغہ ہوگئی ہے اس نے کہا کہ ابھی نہیں۔ایام ابھی شروع نہیں ہوئے۔حضرت نے حافظ سبحان خانصاحب مرحوم قاضی جھانسی کو بلایا جو حضرت کی غلامی میں بھی داخل تھے ان سے فرمایا کہ ایک استفتاء لکھو کہ ایک نابالغہ لڑکی کا باپ دادا مرچکا ہے اور اس کی ماں نے

اپنی ولایت سے نکاح کیا۔ کیا بلوغ پر وہ لڑکی اپنا نکاح فسخ کرسکتی ہے؟ حافظ صاحب سے فرمایا کہ ایک شخص کے آنے جانے کا کرایہ دوتا کہ اس کا جواب بدایوں حضرت مولانا عبدالمقتدر صاحب اور بریلی حضرت مولانا احمد رضا خانصاحب اور لکھنؤ حضرت مولانا عبدالوہاب صاحب والد مولانا عبدالباری صاحب سے لے آئے۔ ان تینوں حضرات نے تحریری جواب دیا کہ اس لڑکی کو جب پہلا حیض ہو اسی وقت دو گواہوں کے سامنے یہ کہہ دے کہ میں نے اس نکاح کو فسخ کیا وہ زوجیت سے نکل جائے گی۔ جب یہ جواب آ گیا تو حضرت قبلۂ عالم نے بھی اپنے دستخط فرمائے ورنہ اس کے پہلے حضرت نے دستخط نہیں فرمائے تھے اور حافظ صاحب کے پاس اس جواب کو محفوظ کرادیا اور ماں بیٹیوں کو حکم دیا کہ جس وقت یہ لڑکی علامت بلوغ پائے دو گواہوں کے سامنے فسخ نکاح کردے۔ اور جج کے یہاں درخواست دے کر نکاح ثانی کی اجازت حاصل کرلے۔ اس کی ماں نے کہا کہ حضرت میرے پاس نہ اتنا پیسہ ہے اور نہ کوئی آدمی جو مقدمہ لڑے۔ حاضرین میں ایک شخص امیر خان ٹھیکیدار جوان العمر موجود تھا اس نے کہا کہ حضور اس کے تمام مصارف میرے ذمہ۔ امیر خاں اس وقت تک غلامی میں داخل نہ تھا۔ حضرت واپس تشریف لے آئے۔ چند ماہ بعد وہ لڑکی بالغ ہوئی اور اس نے فسخ نکاح کیا۔ جج کے یہاں مقدمہ چلا لڑکی مطابق فتویٰ جو عدالت میں پیش کیا گیا تھا نکاح کی اجازت ملی۔ نبی بخش ہائی کورٹ تک لڑا اور وہاں سے بھی نکاح کا فسخ ہونا قائم رہا۔ اسی دوران مقدمہ میں نبی بخش کا لڑکا دق میں مبتلا ہوکر مر گیا اور نبی بخش کا کاروبار بھی بگڑ گیا اور تمام دوکانیں اور مکانات اس مقدمہ کے اخراجات میں نیز دوسری ڈگریوں میں نیلام ہوگئے۔ امیر خان نے اس لڑکی سے نکاح کرلیا۔ اور صاحب اولاد ہوا نبی بخش کے پاس صرف عطر کی ایک پٹاری رہ گئی۔ جھانسی کے گلی کوچوں میں تمام دن پھر کر چند آنہ پیسہ پیدا کرپاتا تھا۔ دو برس کے بعد اسے تنبہ ہوا اور منشی عزیز الدین صاحب مرحوم ولد داروغہ تراب علی صاحب مرحوم جو حضرت کی

غلامی میں داخل تھے انہیں ساتھ لے کر پھپھوند آیا۔ عزیز الدین صاحب نے اس سے یہ شرط کرلی کہ تم پھپھوند کی سرائے میں رہو گے اور کسی شخص سے یہ ظاہر نہ کرو گے کہ تم کون ہو اور کیوں آئے ہو۔ عزیز الدین صاحب خود حضرت کی خدمت میں حاضر ہوئے اور تین روز تک ٹھہرے رہے مگر یہ جرأت نہ ہوئی کہ نبی بخش کا ذکر کرتے۔ تیسرے روز بعد عشاء حضرت نے عزیز الدین سے فرمایا کہ کیسے آئے انہوں نے عرض کیا کہ حضور کے سلام کو حاضر ہوا ہوں ارشاد فرمایا مقصود آنے سے کیا تھا۔ انہوں نے دست بستہ عرض کیا کہ حضور اس راندہ درگاہ مردود نبی بخش کو لایا ہوں کہ اس کی دنیا تو برباد ہوگئی اب دین تو بچ جائے۔ حضرت نے فرمایا کہ بلاؤ۔ نبی بخش کو سرائے سے بلایا گیا وہ حاضر ہوکر پیروں پر گر پڑا اور دیر تک روتا رہا۔ حضرت نے فرمایا کہ نبی بخش یہ محال ہے کہ تمہاری پہلی سی حالت پھر عود کرے اب خدا کی مشیت یہی ہے کہ تمہاری عمر اسی حالت میں ختم ہو لیکن میں نے جو کہا تھا کہ میں قیامت میں بھی تمہاری صورت نہیں دیکھنا چاہتا اس خیال کو چھوڑتا ہوں اور وعدہ کرتا ہوں کہ خاتمہ انشاء اللہ خراب نہیں ہوگا۔ منشی عزیز الدین نے روکر عرض کیا کہ اسی قدر منظور تھا اور اسی لیے حاضر ہوا تھا میرے علم کے مطابق اس واقعہ کے چھ سات برس بعد نبی بخش مرا لیکن فلاکت وعسرت اس کی کبھی رفع نہ ہوئی۔ اسی طرح چند ہی سال کے اندر صفدر مجید کی شیخی کا عبرتناک طور پر خاتمہ ہوا۔

بعض ارشادات حضرت قبلۂ عالم رضی اللہ تعالیٰ عنہ

مرید کو اپنے شیخ کا افضل جاننا ضروری ہے

میرے حضرت مرشدی ومولائی مدظلہ العالی فرماتے ہیں کہ

حضرت شیخ سے ارادت واعتقاد کے بارے میں حضرت قبلۂ عالم نے ایک مرتبہ ارشاد فرمایا کہ حضرت بہاؤالدین زکریا ملتانی رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت سید جلال الدین تبریزی رحمۃ اللہ علیہ دونوں حضرات حضرت شیخ الشیوخ شہاب الدین سہروردی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مرید تھے چنانچہ دونوں صاحبان سیاحت ساتھ ساتھ کرتے ہوئے بغداد شریف پہنچے۔ حضرت بہاء الدین سرائے میں ٹھہر گئے اور حضرت جلال الدین تبریزی شہر میں سیر کو تشریف لے گئے وہاں سے واپس آ کر حضرت بہاؤالدین سے بیان کیا کہ میں نے ایک شیخ کو دیکھا جس کی مشغولی بخدا اتنی بڑھی ہوئی تھی کہ میں نے کسی شیخ کی مشغولی ایسی نہیں پائی۔ حضرت بہاؤالدین نے فرمایا کہ تم نے اُس وقت اپنے حضرت شیخ کی مشغولی کو نہ یاد کیا انہوں نے کہا ضرور یاد کیا تھا مگر ان بزرگ کی مشغولی۔ مشغولی حضرت شیخ پر غالب آئی اور میں ان کی مشغولی کی عظمت کو اپنے دل سے نہ ہٹا سکا۔ اس پر حضرت بہاؤالدین اپنا سامان لے کر کھڑے ہو گئے اور باوجود اس کے کہ یہ دونوں پیر بھائی ہمیشہ سے بوجہ اتحاد یک جان دو قالب تھے۔ سید جلال سے فرمایا کہ هٰذَا فِرَاقُ بَيْنِىْ وَبَيْنَكَ اِلٰى يَوْمِ الْقِيَامَةِ یعنی یہ وقت ہے میری تمہاری علیحدگی کا قیامت تک کے واسطے۔ میرا تمہارا جس بناء پر اتحاد تھا جب اس کی وقعت تمہارے دل سے گھٹی تو قیامت میں حضرت شیخ ہی تمہارے اس قصور کو معاف کر دیں تب تو میرا تمہارا اتحاد ہو سکتا ہے ورنہ نہیں۔

حضرت مرشدی مولائی مدظلہ العالی فرماتے ہیں کہ

حضرت شیخ الشیوخ شہاب الدین سہروردی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بالکل ابتدائی زمانہ تھا اور حضرت غوث الثقلین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا آخر زمانہ تھا حضرت شیخ الشیوخ کے مرشد حاضر خدمت حضرت غوث الثقلین ہوئے اور شیخ الشیوخ سے فرمایا کہ حضرت غوث الثقلین کا طواف کرو وہ اٹھے اور اپنے شیخ کا طواف کر کے بیٹھ گئے انہوں نے پھر جھڑک کر فرمایا کہ نہیں حضرت غوث الثقلین کا طواف کرو وہ پھر اٹھے اور اپنے حضرت شیخ کا طواف کر کے بیٹھ گئے اس پر انہوں نے پھر زجر فرمایا۔ حضرت غوث الثقلین نے انہیں روکا اور فرمایا کہ یہ جوان ٹھیک کرتا ہے۔ کتا جہاں سے ٹکڑا پاتا ہے وہیں دُم ہلاتا ہے۔

مرید اپنے شیخ کو جیسا یقین کرتا ہے ویسے ہی اثرات اس میں پیدا ہوتے ہیں

میرے حضرت مرشدی ومولائی مدظلہ العالی بیان فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضرت قبلۂ عالم نے ذکر فرمایا کہ حضرت ابوسعید ابوالخیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو اکابر اولیاء کرام سے تھے ان کی خدمت میں دو مرید حاضر رہتے تھے اور ہمہ وقت حضرت کی خدمت میں مصروف رہتے تھے۔ ایک دوسرے صاحب کشف بزرگ حاضر خانقاہ ہوئے انہوں نے ان دونوں خادموں کی خدمت دیکھ کر خیال کیا کہ ایسے شیخ کے خدمتی کسی بڑے مرتبہ پر فائز ہوں گے مگر کشف سے معلوم ہوا کہ ان دونوں میں سے ایک زندیق اور ایک ملحد ہے۔ حضرت ابوسعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے تنہائی میں عرض کیا حضرت مجھے کشف سے یہ معلوم ہوا ہے آیا میرا کشف غلط ہے؟ حضرت نے فرمایا کہ نہیں صحیح ہے۔ انہوں نے کہا کہ یہ سمجھ میں نہیں آتا کہ آپ کی خدمت کا اثر ان میں کچھ نہیں ہوا۔ حضرت نے تبسم فرما کر ارشاد فرمایا یہ اپنے اغراض کے تحت میں میرے خدمتی ہیں ورنہ جیسا یہ مجھے سمجھتے ہیں ویسے خود ہو گئے ہیں۔

ادب پیرزادگی

میرے حضرت مرشدی ومولائی مدظلہ العالی فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضرت قبلۂ عالم حیدرآباد تشریف لے گئے وہاں اس زمانہ میں حضرت میاں امتیاز حسین صاحب رحمۃ اللہ علیہ سجادہ نشین آستانہ عالیہ حافظیہ خیرآباد شریف فرماتھے ایک روز حضرت قبلۂ عالم کے ایک پیر بھائی حیدرآبادی حاضر ہوئے اورانہوں نے حضرت میاں رحمۃ اللہ علیہ کی ظاہری وضع جو بالکل اس زمانہ کے جنٹل مین لوگوں کی وضع پر تھی اس کا افسوس کے ساتھ تذکرہ کیا۔ حضرت قبلۂ عالم نے ان سے فرمایا کہ پیرزادوں سے بدگمانی کرنا اوران پر اعتراض کرنے سے یہ حضرات نظر رحمت ہٹالیتے ہیں اور سلب ایمان کا خوف ہوتا ہے۔انہوں نے عرض کیا کہ کیا غیر متشرع ہونا پیرزادوں کو جائز ہے۔ حضرت نے فرمایا کہ نہیں گناہ ہر حالت میں گناہ ہے خواہ وہ کسی سے سرزد ہو لیکن حق پیرزادگی اس پر غالب ہونا چاہئے اور حضرت شیخ کی نسبت کو ہمیشہ ملحوظ خاطر رکھنا چاہئے وہ اسی وقت تائب ہوئے اور عرض کیا کہ حضرت گواہ رہیں میں آئندہ اس قسم کا خیال انشاءاللہ نہیں آنے دوں گا۔

منشی دین محمد صاحب کو بھی ایک مرتبہ یہی صورت پیش آئی اور حضرت قبلۂ عالم نے انہیں زجروتنبیہہ فرمائی چنانچہ انہوں نے ملفوظ حضرت قبلۂ عالم میں اپنے واقعہ کو تحریر کیا ہے۔

ارشاد فرمایا کہ

''طالب کا ظاہر خصائل حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے آراستہ ہونا چاہئے اور باطن حضرت منصور رحمۃ اللہ کا سا ہونا چاہئے۔''

ارشاد فرمایا کہ

''میں اپنے کو سب کا عزیز جانتا ہوں اور سب کو اپنا غیر تا کہ مجھ سے کسی

کے ساتھ برائی نہ ہو اور دوسرا کوئی زیادتی کرے تو افسوس نہ ہو۔"

ارشاد فرمایا کہ

"درویشی، فقیری، کمال، خدارسی وغیرہ وغیرہ یہ سب نفس کشی کے مختلف اسماء ہیں۔ اصل چیز نفس کشی ہے۔"

ارشاد فرمایا کہ

"مرید کو اپنے پیر پر فخر ہوتا ہے کہ فلاں پیر ہے اور مجھے اخلاص حسین مومن سجاد اخلاق حسین کے مرید ہونے پر فخر ہے۔"

ارشاد فرمایا کہ

"مولوی اخلاص حسین اگرچہ میرے بھائی اور داماد ہیں مگر میرے ساتھ ان کا برتاوانہ برادرانہ ہے اور نہ بلحاظ دامادی، بلکہ بالکل ان کا طرز مریدانہ ہے۔ جو مجھے بہت پسند ہے۔"

ارشاد فرمایا کہ

"مصباح الحسن ہم سے اچھے ہوں گے۔"

کرامات وفیوضات

چونکہ یہ رسالہ اس قدر طوالت کا محتمل نہیں ہوسکتا کہ حضرت قبلۂ عالم کے کرامات و فیوضات باطنی مفصل طور لکھے جائیں لہٰذا میں چند واقعات تبرکاً لکھے دیتا ہوں۔ "مؤلف"

حضرت مولانائے روم مثنوی شریف میں فرماتے ہیں۔

در خرابات آمدہ شیخ اجل

جملہ مے ہا از قدومش شد عسل

شراب خانہ میں ایک شیخ کامل تشریف لائے ان کی تشریف آوری سے تمام شرابیں شہد ہوگئیں۔

میرے حضرت مرشدی ومولائی مدظلہ العالی ارشاد فرماتے ہیں کہ

شہر اٹاوہ کے قریب چھ میل کے فاصلہ پر موضع دوگاؤلی ہے وہاں کے زمیندار میر فرزند علی صاحب مرحوم غلامی میں داخل تھے ان کے بھتیجے سید نیاز علی مرحوم نوجوان وشوقین مزاج انسان تھے۔ انہیں اٹاوہ کے رہنے والے ایک چھوٹی قوم کے لڑکے مسمیٰ ولی سے محبت تھی جو ناچنے گانے کا پیشہ کرتا تھا اور اسی بناء پر رنگین کپڑے پہنتا تھا۔ بال بڑے بڑے رکھتا اور چوٹی گوندھتا تھا۔ سید نیاز علی کو اس سے ایسا تعلق تھا کہ جہاں کہیں وہ ناچنے گانے کو جاتا تھا یہ ساتھ جاتے تھے اور اس کے ناچنے گانے میں کبھی خود ڈھولک بھی بجاتے تھے۔ میر فرزند علی صاحب کو یہ بات بہت شاق تھی انہوں نے حضرت قبلۂ عالم کی جناب میں عرض کیا کہ نیاز علی کی حالت بہت باعث شرم ہے۔ حضرت دعا فرمائیں کہ اس کی یہ حالت تبدیل ہوجائے۔ حضرت قبلۂ عالم کا قیام دوگاولی میں تھا نیاز علی صاحب خود بخود حاضر ہوئے اور خواہش بیعت کی حضرت نے مرید فرمالیا۔ جب نیاز علی صاحب مرید ہوگئے۔ اور اس لڑکے سے اپنے تعلقات منقطع کرلئے اس لڑکے کو بھی یہ خیال پیدا ہوا کہ میں بھی حضرت کی غلامی میں داخل ہوں لیکن موجودہ حالت میں حاضر ہونا نہ خود اسے پسند تھا اور نہ نیاز علی صاحب کو۔ ایک روز غلبۂ شوق میں اس لڑکے نے اپنا سر منڈوایا، کپڑے تبدیل کیے اور حاضر ہوکر غلامی میں داخل ہوگیا۔ اس کے بعد حضرت کے سنانے کے لائق چیزیں یاد کیں اور وقتاً فوقتاً سناتا رہا اور ناچ گانا ترک کردیا۔ قیام دوگالی نے طول کھینچا۔ روزانہ صبح شام نیاز علی صاحب ڈھولک بجاتے اور ولی گانا سنایا کرتا۔ ایک روز بعد مغرب گانا سنانے کو حاضر ہوا اور ابتداء اس رباعی سے کی

صبا تحیۃ شوقم بآں جناب رساں — حدیث ذرہ بیدل بآفتاب رساں

درآں مقام کہ آرام گاہ حضرت اوست — زمیں ببوس وسلام من خراب رساں

اس رباعی کو اس لطف سے گایا اور کچھ ایسے انداز سے ادا کیا کہ جب زمیں

بوس کہتا تھا تو اپنے سامنے زمین چوم لیتا تھا (حضرت صرف اتنا ہی فرماتے تھے) لیکن اور حاضرین مجلس مثل داروغہ کریم بخش وفرزند علی صاحب کا بیان ہے کہ ولی کے زمین چومنے کے بعد حضرت قبلۂ عالم غایت کیف میں اس کے زمین چومنے پر اپنے سامنے زمین چوم لیتے تھے۔ دیر تک یہ کیف قائم رہا اور زمیں بوس کی تکرار جاری رہی۔ اسی سلسلے میں ولی نے یہ ہندی مصرعے شروع کردئے۔

دلہن مانگ سنوار لے ساری

آج پیا ملن کی بھئی تیاری

اس چیز نے مجلس میں غایت کیف و برہمی پیدا کردی اور ہر شخص مکیف و بیخود تھا اتنی دیر یہ دور جاری رہا کہ ولی غایت کیف میں گانے سے مجبور ہوگیا کچھ دیر سکوت کے بعد حضرت قبلۂ عالم نے فرمایا کہ میاں ولی تم نے گانا سنا کر ہمارا وقت خوش کیا ہم کل کلام مجید سنا کر تمہارا وقت خوش کریں گے۔ اس کے بعد مجلس برخواست ہوئی۔ ولی ستانے کے لیے اپنی چارپائی پر جا کر لیٹ رہا تھوڑی دیر کے بعد کھانا آیا اور سب لوگ طلب کیے گئے۔ میاں ولی کو جو بلانے گیا اس نے جا کر دیکھا کہ میاں ولی کا جسم چارپائی پر ہے اور روح پرواز کرچکی ہے۔ یعنی انتقال ہوگیا ہے۔ حضور میں اطلاع دی گئی کھانا ہٹایا گیا اور تجہیز و تکفین کا سامان ہوا۔ صبح کو قبر میں دفن کیے گئے بعد دفن فاتحہ کے وقت حضرت نے مواجہہ میں کھڑے ہوکر من اولہ الیٰ آخرہ پورا کلام مجید بالجہر سنایا اس کے بعد ارشاد فرمایا کہ میاں ولی ہم نے اپنا رات کا وعدہ پورا کردیا۔ السلام علیکم قبر سے واپسی پر فوراً کچھوچھہ کو مراجعت فرمادی گئی۔ قیام گاہ پر بھی تشریف نہیں لے گئے۔

اسی قسم کا دوسرا واقعہ منیر خانصاحب ساکن جھجر کا ہے جسے نقل کرتا ہوں۔

میرے حضرت مرشدی مولائی مدظلہ العالی ارشاد فرماتے ہیں کہ پچھوند میں جس زمانہ میں تحصیل تھی جھجر کے قریب ایک کوروہ کے رہنے والے بے پڑھے لکھے اللہ دین چپراسی تھے جو حضرت قبلۂ عالم سے بیعت ہوگئے تھے اور بہت سیدھے آدمی

تھے۔ حضرت قبلۂ عالم بعض وقت ان سے مزاح فرمایا کرتے تھے۔ ایک مرتبہ مزاح میں ارشاد فرمایا کہ اللہ دین ہم تمہارے لڑکے کی شادی میں شرکت کریں گے۔ اللہ دین زمانۂ ملازمت ختم کر کے پنشن لے کر گھر چلے گئے۔ برسات کے موسم میں ان کا ایک کارڈ آیا کہ فلاں تاریخ میرے لڑکے کی شادی ہے بلانے کا کوئی ذکر نہیں تھا۔ حضرت قبلۂ عالم نے تیاری فرمادی کہ ہمارا وعدہ ہے کہ ہم شرکت کریں گے۔ چنانچہ حضرت مع یار محمد خان صاحب مرحوم ساکن کوٹلہ اجیت مل ضلع اٹاوہ تشریف لے گئے۔ اسٹیشن سے وہ موضع کئی کوس تھا۔ بارش ہو رہی تھی سواری دستیاب نہ ہوئی۔ حضرت پا پیادہ تشریف لے چلے۔ یار محمد خانصاحب کے سر پر بستر اور ہاتھ میں بیگ تھا۔ جب اس موضع میں پہنچے تو چند چھوپڑیوں کی آبادی تھی۔ چند لوگوں سے دریافت کیا کہ اللہ دین کا مکان کہاں ہے؟ بعض نے لاعلمی ظاہر کی۔ ایک شخص نے کہا کہ اللہ دنوا کو پوچھتے ہو وہ فلاں منڈیا میں نائی کے گھر بیٹھا ہوا ہے حضرت مع یار محمد خاں اس منڈیا پر پہنچے۔ بارش زور کے ساتھ ہو رہی تھی۔ اللہ دین منڈیا میں چلم پی رہے تھے۔ حضرت پر نظر پڑتے ہی حس و حرکت بیکار ہوگئی اور صورت بت بیٹھے کے بیٹھے رہ گئے۔ چند منٹ کے بعد آواز دینے پر حضرت کے پاس آ کر قدم بوس ہوئے۔ حضرت نے فرمایا یہاں کوئی مقام ٹھہرنے کا ہے اس نے کہا جی ہاں گاؤں کا ایک چوپال ہے حضرت نے فرمایا چلو۔ اللہ دین نے بستر اپنے سر پر رکھ لیا اور بیگ ہاتھ میں لے لیا لیکن قدم نہیں اٹھتا۔ دو قدم اگر آگے بڑھتے ہیں تو چار قدم پیچھے ہٹتے ہیں۔ حضرت قبلۂ عالم نے اس حالت کو ملاحظہ فرما کر فرمایا کہ تم بے تکلف چلو کسی بات کی پرواہ مت کرو۔ چنانچہ اس چوپال میں پہنچے تو دیکھا کہ ایک طوائف ٹھہری ہوئی ہے اور اس کے سازندے وغیرہ چوپال پر قبضہ کیے ہیں اور گاؤں کے بعض شوقین مزاج مجتمع ہیں۔ حضرت نے فرمایا کہ میری چارپائی اس کے کونے میں ڈال دو۔ ان لوگوں نے ایک ناجنس کو دیکھ کر کچھ اشارہ بازیاں کیں کچھ پھبتیاں اڑائیں خیر وہیں قیام ہوا۔ دن اور رات کے کافی حصہ تک ان

کے اشغال وافعال شنیعہ جاری رہے۔ وہ دن اور رات اسی طرح گزری حضرت ایک گوشہ میں رہے اور ان میں سے کسی سے کچھ نہیں فرمایا۔ صبح ہونے پر حضرت نے نماز پڑھی اور سب چوپال والے سو رہے تھے کہ اس طوائف کے آشناؤں میں سے ایک صاحب دفعدار پنشنر فوجی جو نہایت معمر اور سب سے زیادہ شوقین تھے اور انہیں کی ٹھہرائی ہوئی وہ طوائف مقیم تھی جاگے اور یکایک بے تابانہ روتے ہوئے حضور کے پاس آئے اور پوچھا کہ کیا میری توبہ قبول ہوسکتی ہے۔ حضرت نے فرمایا کہ ہر وہ شخص جو بہ ندامت توبہ کرے اس کی توبہ قابل قبول ہے۔ انہوں نے عرض کیا کہ حضرت میں بہت بڑا گنہگار ہوں میں نے اتنے آدمیوں کی ناک کاٹی ہے اور اتنے اتنے فلاں گناہ کیے ہیں غرضیکہ فرداً فرداً اپنے تمام گناہ مفصل گنائے حضرت نے فرمایا کہ باوجود ان سب باتوں کے بھی توبہ قبول ہوسکتی ہے۔ انہوں نے فوراً وضو کیا اور داخل سلسلے ہوئے اور اس کے بعد ڈنڈا ہاتھ میں لے کر ان سوتے ہوئے لوگوں پر مار پیٹ شروع کر دی اور سب کو چوپال سے نکال باہر کیا جو سوتے سے اٹھتا جاتا ہے وہ متحیر ہے اور ایک کہرام برپا ہے۔ خیر چوپال پاک ہونے کے بعد دفعدار صاحب مشغول گریہ وزاری ہیں اور تھوڑی تھوڑی دیر بعد یہ سوال ہوتا ہے کہ کیا واقعی حضرت میری نجات ومغفرت ہوجائے گی حضرت صاحب ان کو تسکین فرماتے تھے۔ شام ہونے سے پہلے ایک دوسرے صاحب جو جوان العمر تھے اور سلسلہ تماش بینی میں دفعدار صاحب کے نائب کہنے کے لائق تھے اور صبح کے نکالے ہوئے لوگوں میں سے تھے بغرض توبہ حاضر ہوئے اور توبہ کر کے داخل سلسلہ ہوئے جن کا نام منیر خاں تھا۔ حضرت شب بھر اور رہے دوسرے دن واپسی فرمادی۔ ایک ماہ بعد منیر خانصاحب مع عیال واطفال پھپھوند آئے اور تقریباً پچیس سال گزار کر یہیں پھپھوند میں انتقال کیا پھر واپسی مکان کی نوبت نہیں آئی اور انہوں نے آکر بیان کیا کہ دفعدار صاحب جس حالت گریہ میں داخل سلسلہ ہوئے تھے اسی حالت میں مبتلا رہتے ہوئے ان کے آنے سے دو چار دن قبل دنیا سے

وفات فرما گئے۔

منیر خانصاحب مرحوم نے پچیس سال پھپھوند میں اس حالت سے گزارے کہ بعض روز بحالت وارفتگی پھپھوند کے گلی کوچوں میں پھرتے تھے گویا پھپھوند کا طواف کرتے تھے اور ان کے اپنے یہ اشعار ورد زبان ہوتے تھے۔ اشعار

پیر میرا فقیر کی صورت کلّ شیٍٔ قدیر کی صورت
جب میں جانوں کہ ایک ہو جائے پیر کی اور منیر کی صورت

ایک مرتبہ کسی جگہ پر بسلسلۂ ملازمت چند روز کے لیے گئے تو حضرت قبلۂ عالم کے کاشانۂ اقدس کی چوکھٹ پر یہ شعر لکھ کر چسپاں کر گئے ؎

باغباں جاتے ہیں گلشن ترا آباد رہے سیر کری پھول چنے خوب پھرے شاد رہے
اے شہ عبد صمد اس کی بھی کچھ یاد رہے خاکپا آپ کے در کا ہے منیر عاجز

کچھ اور اشعار

کل پائے گا مرا دل بے کل پھپھوند میں اے پائے شوق اب مجھے لے چل پھپھوند میں
اُمڈے ہوئے ہیں نور کے بادل پھپھوند میں اے دل تجھے خدا کی قسم دیکھ تو ذرا
مدت سے ہے پڑا ترا سائل پھپھوند میں اے پیر اس منیر کی لینا خبر ضرور

حضرت مرشدی و مولائی مدظلہ العالی فرماتے ہیں کہ منیر خانصاحب جب مرض الموت میں مبتلا ہوئے اس وقت حضرت قبلۂ عالم جھانسی تشریف لے گئے تھے میں بحکم والدہ صاحبہ رحمۃ اللہ علیہا روزانہ ان کی عیادت کو جایا کرتا تھا۔ میری عمر اس وقت بارہ، تیرہ سال کی تھی۔ خانصاحب حضرت کو دریافت کیا کرتے تھے اور روتے تھے میں ان کی تسکین کے لیے کہہ دیتا کہ تشریف لانے والے ہیں مگر اطلاع تشریف آوری کوئی نہ تھی۔ جس رات کو خانصاحب کی وفات ہوئی اسی کی شام کو میں نماز مغرب پڑھ کر مسجد سے باہر نکلا دیکھا کہ اچانک حضرت تشریف لے آئے میں قدمبوس ہوا اور حضرت کے ہمراہ زنانہ مکان میں گیا حضرت کے تشریف رکھنے کے بعد میں نے عرض کیا کہ منیر

خانصاحب بہت بیمار ہیں اور یاد کرتے ہیں حضرت نے فوراً جوتا پہنا اور باہر تشریف لے چلے میں ہمراہ گیا اس وقت منیر خانصاحب محلّہ ترین میں الٰہی بخش مرحوم کے پھاٹک والے مکان میں تھے۔ جب حضرت مکان کے قریب پہنچے تو میں آگے بڑھ کر چلا گیا میں نے خان صاحب سے کہا کہ حضرت تشریف لے آئے۔ وہ بے اختیار چیخیں مار مار کر رونے لگے۔ حضرت بھی ان کے پاس تشریف لے آئے۔ انہوں نے حضرت قبلۂ عالم کا قدم اقدس لے کر اپنے سر کو رکھ دیا اور گریہ قائم تھا۔ حضرت نے فرمایا کہ منیر خاں تم مرنے سے ڈرتے ہو تو خانصاحب بے اختیار ہنس پڑے اور کہا کہ حضرت مرنے سے نہیں ڈرتا۔ اس خوشی میں رو رہا ہوں کہ حضرت میری تجہیز و تکفین فرمائیں گے۔

بچہ نازرفتہ باشد زجہاں نیاز مندے

کہ بوقت جاں سپردن بشرش رسیدہ باشی

تھوڑی دیر کے بعد حضرت واپس تشریف لے آئے اور بارہ بجے شب کو خانصاحب کا انتقال ہوگیا۔ صبح کو روشن شاہ والے تکیہ میں جہاں حضرت قبلۂ عالم کی والدہ ماجدہ رحمۃ اللہ علیہا اور عم گرامی حاجی انوار حسین صاحب رحمۃ اللہ علیہ مدفون تھے اسی کے قریب میں جانب غرب خانصاحب دفن کیے گئے۔ قبر میں اُتارنے والے۔ مولانا سید اخلاص حسین صاحب رحمۃ اللہ علیہ اور حکیم مومن سجاد صاحب مرحوم تھے۔ قبر بغلی تھی، حضرت قبلۂ عالم پورب کی جانب کنارہ پر تشریف فرما تھے۔ میں قریب بیٹھا ہوا تھا۔ حضرت نے مجھ سے ارشاد فرمایا کہ کچھ کنکریاں چُنکر دو مجھے یاد نہیں کہ کتنی کنکریاں تھیں مگر میں نے کچھ کنکریاں اسی قبر کی مٹی سے نکال کر پیش کر دیں۔ حضرت قبلۂ عالم نے اپنے دست اقدس میں لے کر حکیم صاحب مرحوم کو دیں کہ انہیں ان کے سر کے پاس رکھ دو۔ قبر جب بند ہوگئی حضرت فاتحہ پڑھ کر واپس تشریف لے آئے۔ میں حضرت کی ہمرکابی میں بہت سے جنازوں میں شامل رہا مگر یہ کنکریوں والا فعل میں نے کہیں اور نہیں دیکھا۔ واللہ اعلم بحقیقتہ الحال۔

نگرانی و دستگیری مریداں

میرے مرشد مدظلہٗ العالی ارشاد فرماتے ہیں کہ مجھ سے منشی تراب علی صاحب جھانسوی پنشن یافتہ سب انسپکٹر نے اپنے اس واقعہ کو خود بیان کیا کہ بعد بیعت میں جس وقت ہیڈ محرر تھا ایک نہایت پابند صوم وصلوٰۃ تحصیل دار کے اجلاس پر تعینات تھا۔ اتفاقاً مجھے ایسے وساوس اور خطرات نے گھیر لیا کہ پابندی صوم وصلوٰۃ سب چھوڑ دی اور نماز سے اس قدر وحشت طاری ہوگئی کہ نماز کا ذکر بھی برا معلوم ہوتا تھا تحصیلدار صاحب مذکور نے ہر چند میرے خطرات کی مدافعت کی کوشش کی اور مجھے ہر طریقہ سے سمجھایا مگر مجھ پر کوئی اثر نہ ہوا اتنی بات ضرور تھی کہ میں اپنی اس حالت کو برا سمجھتا تھا اور متاسف رہتا تھا اور بعض اوقات اپنی اس حالت پر رویا کرتا تھا۔ ایک شب میں اپنی اسی حالت تاسف میں ایک تنہا کمرہ میں لیٹ رہا۔ قریب صبح مجھے محسوس ہوا کہ میرے کسی نے طمانچہ مارا میری آنکھ کھل گئی دیکھا کہ حضرت قبلۂ عالم سامنے کھڑے ہوئے ہیں اور مجھ سے ڈانٹ کر فرمایا کہ اُٹھ کھڑا ہو میں فوراً پیروں پر گر پڑا اور رونے لگا اور یہ سمجھا کہ حضرت تشریف لائے ہیں اور حضرت نے فرمایا کہ یہ کیا حرکت ہے؟ کیا بے دینی اختیار کی ہے جاؤ ابھی غسل کرو اور توبہ کر کے مسجد جا کر نماز پڑھو اور خبردار پھر ایسی حرکت نہ کرنا میں فوراً غسل کرنے چلا گیا اور واپس آ کر تلاش کیا تو حضرت کو نہ پایا۔ میں سیدھا مسجد کو چلا گیا کہ شاید حضرت وہاں ہوں جب وہاں بھی نہ پایا تو مجھ اصل بات کا علم ہوا۔ میں نے مسجد جا کر سنتیں پڑھنا شروع کر دیں اتنے میں تحصیلدار صاحب بھی آ گئے انہوں نے سمجھا کہ ان کی نصیحت نے مجھ پر اثر کیا ہے جس سے وہ بشاش ہوئے آخر میں نے چیخ مار کر رو کر اصل واقعہ ان سے کہہ دیا اس پر وہ بھی رونے لگے اور کہنے لگے کہ واقعی شیخ اسی کو کہتے ہیں جو اپنے مریدوں کو اس طرح گمراہی سے نکالے۔ اس روز سے آج تک کہ چالیس سال ہوگئے ہیں کوئی نماز میری بالقصد قضا

نہیں ہوئی حضرت مرشدی ومولائی مدظلہٗ العالی فرماتے ہیں کہ منشی تراب علی صاحب کی ایک سو بتیس برس کی عمر ہوئی اور مجھے علم ہے کہ مرض الموت تک میں بھی کوئی نماز قضا نہیں ہوئی۔ نیز آخر وقت تک باحواس رہے۔ امجد علی خانصاحب مرحوم ساکن نانپارہ جو ایک سفر جھانسی میں حضرت قبلۂ عالم کے ہمرکاب تھے بیان کرتے تھے کہ مستورات کو داخل سلسلہ کرنے کے لیے حضرت کو مسجد سے باہر بازار ہوکر سفر کرنا پڑا۔ راستہ میں ایک پٹھان ولایتی نے حضرت کو سلام کیا مگر حضرت نے کسی وجہ سے ادھر تخاطب نہیں کیا اور سلام کا جواب رہ گیا شام کو مسجد میں جہاں حضرت کا قیام تھا وہ ولایتی حاضر ہوا۔ جماعت سے نماز ہوجانے کے بعد حضرت کی خدمت میں آکر بیٹھ گیا اور نہایت سختی سے اس نے حضرت سے ڈانٹ کر کہا کہ تم کیسی پیری کرتا ہے جواب سلام ہم کو بازار میں نہیں دیا کئی دفعہ اسی طرح وہ کہتا رہا اور حضرت عدم سماعت کا عذر لجاجت سے فرماتے رہے بعدہٗ ولایتی نے سوال کیا کہ تم کس خاندان کی پیری کرتا ہے۔ حضرت نے تونسہ شریف کا حوالہ دیا تب ولایتی نرم ہوا اور اس نے اپنے باپ کی وصیت بیان کی اور وہ وصیت یہ تھی کہ ہندوستان کے سفر میں اگر کوئی پیر تونسہ شریف کے سلسلہ کا ملے تو باپ کی طرف سے بیعت کی جاوے اور خود بھی داخل سلسلے ہونے کی خواہش ظاہر کی اور یہ بھی کہ اس کے خاندان کے انتقال کیے ہوئے اشخاص بھی داخل سلسلہ کیے جائیں۔ حضرت قبلۂ عالم نے انتقال کیے ہوئے اشخاص کی اخذ بیعت سے انکار فرمایا اور خود اس ولایتی کو داخل سلسلہ کیا اور اس کے باپ کو بھی۔ ولایتی مذکور نے قبل بیعت یہ شرط کرلی تھی کہ جب وہ ارتکاب معصیت کرنا چاہے تو حضرت قبلۂ عالم اس موقع پر پہنچ کر اس کے چھرا ماریں۔ حضرت نے اس شرط کو بھی قبول فرمالیا۔

میر صاحب تحریر فرماتے ہیں کہ ایک روز منشی سعید الدین خاں صاحب اکسٹرا اسسٹنٹ کمشنر گونڈہ نماز مغرب میں شریک اور صف نعال میں تھے انہوں نے حسب معمول دعا ثناء خفا کے ساتھ پڑھی اور اسی کے ساتھ اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ

الرَّجِیْم کوبھی آخر میں شریک کیا اس کے دوسرے روز ڈپٹی صاحب نے مجھ سے بیان کیا کہ کل کے واقعہ سے مجھے حیرت ہے حضرت نے اس قدر فاصلہ پر میرا پڑھنا کیوں کر سنا اور تخلیہ میں منع کیا کہ مقتدی کو محض دعا ثناء پڑھنا چاہئے اور امام کو با تعوذ۔

میر صاحب تحریر فرماتے ہیں کہ میرے ایک دوست نے بعد بیعت حقہ پینا چھوڑ دیا تھا۔ میں دوسرے کمرے میں مع ان کے بیٹھا ہوا تھا جو حضرت کے حجرہ سے قریب تو تھا مگر مدنظر نہ تھا میرے آدمی نے مجھے حقہ بھر کر دیا اور میں نے پی کر ان کی جانب ہٹا دیا انہوں نے اشارہ سے انکار کیا مگر میرے اصرار پر جو وہ بھی ایماء واشارہ کے ساتھ تھا قصد پینے کا کیا تو حجرہ سے آواز آئی ''ہوں'' جس طرح ممانعت کی جگہ پر اس لفظ کا استعمال کرتے ہیں انہوں نے ہاتھ کھینچ لیا۔ میں نے دوبارہ پی کر پھر حقہ ان کو امتحاناً دیا اور پینے پر آمادہ کیا کہ پھر حجرہ سے وہی آواز ممانعت کی آئی انہوں نے حقہ نہ پیا۔ تھوڑی دیر کے بعد حضرت حجرہ سے برآمد ہوئے اور باہر تشریف لے گئے میں نے اور میرے دوست نے حجرہ میں جا کر غور سے دیکھا کہ کسی جگہ سے وہ مقام نظر آتا ہے جہاں ہم لوگ تھے تو کہیں سے کسی طرح ممکن نہ تھا۔

مرزا قادر بیگ صاحب ساکن بیلہا پور ضلع کانپور راوی ہیں کہ ایک سال حسب معمول ہم لوگ پھپھوند خواجہ خواجگان حضرت غریب نواز رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عرس شریف میں حاضر ہوئے (حضرت قبلۂ عالم چار رجب سے چھ رجب المرجب تک حضرت خواجہ خواجگان کا عرس کیا کرتے تھے) چیت کا زمانہ تھا حضرت نے ایک مرید مولا بخش کے متعلق دریافت فرمایا کہ وہ نہیں آئے لوگوں نے عرض کیا کہ حضور وہ مالدار آدمی ہیں چونکہ تنہا تھے اس لیے نہ آسکے۔ حضرت نے ارشاد فرمایا اس کے نقصان کا ذمہ دار تو میں تھا وہ اپنا روپیہ گھر سے باہر نکال کر پھینک آتا اور اگر ایک بھی کم ہو جاتا تو مجھ سے لیتا۔ قادر بیگ صاحب کا بیان ہے کہ اس روز سے آج تک تقریباً چالیس سال کا زمانہ ہوا میں نے کبھی حاضری عرس شریف ناغہ نہ کی اور کھڑے یا کٹے کھیت بلا نگرانی چھوڑ کر

چلا آیا واپسی پر ایک دانہ کا بھی نقصان نہ پایا۔ نہ کسی مویشی نے کھایا کسی آدمی نے چھوا ہاں میری موجودگی میں ضرور نقصان ہوتا رہتا ہے۔

حضرت مرشدی ومولائی مدظلہ العالی فرماتے ہیں کہ سالار خاں صاحب مرحوم ساکن نانپارہ ضلع بہرائچ حضرت قبلۂ عالم کے مرید تھے اور حضرت غریب نواز رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عرس میں پھپھوند حاضری کے پابند تھے اور بعد وفات شریف خود حضرت قبلۂ عالم کے عرس میں بھی حاضری کے پابند رہے ایک سال ضلع بہرائچ میں مختلف تھانوں میں ڈکیتیاں کثرت سے ہو رہی تھیں اور سب لاپتہ تھیں۔ گورنمنٹ نے سی آئی ڈی تعینات کی اور بلا ظاہر پولیس کی اطلاع کے ایک تاریخ اور ایک وقت میں متعدد سب انسپکٹر اور دونوں حلقۂ انسپکٹر اور بکثرت چوکیدار، کانسٹبلان، ہیڈ کانسٹبلان گرفتار کیے گئے۔ ریاست نیپال کے مقام نیپال گنج سے عبدالغفور سوداگر جو سالار خانصاحب کا حقیقی بھانجا تھا گرفتار ہوا پبلک میں سے صرف عبدالغفور گرفتار ہوا باقی سب ملازمین پولیس تھے۔ الزام یہ تھا کہ گرفتار شدہ پولیس بہ تبدیل لباس ڈکیتی کرتی تھی اور مال عبدالغفور کی معرفت ریاست نیپال میں فروخت ہوتا تھا۔ مقدمہ سشن میں پہنچا اور جج نے حکم سنانے کی جو تاریخ مقرر کی وہ حضرت قبلۂ عالم کے عرس شریف کی ۱۸ر تاریخ تھی۔ عبدالغفور کے ماں باپ نہ تھے پیروکار صرف سالار خان صاحب ماموں تھے۔ چونکہ خانصاحب عرس شریف کی حاضری کے پابند تھے، لہٰذا پروانہ کرتے ہوئے عرس شریف میں حاضر ہوگئے۔ حضرت قبلۂ عالم کا تصرف کہ ۱۸ر تاریخ کو چار بجے شام کو تار آیا کہ صرف عبدالغفور بے داغ بری ہوئے اور باقی پورے ملزم سزایاب ہوگئے۔

میرے حضرت مرشدی ومولائی مدظلہ العالی فرماتے ہیں کہ میری پہلی بیوی (صاحبہ رحمۃ اللہ علیہا) کا جب انتقال ہوا چونکہ مجھے ان سے لگاؤ اور تعلق بہت تھا لہٰذا میرے قلب میں اس خیال سے وحشت پیدا ہوگئی کہ خدا معلوم انجام کیا ہوا ہوگا۔ یہ دور پندرہ بیس روز قائم رہا جس میں رات کی نیند تک غائب ہوگئی۔ ایک روز جب میں تھک کر

رات میں چار پائی پر لیٹ گیا تو میں نے خواب میں دیکھا کہ مرحومہ آئیں اور والدہ صاحبہ رحمۃ اللہ علیہا کے پاس چار پائی پر بیٹھ گئیں مجھے خواب میں یہ خیال ہے کہ ان کا انتقال ہو چکا ہے اور یہ کچھ دیر کے لیے اجازت لے کر آئی ہیں اور تقریباً یہی سب گھر والوں کا خیال ہے اور اسی خیال کے تحت ہم سب کے آنسو جاری ہیں اور کوئی بات نہیں کر رہا ہے وہ خود خاموش ہیں۔ اسی حالت خواب میں مجھے خیال ہوا کہ ان سے قبر کا حال پوچھنا چاہئے میں نے کہا کہ قبر میں سوال و جواب کس صورت سے ہوتا ہے؟ انہوں نے جواب دیا کہ مجھے نہیں معلوم، میں نے کہا کہ جو سوال قبر سے مستثنیٰ ہیں ان میں سے تم نہیں تھیں پھر کیا وجہ ہے کہ تم سے سوال نہیں ہوا۔ اس کے جواب میں انہوں نے کہا کہ جب تم لوگ دفن کر کے واپس لوٹ آئے تو فرشتوں نے آ کر مجھے بٹھال دیا اور قبل اس کے کہ وہ کچھ دریافت کرتے میں نے دیکھا کہ بڑے ابّا (یعنی حضرت قبلۂ عالم) سے لے کر حضرت حسن بصری تک تمام پیر میری قبر میں ہیں اور مجھے اپنے گھیرے میں لے لیا ہے کہ میں فرشتوں کو نظر نہیں آتی تھی لہٰذا فرشتے واپس لوٹ گئے اور میں سوال و جواب سے بچ گئی۔

میرے حضرت صاحب قبلہ فرماتے ہیں کہ یہ سلسلہ میں داخل نہیں تھیں صرف مجھ سے زوجیت کا تعلق تھا اس ادنیٰ تعلق کی یہ برکت ہوئی ع

بلبل ہمیں کہ قافیہ گل شود بس است

میر صاحب تحریر فرماتے ہیں کہ منشی عزیز محمد خانصاحب جو حضرت کی غلامی میں داخل تھے اور کوتوالی میں ملازم تھے وہ حج کے لیے گئے اور واپس آ کر مجھے یہ واقعہ بتایا کہ میرا جہاز طوفان میں مبتلا ہوا اور تین شبانہ روز طوفان میں پھنسا رہا تمام حجاج اپنی زندگیوں سے نا امید تھے۔ کپتان جہاز بھی پریشان تھا اور بار بار کشتیوں کو اُتار کر جہاز سے ملاتا تھا تاکہ حجاج کو اُتار لیا جائے اور خود اُتر جائے میں نے اسی حالت میں نہایت الحاح وزاری کے ساتھ اپنے پیر کو یاد کیا اسی میں مجھے غنودگی ہوئی میں نے دیکھا کہ حضرت قبلۂ عالم گھوڑے پر سوار دریا میں موجود ہیں اور جہاز کے نکالنے کے واسطے زور

وکوشش کرر ہے ہیں۔ اسی وقت آنکھ کل گئی میں نے سنا کہ کپتان وملاّح وغیرہ خوشی کے نعرے مارر ہے ہیں اور جہاز اپنی معمولی رفتار پر آ گیا اور طوفان ختم ہو گیا واپسی پر انہوں نے ایک غزل شکر یہ میں لکھ کر حضرت کی خدمت میں بھیجی۔

غزل

بتا دیں دل میں اے عبد الصمد ہم تم کو کیا سمجھے
تمہیں معشوق سمجھے اور تمہیں ہم رہنما سمجھے
ہمارے طائر دل کو کیا نخچیر جب تم نے
کماں ابرو کو سمجھے اور مژہ کو تیر سا سمجھے
میں ممنون ہوں جو اکثر خواب میں تشریف لاتے ہیں
مسیحا تیری خاک پا کو ہم اپنی دوا سمجھے
کیا جب یاد طوفاں میں بچایا بحر طوفاں سے
دھوئیں کش رومٹن نامی کا تم کو ناخدا سمجھے
تمہارے فیض و برکت سے یہ حالت ہوگئی دل کی
عدو نے بددعا بھی دی تو اس کو ہم دعا سمجھے
مرض اسہال میں مدت سے آلودہ مسافر ہے
دعا کیجیے، دعا تیری کو ہم اپنی شفا سمجھے

یہ غزل قبلۂ عالم کے روز نامچہ شریف میں میرے دادا حکیم مومن سجاد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی قلم سے تحریر ہے۔ (مؤلف)

میر صاحب تحریر فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضرت قبلۂ عالم مع چند احباب ومعتقدین کے بہ سواری ریل سفر میں تھے اتفاقاً کانپور کے قریب حکیم اظہر حسین صاحب ساکن قصبہ نیوتنی (ضلع اناؤ) ملک اودھ سے جن کا مذہب شیعہ تھا۔ ملاقات

ہوئی۔ بعد گفت وشنید حکیم صاحب نے کہا کہ میں اپنے ایک مقدمہ ذاتی کی پیروی کے واسطے ہائی کورٹ میں جاتا ہوں آپ دعا کیجئے۔ حضرت نے ارشاد فرمایا کہ تاریخ پیشی مقدمہ کے روز حنفی المذہب کے طریق پر وضو کر کے دو رکعت نماز حاجت ہاتھ باندھ کر پڑھنا خدا فتحیاب کرے گا چونکہ حکیم صاحب حضرت کے مراتب سے واقف نہ تھے اور فوری ملاقات بے تکلفانہ ہوئی تھی۔ حکیم صاحب نے کہا کہ میں ایسا ہی کروں گا اور جو میرا مقدمہ میرے خلاف ہوا تو میں آپ سے دو رکعت نماز اپنے طریق پر پڑھوالوں گا۔ حضرت نے بھی وعدہ فرمالیا اور یہ معاہدہ قرار پایا کہ بعد فیصلہ مقدمہ حکیم صاحب حضرت سے اطلاع واقعی کریں غرضیکہ آٹھویں روز حکیم صاحب حضرت کے پاس آئے اور یہ لطیفہ بیان کیا کہ شرط آپ جیتے اور مقدمہ میں جیتا۔

منشی دین محمد صاحب تحریر فرماتے ہیں کہ مولوی عین الحق صاحب ساکن کاٹھہ ضلع میرٹھ مرید سید علی نقی صاحب بانگر موی رحمۃ اللہ علیہ راوی تھے کہ ۱۵ فصلی کے قحط میں ان کے ذمہ کورٹ نانپارہ کا تین سو روپیہ بقایا پڑ گیا وہ مضطرب ہو کر پھپھوند شریف گئے اور مزار شریف پر حاضر ہو کر دعا کی وہاں سے جب لوٹ کر آئے تو منیجر کورٹ نے رپورٹ کر دی بقایا معاف ہوگئی۔ یہی مولوی صاحب اپنا دوسرا واقعہ بیان کرتے ہیں کہ ان کی لڑکی کی شادی تھی۔ دو چار دن باقی تھے پاس کچھ نہیں تھا، خالی ہاتھ تھے۔ حضرت قبلۂ عالم کے حضور میں مضطربانہ حاضر ہوئے اور صاف صاف عرض کر دیا۔ حضرت نے جواباً ارشاد فرمایا کہ مولوی صاحب ایک چھوٹے سے کام کے لیے کیوں آپ نے تکلیف کی۔ جائیے بندوبست ہو جائے گا۔ چنانچہ بندوبست ہو گیا اور شادی فراخدلی کے ساتھ ہوئی۔

حضرت مرشدی ومولائی مدظلہ العالی فرماتے ہیں کہ

نواب محمد خانصاحب ساکن پھپھوند حضرت قبلۂ عالم کے ابتدائی دور پھپھوند کے غلاموں میں تھے۔ نوجوان اور مفلوک الحال پریشان روزگار تھے۔ حضرت کی غلامی

میں داخل ہوکر بوجہ اپنی مفلوک الحالی کے حضرت کے تکفل میں آ گئے تھے۔ وہ خود بیان کرتے ہیں کہ میں حضرت کی ہمرکابی میں اٹاوہ گیا تالاب کی سرائے میں منی بھٹیاری کے یہاں جو حضرت کی غلامی میں داخل تھی قیام ہوا۔ ایک روز صبح کو حضرت نے فرمایا کہ نواب محمد خاں ہمارا کلام مجید لے کر ساتھ چلو میں نے حضرت کا کلام مجید اور دلائل الخیرات کا خلطہ گلے میں ڈال لیا اور ساتھ ہولیا۔ حضرت سیدھے پرانے قلعہ پر تشریف لے گئے جو جمنا کے کنارے پر ہے اور ویران ہے۔ قلعہ میں ایک عمارت جو بارہ دری کہلاتی ہے اس سے تقریباً سو قدم کے فاصلہ پر جب حضرت پہنچے تو میں نے دیکھا کہ ایک بزرگ اس میں بیٹھے ہوئے ہیں۔ مجھے حضرت نے حکم دیا کہ تم یہیں بیٹھ جاؤ آگے مت آنا۔ حضرت خود بارہ دری میں تشریف لے گئے جب حضرت قریب پہنچے تو میں نے دیکھا کہ وہ بزرگ کھڑے ہوئے اور حضرت سے معانقہ کیا اور وہیں زمین پر دونوں حضرات بیٹھ گئے۔ بہت دیر تک بات چیت ہوتی رہی۔ میں جہاں سے روک دیا گیا تھا وہاں سے دیکھ رہا تھا مگر آواز کوئی نہیں سن سکتا تھا۔ دیر کے بعد وہ بزرگ اٹھے اور حضرت سے معانقہ کر کے جمنا کی طرف کو اُتر گئے ان کے تشریف لے جانے کے بعد حضرت نے مجھے آواز دی میں سامنے حاضر ہوا میں نے دیکھا کہ حضرت بیحد مسرور ہیں اور آثار مسرت چہرہ اقدس پر نمایاں ہیں۔ میرے حاضر ہوتے ہی حضرت نے فرمایا کہ نواب محمد کیا چاہتا ہے؟

حضرت مرشدیؒ ، ومولائی مدظلہ العالی فرماتے ہیں کہ اس مقام پر نواب محمد خانصاحب بہت روتے تھے اور کہتے تھے کہ میاں میرے افلاس نے مجھے بدقسمت رکھا اور میری زبان سے نکلا کہ حضور نوکری چاہتا ہوں۔ حضرت نے قرآن شریف کا جھولا طلب فرمایا اور اس میں سے دوآنہ پیسہ نکال کر مجھے عطا فرمائے اور فرمایا کہ یہیں سے سیدھے بھنڈ کو چلے جاؤ اور فرمایا کہ وہاں سے گوالیار چلے جانا نوکر ہو جاؤ گے حضرت کا تصرف کہ وہ دوآنہ میری جیب میں رہے اور میں گوالیار پہنچ گیا۔ وہاں پہنچتے ہی کوتوال

بنادیا گیا یہ واقعہ نواب محمد خانصاحب نے میرے حضرت مرشدی ومولائی مدظلہ العالی کو اپنی اسی برس کی عمر میں ریاست کدورہ میں بیان کیا اور بتایا کہ میں گوالیار میں کوتوال رہا وہاں سے ملازمت خود چھوڑی پھر چرکھاری میں کوتوال رہا، چھتر پور کوتوال رہا، ریاست بیری میں کوتوال ہوا۔ ریاست کدورہ میں کوتوال رہا اور جب واقعہ بیان کیا تو اس وقت سریلہ میں کوتوال تھے۔ حضرت مرشدی ومولائی مدظلہ العالی سے اس خواہش کے ساتھ بیان کیا کہ اب میں نوکری سے گھبرا گیا ہوں۔ لہٰذا اب ایسا کیجئے کہ یہ نوکری میرا پیچھا چھوڑ دے اس کے جواب میں حضرت نے فرمایا کہ خانصاحب آپ نے اس دست اقدس میں ہاتھ دیا ہے کہ میں آپ کی اس نوکری کو ہٹانے سے معذور ہوں ہاں یہ یقین دلاتا ہوں کہ انشاء اللہ خاتمہ بخیر ہوگا۔ چنانچہ اس کے دو تین سال بعد خانصاحب کا کوتوالی ہی کی حالت میں انتقال ہوا۔

گفتۂ او گفتہ اللہ بود
گرچہ حلقوم عبداللہ بود

میر صاحب اپنے رسالہ مراۃ الخلد میں تحریر فرماتے ہیں کہ ہنود اور اہل اسلام کو جو مہمات پیش آتی ہیں حضرت کے پاس رجوع لاتے ہیں اور اپنے اپنے مقاصد میں کامیاب ہوتے ہیں۔ اکثر اس کا تجربہ ہوا ہے کہ جو امور ناشدنی ہیں ان کے اہل اغراض یا تو حضرت سے کبیدہ خاطر ہوکر خود ہی نہیں آتے اور جو آئے تو ان سے اس وقت تک ملاقات نہیں ہوتی کہ ان کو اپنی ناکامی پر مرتبہ صدق حاصل نہ ہو جائے اور اس کو حسرت رہ جاتی ہے کہ مولانا سے عرض حال کی نوبت نہ آئی ورنہ ہمارا کام خراب نہ ہوتا۔"

سلب امراض

میر صاحب تحریر فرماتے ہیں کہ مجھے اور میری منکوحہ کو بواسیر کی سخت شکایت تھی۔ ایک روز میں نے دست بستہ حضور میں اپنی تکلیف کا حال مع عارضہ لاحقہ اپنے

گھر کے عرض کیا حضرت نے کچھ جواب نہ دیا مگر صبح کو جب میں حسب معمول پاخانہ میں گیا تو طہارت کے وقت وہ مسے خشک شدہ ٹوٹ کر میرے ہاتھ میں بلا کسی ارادہ اور صدمہ کے چلے آئے اور یہی حالت میرے گھر میں ہوئی اور اس دن سے آج تک پھر کبھی اس کا اثر نہ ہوا۔

میر صاحب تحریر فرماتے ہیں کہ جب میں حیدر آباد آیا دو ہفتہ کے بعد بعارضہ پیچش مبتلا ہوا اور آخر میں ہاتھ پاؤں چہرہ پر اماس آ گیا مجھے زیست سے ناامیدی ہوئی۔ احباب نے ہر چند علاج کے واسطے تاکید کی مگر میں نے علاج نہ کیا ایک روز قریب دوپہر کے ایک دست آیا جس سے ضعف طاری ہوا۔ پاخانہ سے آ کر فرش پر لیٹ گیا کچھ خفیف سی غفلت ہوئی تھی کہ یکا یک یہ معلوم ہوا کہ حضرت صاحب تشریف لائے اور میرے پیٹ پر ہاتھ پھیر رہے ہیں اس خوشی میں فوراً اٹھ بیٹھا مگر سوائے حسرت کے کسی کو نہ پایا اور اسی وقت صحت کامل ہوگئی اور پھر کوئی دست نہ آیا نہ پیچش ہوئی دوسرے دن سے اپنا کام مفوضہ کرنے لگا۔''

منشی دین محمد صاحب تحریر فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ موسم سرما میں احقر زیر رخصت حاضر آستانہ عالیہ تھا۔ بدہیتی شریف کی دفعتہً تیاری ہوگئی مجھ کو بھی یہ فرما کر ساتھ لیا گیا کہ چلو گاؤں میں تمہارا علاج کیا جائے گا۔ وہاں پہنچ کر مجھے دمہ کا دورہ پڑا جس کا میں بارہ سال سے مریض تھا۔ دم الجھنے لگا، سانس پھنسنے لگی۔ شام کو کھیتوں سے چھوٹے تربوز منگائے گئے اور کاٹ کاٹ کر چھپر پر شبنم میں رکھ دیئے گئے۔ صبح کو میری طلبی ہوئی میں سسکتا دم پھولتا ہوا حاضر ہوا اپنے نزدیک مشغلہ تربوز دیکھ کر میں سمجھ گیا کہ اب اس کو کھلا کر اسی موضع میں دفن کیا جاؤں گا آخر مجھ کو بھی نصف تربوز کھانے کے لیے دے ہی تو دیا گیا۔ چونکہ خطرہ ہلاکت آ رہا تھا میں نے آنکھ بند کر کے جلدی جلدی منہ مارنا شروع کر دیا اور نصف تربوز میں نے کھالیا وہاں سے اٹھ کر دم فنا ہونے کے لیے علیحدہ ہوا تھوڑی دیر کے بعد بہت زیادہ کھانسی شروع ہوئی اور بلغم کے

ٹکڑے خارج ہونے لگے۔ تنفس کی آمد ورفت صحیح ہوگئی اور میں صحیح وتندرست ہوگیا دورہ جاتا رہا اور اس دن سے آج تک نہیں آیا۔ جس کو تخمیناً تیس بتیس سال ہوگئے خوش خوش حضور میں آیا دیکھا تو آپ کو بہت زور سے بخار آیا ہے لحاف اوڑھے لیٹے ہیں منہ کھول کر فرمایا تم جاؤ مزہ کرو ہم کو بھگتنے دو۔

منشی دین محمد صاحب اپنا دوسرا واقعہ تحریر فرماتے ہیں کہ میں تحصیل قیصر گنج میں اہلمد تھا جہاں کی آب وہوا مرطوب ہے۔ بہرام گھاٹ میں بحالت دورہ گھٹیا بائی میں مبتلا ہوگیا۔ علاج کرتا تھا مگر درد جاتا تھا۔ نہ گھٹنوں کا ورم اسی بیماری کے دوران میں زمانہ عرس شریف آگیا رخصت لے کر جبراً قہراً ریل سے اُتر کر یکہ پر لد کر آستانہ شریف پہنچا۔ پیر کے گھٹنے بندش سے جکڑے ہوئے تھے۔ قدم بوسی کے لیے جھکنے میں تکلف ہوا حضرت قبلۂ عالم کو معلوم ہوگیا۔ دریافت فرمایا کہ یہ گھٹنے کیوں بندھے ہیں؟ میں نے سب حال گھٹیا بائی کا عرض کیا تو آپ نے مسکرا کر فرمایا کہ اچھا کھول کر ہمیں دکھاؤ واہ اچھا حیلہ متعلق شرکت عرس کے نکالا تھا خیر میں سامنے گھٹنوں کو کھول نہ سکا مسجد میں آکر بندش کھولی تاکہ ملاحظہ کراؤں اور اپنی قابلیت دکھاؤں کہ باوجود مریض ہونے کے میں حاضر ہوا ہوں۔ اب جو میں بندش اور پتہ وغیرہ کھول کر دیکھتا ہوں تو ورم غائب ہے اور درد کا نام بھی نہیں ہے۔ مجھے بہت ندامت ہوئی اور سامنے حاضر ہوکر یہ بیت پڑھ دی۔

درد نے اور بھی جھوٹا مجھے کر رکھا ہے
سامنے یار کے کم بعد سوا ہوجانا

حضرت قبلۂ عالم مسکرا دئے۔

منشی دین محمد صاحب بروایت خادم حسین خانصاحب ساکن چتیلا ریاست کدورہ تحریر فرماتے ہیں کہ متھرا پرساد کایستھ ساکن موضع نکسیا متصل بیلہا پور ضلع کانپور حضرت قبلۂ عالم کا معتقد تھا اس کے اعتقاد کی یہ حالت تھی کہ جب حضرت بیلہا پور

تشریف لے جاتے تو وہ صرف کھانا کھانے مکان جایا کرتا باقی تمام اوقات میں حضرت کی خدمت میں حاضر رہتا۔ ایک مرتبہ اس کو جنگل میں سانپ نے کاٹا راستہ ہی میں تھا نہا کر گھر آیا اور گھر والوں سے کہہ دیا کہ مجھے سانپ نے کاٹا ہے اگر میرے اوپر زہر کا اثر ہو تو کوئی شخص میری جھاڑ پھونک نہ کرے مجھے میرے حال پر چھوڑ دے ورنہ میں مر جاؤں گا بچ نہیں سکتا۔ دو مرتبہ اس پر بیہوشی طاری ہوئی۔ جھاڑ پھونک والے جمع ہوئے لیکن گھر والوں نے اس کی ہدایت کے مطابق روک دیا۔ تیسری مرتبہ جب وہ بیہوش ہوا تو اس کا بیان ہے کہ حضرت تشریف لائے اور مجھ پر ہاتھ پھیرا اور فرمایا متھرا پرساد اُٹھ کھڑا ہو معاً ہوش آ گیا اور اس نے لوگوں سے کہہ دیا کہ جاؤ اب میں اچھا ہو گیا ہوں۔ کچھ دنوں کے بعد حضرت جب بیلہا پور تشریف لے گئے تو متھرا پرساد نے خود اس واقعہ کو حضرت سے بیان کیا۔

منشی دین محمد صاحب بروایت میر یعقوب علی صاحب پھپھوندوی مقیم جھالا واڑ تحریر فرماتے ہیں کہ پھپھوند میں کچھ مسلمان مرد عورت بھانمتی کا تماشا کرنے آئے ہوئے تھے۔ ان میں سے ایک شخص یکا یک مردہ کے مانند سکتہ کے عالم میں ہو گیا تھا۔ وہ لوگ اس کو چارپائی پر ڈال کر اس کی زندگی سے مایوس اور نہایت رنجیدہ ہو کر حضرت قبلۂ عالم کی خدمت میں لائے۔ حضرت نے اس پر کلی کر کے پانی ڈالا اور کچھ پانی اس پر چھڑکا تو وہ شخص چارپائی سے اٹھ بیٹھا اور صحت یاب ہو کر چلا گیا۔

میرے حضرت مرشدی و مولائی مدظلہ العالی فرماتے ہیں کہ

ملا محمد عظیم صاحب ساکن اٹاوہ محلّہ پوستے خانہ باوجود بے پڑھے لکھے ہونے کے مذہبی آدمی تھے اور غیر مقلدین کے ظاہری نماز روزہ کی پابندی کو دیکھتے ہوئے مولوی نابینا اٹاوی کے معتقد خاص تھے جو غیر مقلدین اٹاوہ کا پیشوا اور مقتدیٰ تھا۔ ملا جی بساط خانہ کی دوکان قصبہ اوریا ضلع اٹاوہ میں رکھتے تھے ان کا خود بیان ہے کہ ایک مرتبہ حضرت قبلۂ عالم بسلسلہ میلاد شریف اوریا تشریف لے گئے میرے برابر جس

بساطی کی دوکان تھی اس نے مجھ سے کہا کہ ملا جی چلو مولانا صاحب پھپھوند سے آئے ہیں ان کا بیان سن آئیں میں نے کہا کہ میں نہیں جاؤں گا اس لیے کہ لوگ مجھے ماریں گے اس نے کہا کہ کیوں؟ میں نے کہا کہ جب قیام ہوگا میں کھڑا نہ ہوں گا کیوں کہ یہ شرک ہے تو لوگ ضرور ماریں گے اس نے کہا کہ ہم تمہیں ایسی ترکیب بتائیں کہ تمہیں کھڑا بھی نہ ہونا پڑے اور سب سن بھی لو۔ اس نے کہا کہ گرمی کا موسم ہے اس لیے تم مولانا صاحب کے پیچھے پنکھا لے کر کھڑے ہو جانا نہ تم بیٹھو گے اور نہ ماریں گے، نہ تمہیں کھڑا ہونا پڑے گا اللہ تعالیٰ کو ہدایت منظور تھی ان کی سمجھ میں یہ ترکیب آ گئی۔ جس وقت حضرت قبلۂ عالم کی تقریر ختم ہوئی ملا جی کا سر حضرت کے پیروں پر تھا اور وہیں غیر مقلدی سے تائب ہو کر حضرت کی غلامی میں داخل ہو گئے۔ حضرت نے کوئی خاص وظیفہ وغیرہ انہیں تعلیم نہ فرمایا مگر ملا جی کو اب بزرگان عظام سے اعتقاد ہو گیا۔ ملا جی کہتے ہیں کہ میں اپنی دوکان اوریا سے اٹاوہ لے آیا اسی دوران میں عثمان شاہ صاحب صابری جو حضرت شاہ ناصر صاحب فیروز آبادی کے خلیفہ و مجاز تھے اٹاوہ آئے میں کبھی کبھی ان کے پاس چلا جاتا تھا ایک روز انہوں نے دریافت کیا کہ تم کسی سے مرید ہو میں نے حضرت قبلۂ عالم کا اسم گرامی بتایا۔ انہوں نے دریافت کیا کہ تم نے بیعت ظاہری کی ہے یا باطنی میں نے کہا کہ میں یہ کچھ نہیں جانتا۔ مجھ سے حضرت نے چند کلمہ کہلائے میں نے کہہ دئے میں نہیں جانتا کہ وہ کلمہ ظاہری تھے یا باطنی۔ انہوں نے کہا کہ تمہیں کچھ پڑھنے یا کچھ کرنے کا حکم دیا۔ میں نے کہا کہ نہ کچھ پڑھنے کو بتایا نہ کچھ کرنے کو انہوں نے کہا کہ اب تم کچھ کرنا چاہتے ہو میں نے کہا کہ جو آپ کہیں انہوں نے مجھے استخارہ کا طریقہ بتایا کہ رات کو استخارہ کر کے سو رہنا۔ میں استخارہ کر کے سو رہا۔ رات کو خواب دیکھا کہ میرا سیدھا ہاتھ حضرت قبلۂ عالم کے ہاتھ میں ہے اور الٹا ہاتھ عثمان شاہ کے ہاتھ میں۔ عثمان شاہ اپنی طرف کھینچنا چاہتے ہیں لیکن حضرت نے جھٹکا مار کر میرا ہاتھ ان سے چھڑا لیا اور عثمان شاہ دیکھتے رہ گئے میرا ہاتھ پھر

نہ پکڑ سکے صبح کو میں نے اپنا خواب شاہ صاحب سے بے کم وکاست بیان کر دیا اس پر عثمان شاہ نے مجھے جدید وضو کرا کر دو رکعت نماز پڑھوائی اور اپنا مرید کیا اور اللہ حاضری اللہ ناظری، اللہ معی کا وظیفہ تعلیم کیا اور خود واپس چلے گئے۔ میں نے اسے پڑھنا شروع کیا چالیس روز اس وظیفہ کے پڑھنے پر میری یہ حالت ہوئی کہ تمام جسم متورم ہوگیا۔ چلنے، پھرنے اٹھنے بیٹھنے سے معذور ہوگیا اور جس وقت گھبراہٹ کا دورہ ہوتا۔ چار پائی سے نیچے گر جاتا اور گھنٹوں مچھلی کی طرح سے تڑپتا رہتا، اپنے تن بدن کا ہوش نہ رہتا، کاروبار، خورد ونوش سب ترک ہوگیا۔ گھر والوں نے بیمار سمجھ کر علاج شروع کیا۔ مختلف ڈاکٹروں اور حکیموں کو دکھایا گیا اور علاج ہوا مگر فائدہ کسی سے کچھ نہ ہوا۔ آخر میں حکیم یٰسین خانصاحب مرحوم جو صدر اعلیٰ کے منصرم تھے اور قابل حکیم سمجھے جاتے تھے اور عثمان شاہ صاحب کے پیر بھائی تھے اور حضرت ناصر شاہ صاحب کے خلیفہ ومجاز بھی تھے ان کے یہاں میرے عزیز لے گئے۔ انہوں نے نبض دیر تک دیکھی اور مجھ سے کہا تم کمرہ میں چل کر بیٹھو میں آتا ہوں۔ اس کے بعد وہ میرے پاس آئے اور تنہائی میں دریافت کیا کہ تم نے کوئی وظیفہ پڑھا ہے؟ میں نے تمام واقعہ ان سے بیان کر دیا جسے سننے کے بعد انہوں نے عثمان شاہ صاحب پر بہت افسوس کیا اور مجھ سے کہا کہ اگر تم اپنی زندگی چاہتے ہو تو فوراً کچھوچھہ چلے جاو کیوں کہ خواجۂ خواجگان کے عرس کا زمانہ آ گیا تھا (حضرت قبلۂ عالم خواجہ خواجگان حضرت غریب نواز رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا عرس شریف کچھوچھہ میں کیا کرتے تھے) دو آدمی مجھے لے کر کچھوچھہ عصر کے وقت حاضر خدمت ہوئے اس روز چار رجب تھی اور گاگروں کا دن تھا۔ حضرت مسجد میں شمالی دیوار کے قریب رونق افروز تھے۔ میں نے جس وقت مسجد کے دروازہ میں قدم رکھا مجھ پر وہی کیفیت پیدا ہوگئی اور ان دونوں شخصوں کی گرفت سے چھوٹ کر زمین پر لوٹتا ہوا حضرت کے قریب پہنچا حضرت نے میری اس حالت کو ملاحظہ فرما کر میرا ہاتھ پکڑ کر دیوار کے سہارے سے بٹھا دیا اور دریافت فرمایا کہ تیرا کیا حال ہے میں نے عرض کیا

کہ جو کیفیت حضرت ملاحظہ فرماتے ہیں مہینوں سے قائم ہے۔ عثمان شاہ کا واقعہ یا اپنے وظیفہ پڑھنے کو بالکل نہیں بیان کیا حضرت نے مسکرا کر فرمایا کہ اچھا یہیں بیٹھے رہو۔ وہیں بیٹھے بیٹھے مغرب وعشاء پڑھی بعد عشاء جب حضرت گاگروں میں تشریف لے جانے لگے۔ انفاس میاں مرحوم (جو حضرت صاحب کے نواسہ اور حضرت مولانا اخلاص حسین صاحب کے بڑے صاحبزادے تھے جن کی عمر دو ڈھائی برس کی تھی) کو مجھے دیا کہ انہیں اپنے کندھوں پر بٹھا کر ہمارے ساتھ لے چلو۔ میں متحیر ہوا کہ تنہا چلنا دشوار ہے۔ صاحبزادے کو لے کر کون چلے گا دوسرے اگر گھبراہٹ کا دورہ ہوا تو صاحبزادے کی کیا کیفیت ہوگی لیکن تعمیل حکم میں صاحبزادے کو لے کر ساتھ ساتھ چل دیا۔ جتنا راستہ طے کرتا جاتا تھا اتنی ہی اپنے آپ میں قوت پاتا تھا اور جس وقت گاگروں کے گشت سے لوٹ کر آستانہ پر تشریف آوری ہوئی تو میں بالکل تندرست ہو چکا تھا درد تھا نہ ورم، ضعف تھا نہ گھبراہٹ، بعد فاتحہ حضرت نے ایک شخص کے ساتھ مجھے حضرت مولانا سید اخلاص حسین صاحب کی خدمت میں روانہ کیا اور فرمایا کہ اسے عرس شریف کے تمام اجناس سپرد کر دئے جائیں یہی نگرانی کرے گا۔ یعنی میں کٹھاری بنا دیا گیا۔" چنانچہ آج تک یہ خدمت ان کی اولاد میں چلی آرہی ہے۔

میر صاحب اپنے رسالہ مراۃ الخلد میں تحریر فرماتے ہیں کہ سکان گونڈہ اور اہل نواح کا اس قدر اعتقاد بڑھا ہوا تھا کہ بیماروں کی دوا نہ کرتے تھے۔ حضرت کی پھونک یعنی دم کرنے کو علاج پر مقدم سمجھتے تھے اور چھوٹے چھوٹے بچوں کو جو کسی عارضہ میں مبتلا ہوں حضرت کے پاس دم کرانے کو لاتے تھے میں نے بہت غور سے دیکھا کہ آپ جس بچہ کا منھ دیکھتے اور دم کرتے وہ صحت پاتا اور جس بچہ کو نیچی آنکھ کر کے دم کرتے وہ مرجاتا اور میں اسی قرینہ پر ہمیشہ تجربہ کرتا رہا اور صحیح نکلا صدہا بچوں کے ساتھ میرا امتحان پورا نکلا۔

تصرفات

میر صاحب تحریر فرماتے ہیں کہ جس روز قدیم مسجد واقع محلہ شیخ مراد بخش سوداگر میں شبینہ ہوا تو دیکھا گیا کہ اس مسجد کو ابابیلوں نے آشیانہ بنالیا ہے اور بہت افراط تھی۔ جب نمازیوں اور روشنی کی کثرت ہوئی ابابیلیں اڑیں اور شور مچایا چراغاں گل ہونے لگے۔ لوگوں نے ہر چند فکر اندفاع کی مگر موثر نہ ہوئی آخر کار حضرت صاحب بجائے امام نماز عشاء کے واسطے کھڑے ہوئے اور حکم تکبیر دیا پھر کوئی ابابیل نظر نہ آئی شور وغل کے ساتھ یہاں تک کہ بعد ختم شبینہ تقسیم شیرنی تک میں وہاں موجود تھا اس وقت تک ایک بھی ابابیل کو مسجد میں نہ دیکھا۔

میر صاحب تحریر فرماتے ہیں کہ

شیخ الٰہی بخش صاحب شیدا ساکن پھپھوند مجھ سے بیان کرتے تھے کہ ایک مرتبہ میں حضرت قبلۂ عالم کے ہمراہ سفر میں تھا بہ مقام اٹاوہ بائیس خواجہ پر گیا جو آبادی سے دور ہے۔ بین العصر والمغرب ابر اٹھا اور آندھی کے آثار نمودار ہوئے اور حضرت مع ہم لوگوں کے جانب آبادی چلے میں نے ذرا قدم تیز کیے تا کہ آندھی پانی سے قبل مقام پر پہنچ جاؤں آپ نے ارشاد فرمایا کہ کیوں اتنی جلدی کرتے ہو جب تک تم اپنے مقام پر نہ پہنچ جاؤ گے آندھی پانی تم کو نہ لے گا۔ چنانچہ وہ بقسم بیان کرتے تھے کہ ابر محیط تھا اور آندھی اس قدر قریب معلوم ہوتی تھی کہ دو ہی گام پر ہم کو لے لیگی مگر ہم باطمینان اپنی قیام گاہ پر پہنچ گئے تب آندھی ایسی آئی کہ اندھیرا ہو گیا اور پانی بھی بہت زور سے برسا۔

حضرت مرشدی ومولائی مدظلہ العالی ارشاد فرماتے ہیں کہ

۱۳۲۰ھ میں حضرت قبلۂ عالم میری نسبت کی غرض سے سہوان مع متعلقین تشریف لے گئے کچھ دن کے بعد زمانہ عرس حضرت شاہ عطاء اللہ صاحب جد امجد

قاضی عبدالشکور صاحب رحمہما آ گیا چونکہ اس مزار کے متعلق شاہی معافی تھی اور چچا محمد احسن صاحب جن کے یہاں میری نسبت ہوئی تھی اس معافی کے متولی تھے۔ وہ حضرت قبلۂ عالم کو بغرض شرکت فاتحہ لے گئے۔ میں قبل سے روشنی کے انتظام میں گیا ہوا تھا۔ روشنی کڑوا تیل کے چراغوں کی تھی۔ مزار پر صرف حصاری دیوار ہے کوئی سایہ نہیں اور نہ دیوار میں کوئی طاق، منڈیر پر تقریباً سوڈیڑھ سو چراغ رکھے ہوئے جل رہے تھے۔ حضرت قبلۂ عالم کی جانب پشت اور مزار کی جانب متوجہ ہو کر بیٹھے قوال پائیں مزار میں دکن کی جانب بیٹھے تھے۔ یہ غزل شروع ہوئی۔ غزل

یا خواجہ معین الدین چشتی سلطان الہند غریب نواز
یا واقف راز خفی وجلی سلطان الہند غریب نواز

اور جب اس مقطع پر پہنچے۔

یہ داغ کہاں تک رنج سہے تم سے نہ کہے تو کس سے کہے
تم آل نبی اولاد علی سلطان الہند غریب نواز

اس پر لطف پیدا ہوا کہ یکا یک ابر آ کر بارش شروع ہوگئی۔ قوالوں نے سماع بند کرنا چاہا مگر چونکہ حضرت نے جنبش نہیں فرمائی لہٰذا سماع جاری رہا اور یہی مقطع پڑھا جا تا رہا۔ ڈھولک بوجہ بھیگ جانے کے بیکار ہوگئی تھی۔ پانی اس طرح برسا تھا کہ حصار کے اندر قریب ایک ایک بالشت کے پانی کھڑا ہو گیا حضرت اسی میں بیٹھے ہوئے تھے۔ اور قوال گا رہے تھے قبل بارش کے چراغوں کو سنبھالنے کی مجھے ضرورت پڑا کرتی تھی مگر بارش شروع ہونے پر کوئی چراغ بجھا ہی نہیں جو سنبھالا جا تا۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ یا تو چراغ پر برستا ہی نہیں یا ان پر تیل برس رہا ہو۔ کہ کھلے میدان اور پانی برسنے میں روشنی ہو رہی ہے۔ تقریباً یہ دور دو گھنٹہ قائم رہا اس کے بعد فاتحہ ہوئی۔

میر یعقوب علی صاحب پھپھوندوی کی روایت سے منشی دین محمد صاحب تحریر فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ امساک بارش ہوا اور قصبہ پھپھوند کے لوگ بہت پریشان

ہو کر حضرت قبلۂ عالم سے طالب دعا ہوئے۔ حضرت نے سب سے دعا کرنے کو فرمایا اور دو تین روز تک عید گاہ میں سب لوگ اور حضرت بھی تشریف لے گئے دعا کی مگر بارش نہیں ہوئی۔ اسی زمانہ میں ایک شیعہ فرخند علی شیعوں میں آیا ہوا تھا اور اس کے عالم فاضل ہونے کی بہت شہرت تھی۔ ایک جلسہ ہوا اور حضرت نے وہاں تشریف لے جا کر وعظ فرمایا اور فضائل صحابہ کرام مختلف علوم سے بڑے دلائل سے بیان فرمائے اور ختم وعظ پر دُعا کے وقت حضرت نے ایک روایت یہ بیان فرمائی کہ ایک وقت امساک بارش ہونے پر لوگوں نے ایک مقام پر دُعا کی تھی اس جلسہ میں ایک شخص نے اس طرح دُعا کی کہ خداوندا تو نے میری آنکھوں میں بھید رکھا ہے اس کے طفیل سے پانی برسا دے۔ یہ بیان کر کے فرمایا کہ بھید ان بزرگ کی آنکھوں میں یہ تھا کہ انہوں نے حضرت بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ کو اپنی آنکھوں سے دیکھا تھا اس کے بعد فرمایا کہ اس جلسہ میں بھی سب لوگ دُعا کریں کیا عجب ہے کہ اس تذکرہ کی برکت سے اللہ تعالیٰ ہمارے حال پر رحم فرما کر بارانِ رحمت نازل کرے۔ یہ فرما کر حضرت نے دُعا کے لیے ہاتھ اٹھائے اور سب نے بھی ہاتھ اٹھائے دُعا ختم نہ ہونے پائی تھی کہ اَبر آ کر بارش ہونا شروع ہوئی اور اس زور کا پانی برسا کہ لوگوں کو گھر تک پہنچنا دشوار ہو گیا۔

حضرت مرشدی ومولائی مدظلہ العالی ارشاد فرماتے ہیں کہ

بیگم صاحبہ بیوہ نواب فخر الدّولہ مرحوم والی ریاست کدورہ باوَنی نے اپنا واقعہ بیعت خود مجھ سے بیان کیا کہ حضرت قبلۂ عالم جب کدورہ تشریف لانے لگے تو مجھے بیعت کا شوق پیدا ہوا اور بذریعہ منشی رضا حسین سپرنٹنڈنٹ ریاست میں نے حضرت کو مکان پر تشریف لانے کی تکلیف دی حضرت تشریف لائے۔ درمیان میں چلمن پڑی ہوئی تھی مجھے یہ خطرہ گزرا کہ میں نے ابھی علامت بزرگی یا کرامت وغیرہ دیکھی نہیں اس قدر جلدی مرید ہونے میں نہیں کرنا چاہیے۔ لیکن یہ خطرہ محض قلب میں تھا اور اظہار کی نوبت نہیں آئی تھی کہ حضرت نے فرمایا۔ بیگم صاحبہ! شاہی زمانہ میں دہلی میں

ایک درویش مجذوب تھے ایک روز برسرراہ چند سوکھی لکڑیاں زمین میں گاڑے ہوئے صدا لگا رہے تھے کہ ایک ہزار میں ہم اپنا باغ بیچتے ہیں جسے لینا ہو روپیہ ادا کرے، بادشاہ وزیر، امراء وارا کین راستہ سے گزرے اور صدا سنتے ہوئے چلے گئے اور کوئی توجہ نہ دی آخر میں شاہزادی کی سواری گزری اور اس کے کان میں یہ صدا پڑی سواری روک دی اور مکان سے ایک ہزار روپیہ منگا کر مجذوب صاحب کی خدمت میں پیش کیا اور عرض کیا کہ میں باغ خریدتی ہوں انہوں نے کہا کہ میں نے تیرے ہاتھ بیچا اور روپیہ لے کر چلے گئے۔ شاہزادی اپنے مکان واپس آ گئی۔ رات کو خواب میں دیکھا کہ قیامت قائم ہے۔ حساب وکتاب ہو رہا ہے لوگ پریشانی میں ہیں ایک فرشتہ نے اس کا ہاتھ پکڑا اور ایک نہایت آراستہ باغ میں لے جا کر کھڑا کر دیا کہ یہ تیرے لیے ہے۔ میں نے پوچھا کہ مجھے یہ باغ کیوں عطا ہوا فرشتہ نے کہا یہ وہی باغ ہے جو شام کو تو نے فقیر سے خریدا ہے آنکھ کھل گئی بادشاہ سے خواب بیان کیا۔ بادشاہ نے صبح ہوتے ہی دو ہزار روپیہ ساتھ لیا اور ان فقیر صاحب کی تلاش میں چلے ایک جگہ اسی حیثیت سے باغ لگائے ہوئے صدا لگاتے مل گئے۔ بادشاہ نے آگے بڑھ کر کہا کہ میں بجائے ایک ہزار کے دو ہزار میں خریدتا ہوں میاں صاحب نے ہنس کر فرمایا کہ جا اپنا کام کر جانے بوجھے کے ہاتھ ہمارا سودا نہیں ہوتا۔ بیگم صاحبہ کہتی ہیں کہ میں اسی وقت چلمن سے باہر آ کر بیعت کو تیار ہوئی اور حضرت سے عرض کیا کہ بیعت کر لیا جائے۔ حضرت نے مسکرا کر فرمایا اب نہیں میرا اصرار واضطراب بڑھتا گیا۔ خدا خدا کر کے بدقت تمام بیعت فرمایا۔

میر صاحب اپنے رسالہ مرأۃ الخلد میں تحریر فرماتے ہیں کہ یکم ربیع الاوّل شریف کو حضرت نے بذات خاص مجلس میلاد شریف کی۔ ایک ہزار آدمی کے قریب ادنیٰ واعلیٰ مرد عورت جمع ہوئے۔ شیرنی کل پانچ روپیہ کی حضرت نے اپنی جیب اقدس سے منگائی تھی جو کہ چار سیر فی روپیہ کے حساب سے آئی۔ حضرت نے شیخ مراد بخش سوداگر کو

تقسیم کا حکم دیا۔ شیخ صاحب نے دریافت کیا کہ کس مقدار میں تقسیم کی جائے۔ ارشاد فرمایا کہ فی کس آدھ پاؤ سے کیا کم دوگے۔ شیخ صاحب کو خیال ہوا کہ ایک سوساٹھ آدمی سے زیادہ یہ کافی نہیں ہوسکتی انہوں نے امتحاناً تقسیم شروع کردی اور بعض اہل وجاہت اور حکام کو کچھ زیادہ مقدار میں دی مگروہ شیرینی سب کو کافی ہوئی بلکہ میرے گھر میں جو پردہ نشین عورتیں آئی تھیں انہیں بھی فی کس آدھ پاؤ دی گئی اور تھوڑی شیرینی میرے اور حضرت کے کھانے کو بچ رہی۔ میرے حضرت مرشدی ومولائی مدظلہٗ العالی ارشاد فرماتے ہیں کہ

حضرت قبلہٗ عالم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو مرچ بہت مرغوب تھی یہاں تک کہ بعض مرتبہ پاؤ بھر گوشت میں پاؤ بھر مرچیں پڑتی تھیں اور اسی کے ساتھ ہری مرچیں مزید برآں دسترخوان پر ہوتی تھیں جس کا غایت درجہ شوق تھا۔

جھانسی میں حافظ قمرالدین مرحوم حضرت کی غلامی میں داخل تھے اور حضرت ہی کی اتباع میں وہ بھی مرچ بہت کھانے لگے تھے انہوں نے حضرت کی دعوت کی۔ چونکہ حافظ صاحب مرحوم کی حالت عسرت کی تھی لہٰذا یہ انتظام فرمادیا کہ حضرت خود تشریف لے گئے اور مجھے ونور خان صاحب ولایتی کو ہمراہ لیا جو سفر میں ساتھ تھے اور سب کو منع فرمادیا ان کے یہاں گوشت روٹی اور سویاں تھیں۔ گوشت ویسا ہی پکا ہوا تھا۔ جیسا کہ حضرت کو مرغوب تھا بکثرت مرچیں پڑی ہوئی تھیں اور علاوہ اس کے ایک پلیٹ میں بہت سی بڑی بڑی پہاڑی ہری مرچیں تلی ہوئی رکھی تھیں۔ مجھے چونکہ نمک بجائے میٹھے کے مرغوب ہے لہٰذا میں نے پہلا نوالہ سالن میں ڈالا نوالہ منہ میں رکھنے پر مرچ سے بیتاب ہوگیا سویوں کے دو تین چمچہ کھائے پھر طبعی رغبت کی وجہ سے ایک نوالہ سالن میں ڈبوکر کھایا پھر وہی کیفیت ہوئی غرض یہ کہ ایک نوالہ سالن کا کھاتا تھا اور تین چار چمچہ سویوں کے۔ میں حضرت سے قریب تر بیٹھا ہوا تھا میری یہ کیفیت حضرت نے ملاحظہ فرماکر ہری مرچوں میں ایک بڑی مرچ اٹھاکر مجھے عطا فرمائی کہ اسے کھالو

میں گھبراتو گیا مگر یہ ارادہ کرلیا کہ اسے ضرور کھاؤں گا۔ چنانچہ میں نے سویاں چھوڑ دیں اور پوری مرچ کو کھالیا کیفیت یہ ہوئی کہ باوجود چلہ کے جاڑے ہونے کے میرے سب کپڑے پسینہ سے اتنے بھیگ گئے کہ نچوڑنے کے قابل ہوگئے لیکن اسی روز سے میں مرچ بے تکلف کھانے لگا اور کتنی ہی زیادہ مرچ ہو مجھے کوئی تکلیف نہیں دیتی۔ جب تک ہری مرچ کا موسم رہتا ہے میں بہت شوق سے ہری مرچ تلی ہوئی، اچار کی اور سادی ضرور کھاتا ہوں اور سالن میں بھی مرچ کافی ہوتی ہے۔

میر صاحب تحریر فرماتے ہیں کہ ایک روز مولوی رحم رحمان صاحب رودولوی حاضر خدمت ہوئے اور انہوں نے کہا کہ آج میں نے خواب میں ان بزرگ کو دیکھا ہے جن کا مزار گونڈہ سے رودولی جانے میں اثناء راہ میں پڑتا ہے اور صرف چہار دیواری ان کے مزار پر بنی ہوئی ہے۔ میں وہاں فاتحہ خوانی کے لیے حاضر ہوا وہ بزرگ مجسم تشریف لائے اور شکایت فرمائی کہ تمہارے چھوٹے بھائی نے ایک گولی میرے سر میں اور ایک گولی میرے سینے میں ماری اور تعبیر دریافت کی کہ اس کی تعبیر کیا ہوئی۔ حضرت نے سکوت فرمایا۔ انہوں نے تعبیر کا اصرار کیا آپ نے ارشاد فرمایا کہ تمہارے بھائی نے چہار دیواری کے آڑ میں ایک بازاری عورت سے ایک دفعہ سرہانے اور ایک دفعہ جانب پہلو زنا کیا ہے۔ انہوں نے اس کی تحقیقات خفیہ کی ان کے سائیس نے کل واقعہ مثل تعبیر بتادیا۔

میر صاحب تحریر فرماتے ہیں کہ شیخ رحیم بخش رسالدار ساکن پھپھوند نے جو ایک متمول آدمی تھے۔ انتقال کیا ان کے صاحبزادے شیخ الٰہی بخش صاحب ریاست ریواں میں تھے اور زوجہ رسالدار قبل اس کے مرچکی تھیں۔ منکوحہ ثانیہ ان کے مکان میں تھیں اس نے زرنقد اور اپنا زیور منتقل کردیا۔ شیخ الٰہی بخش خلف رسالدار نے ڈیڑھ مہینہ بعد خبر پائی اور مکان پر آئے تو جائداد پدری سے زرنقد نہ پایا اور نہ مادر ثانی کے پاس زیور دیکھا متردد ہوئے حال پوچھا ادھر سے لاعلمی کا اظہار ہوا۔ واویلا مچا، آخر بناراضی

فریقین مقدمہ شروع ہوا اور بتراضی باہمی پنچایت قرار پائی۔ زوجہ مرحومہ نے دعویٰ مہر مع حصہ زوجگی کے حصے کا کیا اور خلف نے تغلب نے وتصرف کا اور حضرت کو سرپنچ قرار دیا۔ تحقیقات کے بعد پنچایت نے یہ فیصلہ کیا کہ شیخ الٰہی بخش کل جائداد کے قابض رہیں اور بیوہ کو نان نفقہ دیتے رہیں۔ بیوہ نے اس کی اپیل ججی مین پوری میں کی اس وقت معاندین حضرت کو یہ موقع ملا کہ ان کو عدالت میں ادائے شہادت کے واسطے طلب کرایا اور حضرت عدالت وغیرہ میں جانے سے کارہ تھے اور احباب وغیرہ عادت سے واقف تھے۔ انہوں نے چاہا کہ کسی طرح سے حاضری عدالت کو روکیں۔ شیخ الٰہی بخش صاحب اس بات پر آمادہ ہوئے کہ میں مقدمہ سے دستبردار ہوتا ہوں اور عدالت میں درخواست دئے دیتا ہوں۔ میں حضرت کو عدالت میں نہ جانے دوں گا۔ مگر حضرت نے ارشاد فرمایا کہ گو حاضری عدالت میری حالت کے منافی ہے مگر ادائے شہادت حقہ بھی میرے اوپر واجب ہے میں اس سے انکار نہیں کرسکتا مختصر یہ کہ آپ تاریخ معینہ پر مین پوری تشریف لے گئے اور مقدمہ پیش ہوا اور جب آپ کی باری آئی چپراسی روبرو حاضر ہو کر دست بستہ عرض کیا کہ حضور کی یاد ہے آپ کمرہ مسٹر ایکمن صاحب جج میں جیسے ہی داخل ہوئے اور انگریز کی نظر آپ کے جمال باکمال پر پڑی اس نے کہا مولانا صاحب آپ ذرا باہر ٹھہریں میں آپ کو بلاتا ہوں۔ آپ برآمدہ میں نکل آئے اس وقت اس انگریز نے وکلاء فریقین سے استصواب کیا کہ یہ شخص بڑا پادری معلوم ہوتا ہے ہم اس کو کرسی دیں تو آپ لوگوں کو کچھ عذر تو نہ ہوگا۔ کل وکلاء نے باتفاق جواب دیا کہ حضور کو اپنے اجلاس پر اختیار ہے جس کو چاہیں کرسی دیں۔ بعدہٗ حضور کو بلوایا اور سر اجلاس تعظیم کر کے کرسی پر بٹھایا۔ مخالفین کو سخت ناگوار گزرا اور اپنے وکیل کو ملامت کی کہ تو نے کیوں اپنی رضا بیان کی مگر وہ امر قدرتی تھا اس کو کون روک سکتا تھا۔ آگے اور سنئے وکیل فریق ثانی نے ڈیڑھ سو سوالات جرح قانونی قائم کیے تھے اور اس کو یقین ہو چکا تھا کہ مولانا صاحب کو قانون میں دخل نہیں ہے اس میں

وہ اکھڑ جائیں گے مقدمہ میرا ہو جائے گا۔

اب قدرت حق دیکھئے کہ تھوڑی دیر بعد صاحب جج نے وکیل فریق ثانی سے کہا کہ مولانا صاحب کو تکلیف ہے جو تم کو دریافت کرنا ہو دریافت کرلو۔ اس نے سوال کرنا شروع کیا جو سوال قانونی ہوتا اس کو صاحب جج کہتے کہ اس کا جواب ہم دیں گے۔ مولوی صاحب اس کو کیا جانیں اور جو واقعات کی نسبت سوال کیا اس کو صاحب جج نے کہا کہ تمہارا سوال محض مہمل ہے اس کا جواب کچھ ضرور نہیں جب دس بارہ سوالات کی نسبت انگریز نے یوں ہی ٹالا تو وکیل صاحب نے حاکم سے کہا کہ آپ گواہ کو جواب نہیں دینے دیتے پھر مجھے سوال کرنے سے کیا فائدہ؟ اس کے بعد صاحب جج نے حضرت کو خاص عبارت فیصلہ پنچایت سنا کر دریافت کیا کہ یہ فیصلہ آپ ہی کا کیا ہوا اور لکھا ہے آپ نے ارشاد فرمایا کہ جو میں نے فیصلہ کیا ہے وہ یہی ہے اس کے بعد حضرت کو رخصت کر دیا اور فیصلہ وہ ہی قائم رہا جو حضرت قبلۂ عالم نے کیا تھا۔ آپ کی تعظیم و تکریم دیکھ کر مخالفین کو اور بھی رشک و حسد ہوا۔

حالات وفات شریف حضرت قبلۂ عالم

دو حاشۂ جانکاہ

میرے حضرت مرشدی و مولائی مدظلہ العالی ارشاد فرماتے ہیں کہ ۱۳۱۹ھ میں حضرت قبلۂ عالم مع میرے خیرآباد شریف حاضر ہوئے اور وہاں سے جب واپس مکان تشریف لے آئے تو خلاف معمول یہ اختیار فرمایا گیا کہ اپنی نشست گاہ کی کوٹھری میں دو مصلے بچھوائے گئے اور علاوہ اوقات مکروہہ کے ایک مصلے پر حضرت ہوتے اور دوسرے پر حضرت کی اقتدا میں مولانا اسمٰعیل صاحب محمود آبادی مرحوم جو جید حافظ تھے کھڑے کیے جاتے کوٹھری کا دروازہ بند کرلیا جاتا اور نوافل میں بالجہر کلام مجید پڑھا جاتا اور بہت کم وقت لوگوں سے بات چیت اور ملنے کا ہوتا۔ اللہ کو علم ہے کہ کتنے ختم روزانہ ہوتے

غالباً حافظ صاحب مرحوم کو منع فرما دیا گیا تھا کہ انہوں نے کبھی اس کا ذکر نہیں کیا ہاں یہ دیکھا جاتا تھا کہ حضرت اور حافظ صاحب کے پیر متورم ہو گئے تھے۔ یہ دور پورے ایک سال جاری رہا اور سفر میں بھی اس کا ناغہ نہیں کیا گیا بلکہ جہاں کہیں قیام ہوتا وہیں یہ دور قائم ہو جاتا یہاں تک کہ ذیقعدہ ۱۳۲۰ھ میں خیرآباد شریف میں بھی یوم وفات حضرت شیخ المشائخ رضی اللہ تعالیٰ عنہ تک جاری رہا۔ بعد دفن شریف یہ دور ختم ہو گیا اللہ کو علم ہے کہ یہ کیا اور کیوں تھا بظاہر نظریہ معلوم ہوتا ہے کہ ۱۳۱۹ھ میں حضرت قبلۂ عالم کو یہ علم کرا دیا گیا کہ ہم آئندہ سال تشریف لے جائیں گے۔ لہٰذا تحائف رخصتی جمع فرمائے گئے اور دفن شریف کے وقت وہ پیش کر دئے گئے۔ واللّٰہ تعالیٰ اعلم بحقیقۃ الحال۔

۲۱/ذیقعدہ ۱۳۲۰ھ کو حضرت شیخ المشائخ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا حادثۂ وفات پیش آیا۔ حضرت قبلۂ عالم اس وقت موجود تھے اور غسل و تدفین میں شریک رہے۔ یہ واقعہ حضرت کے لیے صدمہ جانکاہ کا باعث ہوا اور حضرت کی شگفتگی و بشاشت بالکل غائب ہو گئی۔ بعد فاتحہ سوم حضرت جب واپس تشریف لانے لگے تو مولوی اسمٰعیل صاحب محمود آبادی سے فرمایا کہ حضرت شیخ المشائخ کے تیمّم کا ڈھیلہ جو آستانہ عالیہ کی مسجد میں رکھا ہوا تھا اور جس پر حضرت شیخ المشائخ نے کم از کم بارہ برس تک تیمّم فرمایا تھا کیونکہ حضرت کی عمر شریف سو برس سے زیادہ تھی اور نوے سال کی عمر شریف سے بہت سے امراض پیدا ہو گئے تھے۔ جس کی وجہ سے اس پر تیمّم فرمایا کرتے تھے اٹھا لاؤ اور اپنے ملبوس میں لپیٹ کر بکس میں بند فرما لیا اور فرمایا کہ ہمیں تبرک مرا بس است۔

پھپھوند تشریف لانے کے بعد اس تبرک کو میری والدہ صاحبہ کے سپرد فرمایا کہ یہ میرے انتقال کے بعد میری قبر میں سرہانے رکھ دیا جائے۔

احقر مؤلف عرض کرتا ہے کہ حضرت بندہ نواز گیسو دراز رحمہ اللہ علیہ خلیفہ حضرت مخدوم نصیر الدین چراغ دہلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ جن کا مزار اقدس گلبرگہ شریف میں ہے بوقت وفات حضرت چراغ دہلی دکن میں تھے وفات شریف کا حال سن کر جب

دہلی آئے تو یہاں حضرت کے تبرکات خلفاء و مریدین میں تقسیم ہو چکے تھے اور پیران عظام کے تبرک حضرت اپنے ہمراہ قبر شریف میں لے گئے۔ حضرت بندہ نواز کے لیے کچھ باقی نہ تھا حضرت بندہ نواز نے اس چارپائی کا جھلونگہ جس پر حضرت نے وفات شریف فرمائی تھی اور نعش مبارک اٹھائی گئی تھی پٹی وغیرہ نکال کر اور درمیان سے کاٹ کر گلے میں ڈال لیا اور فرمایا کہ ہمیں تبرک مرا بس است۔ اور مع اس تبرک کے دکن واپس تشریف لے گئے۔

میر حضرت مرشدی و مولائی مدظلہ العالی فرماتے ہیں کہ

اس کے بعد ۴ رجمادی الاولیٰ ۱۳۲۲ھ کو خود حضرت قبلۂ عالم کی ہمشیرہ صاحبہ کی وفات ہوئی جو صرف تین روز علیل رہیں۔ یہ بی بی صاحبہ حضرت قبلۂ عالم سے ڈھائی برس چھوٹی تھیں۔ نوعمری میں ان کی شادی ہوئی اور گیارہ سال کی عمر میں بیوہ ہوگئیں اس کے بعد شادی نہیں فرمائی اور پوری عمر تقریباً پچاس سال اپنے بھائی اور بھاوج کے ساتھ بسر فرمائی۔ یہ بی بی صاحبہ اپنے زہد واتقاء میں رابعہ عصر اور ولی کاملہ تھیں۔ غلامان سلسلہ پر بے حد مہربان اور ان کی ہمدرد تھیں۔ اکثر و بیشتر غلامان سلسلہ کے مقاصد انہیں کی وساطت سے پورے ہوتے تھے۔ حضرت قبلۂ عالم کو ان کے ساتھ ایسی محبت تھی کہ کم بھائی بہنوں میں ایسی محبت دیکھی گئی۔ میری پرورش انہیں نے فرمائی تھی۔ میں انہیں کو امّاں کہا کرتا تھا اور پندرہ سال کی عمر تک اپنی والدہ کو والدہ نہ جانتا تھا۔ ان کی وفات کا حضرت پر یہ اثر ہوا کہ باوجود کسی نے حضرت کو روتے ہوئے نہیں دیکھا لیکن چار ماہ تک حضرت کی آنکھوں میں سرخی قائم ہوکر رہ گئی تھی اور بالکل بیر بہوٹی کی طرح سرخ تھیں۔ حکیم مومن سجاد صاحب مرحوم نے مختلف مقویات دماغ اور اطریفل پابندی سے استعمال کرائے تب وہ سرخی دفع ہوئی۔

اس حادثہ جانکاہ کے بعد حضرت پر اور بھی سکوت غالب ہوگیا تھا اور کم کسی سے کلام فرمایا کرتے تھے۔ زیادہ تر کتب بینی و نوافل میں وقت صرف ہوتا تھا۔"

میرے حضرت صاحب قبلہ کو بغرض تعلیم روانہ فرمانا

محرم ۱۳۲۳ھ کا جب چاند نکلا تو حضرت قبلۂ عالم نے میرے حضرت مرشدی ومولائی مدظلہ العالی کو بغرض تعلیم بخدمت امام المعقول والمنقول حضرت مولانا ہدایت اللہ خانصاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں جونپور روانہ کرنے کا ارادہ فرمایا۔ متوسطات تک معقول ومنقول کی تعلیم یہیں مکان پر ہوئی تھی۔شرح وقایہ،نور الانوار، ملاحسن ،میبذی وغیرہ خود حضرت نے پڑھائی تھیں۔حضرت مولانا صاحب قبلہ کو حضرت قبلۂ عالم نے اس سے مطلع فرمایا جس کا جواب اس سے پہلے اوپر خط نمبر ۳ میں آ گیا ہے۔روانگی سے ایک روز قبل بعد مغرب حضرت قبلۂ عالم نے میرے حضرت کو طلب فرما کر ارشاد فرمایا کہ

''میر سید شریف رحمۃ اللہ علیہ جب طالب علمی کے لیے گھر سے چلے تو جہاں انہوں نے تعلیم حاصل کی ایک گھڑا رکھ لیا۔جب مکان سے کوئی تحریر جاتی تھی اسے بلا پڑھے ہوئے گھڑے میں ڈال دیتے۔جب فارغ التحصیل ہو گئے تو وہ تمام تحریرات نکالیں جس پر رونا تھا روئے اور جس پر ہنسنا تھا ہنسئے۔تم علم حاصل کرنے جا رہے ہو لہٰذا یہاں کوئی مرے یا زندہ رہے تم اپنے کام سے کام رکھو اور مولانا صاحب کو راضی رکھنا اپنا فرض سمجھو۔''

میرے حضرت صاحب سے معانقہ خاص

میرے حضرت مرشدی ومولائی مدظلہ العالی بیان فرماتے ہیں کہ دوسرے روز بعد نماز مغرب میری جونپور کی روانگی ہوئی اور دروازہ پر سے معانقہ فرما کر روانہ فرمایا۔ میں تقریباً دوسو قدم گیا تھا کہ حضرت قبلۂ عالم سڑک پر تشریف لائے اور میرا نام لے کر آواز دی میں واپس حاضر ہوا تو پھر معانقہ فرمایا اور فرمایا کہ دیکھو بہت اطمینان سے

پڑھنا اور کسی بات کا کوئی خیال مت کرنا۔ اس وقت یہ ذہن میں بھی نہ آیا کہ یہ ہماری آخری رخصت ہے اور اس کے بعد ہمیں حیات شریف میں حاضری نصیب نہ ہوگی۔ جمادی الاولیٰ ۱۳۲۳ھ میں حضرت قبلۂ عالم کا ایک آخری گرامی نامہ بھی میرے نام پہنچا (جس کی نقل ذیل میں دی جاتی ہے۔ مؤلف)

نقل گرامی نامہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

عزیز احسن سید مصباح الحسن سلمہٗ اللہ تعالیٰ

بعد سلام و دعا کے واضح ہو خداء تعالیٰ کا شکر ہے کہ تم جونپور میں حضرت مولانا صاحب کی خدمت عالی میں حاضر مع الخیر ہو جس کی ایک مدت سے تمنا تھی میں دعا کرتا ہوں کہ حق سبحانہ تعالیٰ تم کو توفیق خیر پر فائز فرما دے۔ تمہارا مولانا صاحب کی خدمت میں پہنچ جانا اور حضرت کا تم پر کرم فرمانا اس کو تھوڑا نہ سمجھنا۔ واللہ خدا تعالیٰ کی بڑی عنایت ہے الحمد للہ علی ذالک۔ اللہ تعالیٰ تم کو تحصیل علم کا شوق اور مولانا صاحب کے راضی رکھنے کا ذوق عطا فرمائے مولانا صاحب کی خدمت میں تسلیم عرض کرو، شاہ صاحب کو سلام کہو۔ یہاں بعونہٖ تعالیٰ خیریت ہے۔ پرسوں دوشنبہ کو پانچ روپیہ روانہ ہوں گے۔ عبد الصمد۔

اپنے وصال کی اطّلاع

۹/ جمادی الاخریٰ ۱۳۲۳ھ کو صبح کی نماز کے بعد حضرت قبلۂ عالم مکان میں تشریف لے گئے اور میری والدہ صاحبہ جس چار پائی پر بیٹھی تھیں اس کے برابر کی چار پائی پر تشریف رکھ کے فرمایا کہ بی بی ہمیں ہمیشہ یہ خیال رہا کہ جب ہمارا ایک بال بھی سفید ہو جائے گا تو ہم دنیا سے تعلق منقطع کر لیں گے اور خدا کے ہو جائیں گے اور مسجد کا

ایک گوشہ اختیار کرلیں گے۔ آج صبح آئینہ دیکھا تو بہت سے بال سفید نظر آئے لہٰذا اب ہم نے ترک کا ارادہ کرلیا اور یہ فرما کر اپنی انگوٹھی اُتاری جس میں اسم گرامی کندہ تھا اور اسی سے فتاویٰ پر مہر ثبت کی جاتی تھی اور فرمایا کہ یہ رکھو اب میرے کام کی نہیں ہے اپنے لڑکے کو دینا اس کے کام کی ہے۔ والدہ نے عرض کیا کہ یہ آپ کیوں کہہ رہے ہیں۔ اگر کوئی فتویٰ وغیرہ آیا تو ضرورت پڑے گی۔ فرمایا کہ نہیں اب ہم یہ کچھ نہ کریں گے اسی کے ساتھ فرمایا کہ تم مطمئن رہو تمہارا لڑکا بہت اچھا ہے اور ہم سے اچھا ہوگا۔ (ان الفاظ متبرکہ کو حضرت مولانا سید اخلاص حسین صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے بھی روایت کیا ہے۔ مؤلف) والدہ صاحبہ نے اسے ایک مزاح پر محمول کیا اور انگوٹھی رکھ لی۔

عارضۂ فالج

۱۵ / جمادی الآخریٰ کو اٹاوہ میں ایک میلاد شریف تھا وہاں سے ایک صاحب حضرت قبلۂ عالم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور شرکت کے واسطے عرض کیا۔ حضرت نے منظور فرمالیا۔ شام کو چار بجے ٹرین اٹاوہ جاتی تھی۔ دو بجے نماز ظہر سے فارغ ہوکر حضرت تیار ہوئے۔ یکہ آ گیا والدہ صاحبہ نے عرض کیا کہ حضرت بلا ناشتہ کبھی تشریف نہیں لے گئے اس مرتبہ ناشتہ کیوں نہیں تیار کرایا۔ فرمایا کہ کھانے کا وقت تو درمیان میں ہوگا نہیں لہٰذا بیکار ہے۔ حضرت کا قاعدہ تھا کہ روشن شاہ کے تکیہ سے اپنی والدہ صاحبہ کے مزار پر فاتحہ پڑھ کر سواری پر بیٹھتے تھے۔ روانگی کے وقت جو لوگ حاضر ہوتے وہاں تک سب ہمراہ جاتے تھے۔ جب فاتحہ سے فارغ ہوکر حضرت قبلۂ عالم یکہ پر تشریف لائے تو حضرت مولانا اخلاص حسین صاحب رحمۃ اللہ علیہ میرے بڑے بہنوئی نے یہ معلوم کرنے کے لیے کہ حضرت کتنے روز کے لیے تشریف لے جارہے ہیں۔ عرض کیا کہ حضرت ڈاک سے جو خطوط آئیں وہ کہاں بھیجے جائیں؟ فرمایا کہ تین روز انتظار کرنا اس کے بعد تمہیں اختیار ہے بعدہٗ حکیم مومن سجاد صاحب مرحوم (یعنی

میرے دادا صاحب۔ مؤلف) سے فرمایا کہ حکیم صاحب یکہ پر بیٹھے اس کے بعد خود تشریف فرما ہوئے اس کے بعد جو صاحب لینے کو آئے تھے وہ بیٹھے اسٹیشن پہنچ کر حضرت پلیٹ فارم پر ٹہلنے لگے۔ اٹاوہ والے صاحب ٹکٹ لائے حضرت نے اچانک حکیم صاحب سے فرمایا کہ میرا سیدھا پیر بھاری ہوگیا ہے۔ حکیم صاحب نے عرض کیا کہ غالباً حضور نے یکہ پر اسی پہلو پر تشریف رکھی ہے لہٰذا پیر سو گیا ہے۔ حضرت نے فرمایا کہ نہیں ہاتھ بھی بھاری ہے اس فرمانے میں زبان میں لکنت بھی پیدا ہوگئی تھی۔ حکیم صاحب نے ایک کپڑا بچھا کر گھبرا کر عرض کیا کہ حضور تشریف رکھیں۔ حضرت کے بیٹھنے میں اضطرار تھا۔ حکیم صاحب نے سہارا دے کر لٹا دیا اور خود یکہ لینے کے لیے دوڑے تاکہ واپس پھپھوند لائیں کئی آدمیوں کے سہارے سے حضرت کو یکہ میں بٹھالا اور چاروں طرف سے پردے لگا دئے اور خود یکہ کا ڈنڈا پکڑ کر پیدل ساتھ ہوئے اور مغرب کے وقت گھر پہنچے قصبہ میں سب کو معلوم ہوگیا کہ حضرت پر فالج کا اثر ہوا ہے۔ حکیم صاحب و ڈاکٹر منیر الدین صاحب ساکن آگرہ جو اس وقت ہسپتال پھپھوند میں تعینات تھے معالج ہوئے۔ اٹاوہ سے مولانا حبیب علی صاحب مرحوم کاکوروی جو عالم اور طبیب تھے انہیں بھی بلا لیا یہ جمعرات کا دن تھا تمام قصبہ میں ہلچل پیدا ہوگئی اور اہل قصبہ مزاج پرسی کے لیے حاضر ہونے لگے حتی کہ لالہ بسنت رائے صاحب کایستھ رئیس قصبہ بھی دیکھنے کے لیے آئے اور تین روز برابر آستانہ پر موجود رہے حکیم صاحب اور ڈاکٹر صاحب سے کہتے تھے کہ آپ بڑے سے بڑے معالج کو بلا لیں اگر حضرت صاحب کو صحت ہوجائے تو میں حضرت صاحب کے ہموزن روپیہ تول کر دینے کو تیار ہوں۔

وصال شریف

۱۶ر جمادی الاخریٰ روز جمعرات و جمعہ گزرا اور حضرت بظاہر غافل رہے۔ ۱۷ر جمادی الاخریٰ روز شنبہ کو بعد مغرب حکیم مومن سجاد صاحب نے نبض دیکھی اور مواجہ

اقدس میں حاضر ہوکر آواز سے رو کر عرض کیا کہ حضرت میں یقین رکھتا تھا کہ میں اس علاج میں کامیاب ہوں گا اور اس صلہ میں حق سبحانہٗ تعالیٰ سے بہت کچھ انعامات لوں گا۔ مگر افسوس کہ یہ میری حسرت پوری ہوتی نہیں معلوم ہوتی۔ حکیم صاحب نیز اور دیکھنے والوں کا بیان ہے کہ حضرت نے ان الفاظ کے بعد مسکرا کر آنکھیں بند کر لیں اور گیارہ بجے شب کو رفیق اعلیٰ سے واصل ہو گئے۔

حضرت مرشدی ومولائی مدظلہ العالی فرماتے ہیں کہ میں اسی روز شب میں چار بجے مع مولوی حافظ اسمٰعیل صاحب محمود آبادی جونپور سے آ گیا۔ اس وقت یہ مسئلہ پیش ہوا کہ قبر شریف کس جگہ بنائی جائے۔ مولوی ذکی الدین صاحب مرحوم کا کوری کی رائے تھی کہ بیرون آبادی ایسے مقام پر تدفین ہو کہ درگاہ شریف بنائی جا سکے مگر والدہ صاحبہ اور حضرت مولانا اخلاص حسین صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے کہا کہ حضرت قبلۂ عالم نے ایک ہفتہ قبل ارشاد فرمایا تھا کہ ہم نے یہ ارادہ کیا تھا کہ جب ہمارے بال سفید ہونے لگیں گے تو ہم مسجد کا ایک گوشہ اختیار کر لیں گے اور چھ ماہ قبل سے یہ عادت شریف کر لی تھی کہ مسجد کے صحن کے شرق جانب گوشۂ مشرق وجنوب میں صبح کی نماز کے بعد چارپائی بچھواتے اور اس پر کچھ دیر آرام فرماتے لہٰذا وہیں قبر ہونا چاہئے چنانچہ اسی مقام پر قبر بنوائی گئی۔

تکفین وتدفین

۱۸ر جمادی الاخریٰ روز یکشنبہ کو دس بجے غسل شریف ہوا جس میں حضرت مولانا اخلاص حسین صاحب حکیم مومن سجاد صاحب، نور خانصاحب ولایتی اور میں نیز کچھ اور غلامان آستانہ شریک تھے۔ کفن پوشی کے بعد شیخ کلو صاحب نے کہا کہ مجھے حضرت نے حکم دیا تھا کہ میں حضرت کے جنازہ پر یہ غزل پڑھوں۔ چنانچہ انہوں نے مواجہہ میں کھڑے ہوکر اس کو پڑھا سامعین کی جو حالت ہوئی وہ احاطہ بیان سے باہر ہے۔ غزل یہ تھی۔

امروز دیگرم بہ فراق تو شام شد — درآرزوئے وصل تو عمرم تمام شد
آمد نماز شام ونیامد نگار من — اے دیدہ پاسدار کہ خوابم حرام شد
بستم بسے خیال کہ بنیم جمال دوست — آں ہم نہ شد میسر سودائے خام شد
محمود غزنوی کہ ہزاراں غلام داشت — عشقش چناں گرفت غلام غلام شد

اندرون محل سرا سے جب جنازہ باہر لایا گیا تو کثرت ہجوم کی وجہ سے مردانہ صحن ناکافی ہوا لہٰذا تھانہ کے باہر جنوبی میدان میں جو بہت لمبا چوڑا تھا جنازہ لے جا کر نماز جنازہ ہوئی وہ تمام میدان بھی بھر گیا تھا۔

چونکہ مولانا حکیم حبیب علی صاحب مرحوم کاکوروی جن سے حضرت سے بہت زیادہ اتحاد تھا اور مولانا حضرت کے بڑے عقیدت منداور ماننے والوں میں تھے لہٰذا انہیں کواجازت امامت دی گئی اور انہیں نے نماز پڑھائی۔

بعد نماز جنازہ جب قبر شریف کی طرف واپس چلا تو راستہ میں قادر بخش حجام اور شیخ کلو صاحب نے سنت محبوبی کے مطابق یہ غزل پڑھی۔غزل

سرو سیمینا بصحرا می روی — نیک بدعہدی کہ بے ما می رومی
اے تماشا گاہ عالم روئے تو — تو کجا بہر تماشامی روی
روئے پنہاں داردازمردم پری — تو پریرو آشکارا می روی
می نوازی بندہ را یامی کشی — می نشینی یک نفس یا می روی
دیدۂ سعدی ودل ہمراہ تست — تانہ پنداری کہ تنہا می روی

اس غزل پر غلامان آستانہ میں جوشورش پیدا ہوئی وہ بھی احاطۂ بیان سے باہر ہے خصوصاً اس شعر پر

اے تماشہ گاہ عالم روئے تو — تو کجا بہر تماشامی روی

اس موقع پر منشی دین محمد صاحب تحریر فرماتے ہیں کہ اس غزل پر اس قدر ذوق وشوق ہوا کہ حضرت قبلۂ عالم کے بڑے بڑے جید عشاق حضرت سیدنا ومولانا

صاحبزادۂ والا شان جناب مولوی مصباح الحسن صاحب قبلہ کے قدموں پر سر رکھتے تھے اور زار وقطار روتے تھے اور زمین پر لوٹتے تھے۔ مؤلف

حضرت مرشدی و مولائی مدظلہٗ العالی فرماتے ہیں کہ

واپسی پر مزار اقدس تک آنے میں کچھ بارش کا ترشح بھی ہوا چونکہ جون کا مہینہ تھا اور اس وقت دھوپ میں کافی تیزی تھی لیکن اس ترشح نے اس گرمی کو بالکل فرو کر دیا تھا۔ مزار اقدس کے اندر حضرت مولانا اخلاص حسین صاحب سرہانے کی جانب اور حکیم مومن سجاد صاحب پائیں میں اور نور خانصاحب ولایتی درمیان میں تھے اوپر سے دینے والوں میں، میں اور چند دیگر لوگ تھے جن کا خیال نہیں۔

حضرت شیخ المشائخ کا وہ تیمّم کا ڈھیلا حضرت کے سر اقدس کے قبلہ جانب رکھ دیا گیا۔ دو بجے تدفین سے فارغ ہو کر نماز ظہر پڑھی گئی۔

تواریخ وصال

(از: حکیم مومن سجاد صاحب رحمۃ اللہ علیہ)

شیخ العالم عبد الصمد
۱۳۲۳ھ

خواجہ عبد الصمد ابدال قدس سرہ
۱۳۲۳

شیخ العالم زبدۂ مقبلاں
۱۳۲۳ھ

شہنشاہ ارباب توکل
۱۳۲۳ھ

شیریں کلام گوہر فشاں
۱۳۲۳ھ

دائرۂ دولت محبوب خدا
۱۳۲۳ھ

(از جناب حافظ اخلاق حسین صاحب رحمۃ اللہ علیہ)

والی غریب نواز
۱۳۲۳ھ

محبوب الٰہی و حضور سید بندہ نواز
۱۳۲۳ھ

الصابرین والصادقین والقانتین
۱۳۲۳ھ

(از: جناب مولانا حکیم حبیب علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ)

امام الانام دخل الجنۃ
۱۳ ۲۳ھ

حضرت قبلۂ عالم کی عمر شریف کے حصص اور اُس کی مشغولی کی تفصیل

ولادت باسعادت	:	۱۴ر شعبان روز جمعہ ۱۲۶۹ھ
ایام طفولیت	:	چارسال چار ماہ
زمانہ تحصیل نوشت وخواند فارسی مع حفظ قرآن	:	تین سال
زمانہ تکمیل علوم عربیہ مع سفر عربستان	:	آٹھ سال
سیر وسیاحت مع مجاہدہ (مع مشغلہ ردفرق ضالہ)	:	چھ سال
رشدوہدایت واعلاء کلمۃ اللہ	:	بتیس سال چھ ماہ تین یوم
وفات شریف	:	۱۷ر جمادی الاخریٰ روز شنبہ ۱۳۲۳ھ

کل عمر شریف ۵۳ سال ۱۰ ماہ تین یوم

سجادگی

حضرت قبلۂ عالم کے فاتحہ سوم کے دن مجمع عام میں حاجی الحرمین شریفین حضرت مولانا سیدنا اخلاص حسین صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ المعروف بہ چچامیاں نے دستار سجادگی جامع شریعت، ہادی طریقت واقف رموز حقیقت، فرد الوقت منبع الحسنات والکمالات، فانی فی الشیخ محبوب رب ذوالمنن حضرت الحاج سیدنا ومولانا شاہ سید مصباح الحسن صاحب متع اللہ المسلمین بطول حیاتہ کے سراقدس پر باندھی اور سب سے پہلے خود نذر پیش کی۔

میرے حضرت مرشدی ومولائی مدظلہ العالی کی عمر شریف اس وقت تقریباً وہی تھی کہ جس عمر شریف میں حضرت قبلۂ عالم رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت شیخ المشائخ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خلافت ومجازیت سے سرفراز ہوئے تھے۔

حضرت قبلۂ عالم کا بعد وصال اپنے مزار پر ٹہلتے ہوئے دیکھا جانا

میرے حضرت مرشدی مولائی مدظلہ العالی فرماتے ہیں کہ

میاں لعل محمد جو پرورش کردہ جناب سید فدا حسین صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ جو بدہیتی فاضل پور ضلع بدایوں سے تعزیت کے لیے پھپھوند آئے تھے اور یہیں بیمار ہوکر عین شب معراج کو انتقال کر کے تکیہ شریف میں دفن ہوئے۔ان کی زمانہ علالت میں ان کے لڑکے فیض محمد نے جو تیمار دار تھا حضرت قبلۂ عالم کا خدمتی اور خوب پہنچاننے والا بعمر ۳۵ سال جوان اور ہشیار تھا۔ ۲۵ رجب المرجب ۱۳۲۳ھ بارہ بجے رات کو (گویا وصال شریف کے ۳۸ یوم بعد) حضرت قبلۂ عالم کو اپنے مزار پر ٹہلتے ہوئے دیکھا اور اس دید سے متحیر ہوکر دیر تک مسجد کے صحن میں جہاں سے پانی لانے گیا تھا کھڑا رہا مگر جب اس نے حضرت کو مخاطب کر کے بات کرنی چاہی تو حضرت کے اپنی طرف دیکھنے سے ڈر گیا۔اس کا بیان تھا کہ اس نے بالکل اسی ہیئت سے اور اسی قسم کے لباس میں حضرت کو دیکھا ہے جیسے کہ آپ بحالت ظاہری رہتے تھے اس کو اپنی دید اور حضرت کی موجودگی پر اس قدر وثوق تھا کہ اس نے خانقاہ میں آکر حضرت چچا میاں صاحب اور حکیم مومن سجاد صاحب رحمۃ اللہ علیہم سے جو مشغول تیمار داری موجود تھے فوراً واپس آکر بیان کیا اور خود مع ہر دو حضرات دوبارہ دیکھنے اور دکھلانے گیا تو مزار پر سناٹا تھا اور مسجد وغیرہ میں بخوبی تفتیش کی گئی تو ایک متنفس بھی وہاں نہ ملا۔

آستانہ حافظیہ خیرآباد شریف کی محفل سماع میں دیکھا جانا

منشی دین محمد صاحب تحریر فرماتے ہیں کہ ۱۳۲۳ھ میں عرس شریف حضرت شیخ المشائخ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی محفل سماع آستانہ حافظیہ خیرآباد شریف میں ہو رہی تھی اور محفل کے گرد جو قطار لوگوں کی کھڑی تھی اس کے گوشۂ شمال ومغرب میں کنوئیں کی طرف مزار

شریف سے ملے ہوئے میں نے حضرت قبلۂ عالم کو سر سے چادر اوڑھے کھڑے ہوئے خوب اچھی طرح دیکھا اور پہچانا اور اس لقاء و تحقیق سے مکیف ہوکر میں کھڑا ہوگیا اس کے ساتھ ہی کل محفل کے لوگ کھڑے ہوگئے اور میں نے لپک کر یہ چاہا کہ حضرت کو محفل کے درمیان میں لے لیا جائے گا مگر میرے اس مقام تک پہنچتے ہی حضرت غائب ہوگئے۔ حکیم مومن سجاد صاحب رحمۃ اللہ علیہ جو اس محفل میں موجود تھے۔ ان سے میں نے رفع تشکیک کے لیے اپنے دید کی تصدیق چاہی تو چونکہ انہوں نے خود بھی حضرت کو کھڑے ہوئے دیکھا تھا اور زیارت کی تھی۔ لہٰذا تصدیق کی اور مزید برآں یہ بھی فرمایا کہ اگر آپ قصد کر کے ادھر نہ جاتے تو فوراً حضرت غائب نہ ہوجاتے۔ جناب حکیم صاحب موصوف کو اس قدر اپنی دید پر وثوق تھا کہ ممدوح نے پھپھوند پہنچ کر اس واقعہ دیدار کو حضرت مولانا سید اخلاص حسین صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ و حضرت سید نا و مولانا شاہ مصباح الحسن صاحب قبلہ سے بیان کیا۔

حضرت قبلۂ عالم کا اپنے مقام و مرتبہ سے کنایۃً آگاہ فرمانا

منشی دین محمد صاحب راوی ہیں کہ ان سے حافظ اخلاق حسین صاحب پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت قبلۂ عالم کے وصال شریف کے دو تین سال قبل بمقام پھپھوند شریف بیان کیا کہ حضرت نے ابھی حال ہی میں ایک روز ارشاد فرمایا کہ حافظ صاحب ہم نے خواب میں دیکھا ہے کہ بہت سی قندیلیں عرش میں لٹکی ہیں ان میں ابدالوں کی روحیں ہیں۔ انہیں قندیلوں میں سے ایک میں بھی ہوں یا میری رُوح بھی ہے۔

میرے حضرت مرشدی و مولائی مدظلہ العالی نے اس حکایت کو ملفوظ حضرت قبلۂ عالم مؤلفہ منشی دین محمد صاحب مرحوم پر اپنے دست اقدس سے نقل کرنے کے بعد تحریر فرمایا ہے کہ یہ حکایت مؤلف مرحوم نے اپنی وفات سے دو ماہ قبل ۴۹ھ ۲۳ محرم کو بذریعہ خط بھیجی مگر درج ہونے سے قبل لفافہ کاغذات میں مخلوط ہوگیا اور یاد بھی نہ رہا۔

آج مرحوم کی وفات کے سات روز بعد بلا خیال کچھ کاغذ دیکھ رہا تھا کہ لفافہ ملا بوجہ تعلقات مرحوم کھولا اور پڑھا یہ حکایت ملی لہٰذا فوراً درج کی گئی۔ گویا بعد وفات بھی مؤلف مرحوم تالیف و تکمیل میں مصروف ہیں۔ چونکہ اس حکایت کا آج درج ہونا مؤلف مرحوم کی بین کرامت ہے گویا مرحوم نے جان دے کر اس مرتبہ کا مشاہدہ کیا اور درج ملفوظ شریف کرایا، لہٰذا وابستگان سلسلہ عالیہ کو اس میں شک کرنا ایمان کھونا ہے۔

ذکر اولاد حضرت قبلۂ عالم رضی اللہ تعالیٰ عنہ

(۱) سب سے پہلے ایک صاحبزادی صاحبہ پیدا ہوئیں جن کا عقد حضرت حاجی الحرمین شریفین سیدنا مولانا اخلاص حسین صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہوا۔
آپ سے جو اولاد ہوئیں ان کا ذکر آئندہ ہوگا۔

(۲) ایک صاحبزادی صاحبہ پھر پیدا ہوئیں جن کا عقد مولوی سید سراج الحسن صاحب سے ہوا۔
آپ کی اولاد میں صرف دو صاحبزادیاں پیدا ہوئیں۔ بڑی صاحبزادی صاحبہ کا عقد حضرت مولانا سید اختصاص حسین صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہوا۔
آپ سے جو اولاد ہوئی اس کا ذکر آئندہ ہوگا۔
چھوٹی صاحبزادی صاحبہ کا عقد مولوی سید اکرام حسین صاحب سب رجسٹرار مرحوم سے ہوا۔ آپ کے متعدد اولادیں ہوئیں لیکن صرف ایک صاحبزادہ سید احترام حسین اور دوسری صاحبزادی بفضلہٖ حیات ہیں۔ سید احترام حسین صاحب آج کل کراچی پاکستان میں ہیں۔ صاحبزادی صاحبہ کا عقد سید عبدالنصیر صاحب سے ہوا اور وہ بھی پاکستان میں ہیں۔

(۳) میرے حضرت مرشدی و مولائی حضرت الحاج سیدنا و مولانا شاہ سید مصباح الحسن صاحب قبلہ متع اللہ المسلمین بطول بقائیہ آپ کی اولاد کا ذکر آئندہ ہوگا۔

(۴) حضرت سید اکرام حسین صاحب جو بالکل صغر سنی میں انتقال فرما کر مسجد کے صحن کے کنارے دفن ہوئے۔

تعمیر گنبد شریف بر مزار فائز الانوار حضرت قبلۂ عالم

میرے حضرت مرشدی و مولائی مدظلہ العالی فرماتے ہیں کہ ابتداءً حضرت قبلۂ عالم کے مزار اقدس پر حاضرین کے سایہ کے لیے خس پوش چھپر ڈالا گیا اس کے چند سال کے بعد بجائے چھپر کے لکڑی کے پائے کھڑے کرکے ٹین ڈالا گیا۔ جب والدہ صاحبہ کی وفات ہوئی تو اس ٹین کے شرق جانب وہ دفن ہوئیں۔ دونوں مزاروں کے درمیان دیوار حائل تھی درمیان میں دروازہ لگا دیا گیا اور والدہ صاحبہ کے مزار پر کوٹھری نما ایک خوبصورت عمارت اینٹ گارے کی حضرت چچا میاں رحمۃ اللہ علیہ نے بنوادی اس کے بعد سیٹھ اسمٰعیل بھائی مرحوم ساکن بمبئی کی یہ تمنا ہوئی کہ میں دونوں مزاروں کو ملا کر گنبد کے اندر لے لوں اور ایک گنبد بنوا دوں۔ اس کی بنیاد کی کھدائی کے لیے دونوں عمارتیں ہٹانا پڑیں اور ۲۷ رفٹ گہری بنیاد کھودنا پڑی تب اصلی زمین ملی۔ اس پر دس فٹ کنکریٹ کی کٹائی کی گئی پھر دس فٹ بلند چونے کی ڈانٹیں لگائی گئیں اور اس پر سات فٹ چونے کی چنائی کی گئی اور چار فٹ چوڑی بنیاد بھری گئی۔ زمین کے برابر آنے کے بعد کچھ ایسے اسباب پیدا ہوئے کہ آگے عمارت نہ بنائی جاسکی اور کچھ دن بعد مجبوراً اسی بنیاد پر قناتی دیوار بطور حصار کھنچوادی گئی اور جانب غرب دو دروازہ بنادئے گئے اور باقی دروازوں میں جالی بھروادی گئی۔ اس اثنا میں جمادی الاخریٰ ۶۴ھ میں سیٹھ اسماعیل بھائی مرحوم کا انتقال ہوگیا اور عمارت بننے سے مایوسی ہوگئی۔

رمضان المبارک ۷۱ھ میں حاجی رحیم بخش صاحب نانپاروی حضرت چچا میاں رحمۃ اللہ علیہ کی فاتحہ میں آئے اور میرے حضرت صاحب سے بیان کیا کہ میں جب پہلے حج کو مع اہلیہ گیا تو اس وقت چونکہ نوٹوں کا رواج نہ تھا اس لیے گنیاں بنوا کر لے گیا

تھا واپس جب مکان آیا تو سولہ گنی میرے پاس باقی رہ گئی تھیں جو میں نے محفوظ کردی تھیں اور یہ نیت کرلی تھی کہ کسی کارخیر میں صرف کروں گا اور وہ اب تک میرے پاس موجود ہیں اگر درگاہ شریف کی تعمیر شروع کردی جائے تو وہ سب گنیاں اس کے لیے پیش کردوں اور لوہا جس قدر بھی عمارت میں صرف ہوگا وہ ان گنیوں کے علاوہ اپنے پاس سے دوں گا۔ حاجی جہانگیر خانصاحب ساکن پھپھوند مقیم حال میرٹھ جو گورنمنٹ کنٹریکٹر ہیں موجود تھے انہوں نے پانچ سو روپیہ نقد پیش کیے کہ یہ میری جانب سے شامل کرلئے جائیں۔ حاجی معین اللہ صاحب اٹاوی نے بھی مبلغ پانچ سو روپیہ نقد پیش کیے۔ یوں دو ہزار روپیہ سے زائد ہوگیا۔ ۱۷ر ذیقعدہ ۴۷ھ کو عمارت کی پہلی اینٹ رکھ دی گئی نقشہ عمارت سید محمد مسلم صاحب ساکن پھپھوند جو پی، ڈبلو، ڈی بھوپال میں سپرنٹنڈنٹ ٹیکنکل تھے انہوں نے بنایا جناب شیخ کلو صاحب سے مسموع ہوا کہ مکان مسکونہ جب حضرت قبلۂ عالم نے بنوایا ہے تو اس کا نقشہ عمارت حسب تجویز میر وزیر حسین صاحب مرحوم اُورَسِیَر نے بنایا تھا۔ سید محمد مسلم صاحب ان کے پوتے ہیں لہٰذا حق بحقدار رسید۔ عمارت خدا کے فضل سے بہت شاندار بن گئی اور تقریباً بارہ ہزار روپیہ صرف ہوئے جو تمام تر غلامان آستانہ عالیہ نے پیش کیے اور اس حیثیت سے اس میں ادنیٰ و اعلیٰ غلام سب ہی شامل ہیں۔ یہ عجیب بات ہے کہ سیٹھ اسماعیل بھائی مرحوم جو تنہا اس عمارت کو بنوا سکتے تھے باوجود انتہائی کوشش کے زمین سے اوپر کچھ نہ بنا سکے اور اب یہ عمارت بآسانی بن کر تیار ہوگئی میرے نزدیک حضرت قبلۂ عالم کو یہ منظور نہ تھا کہ کوئی شخص یہ کہہ سکے کہ ہم نے اس عمارت کو بنوایا ہے اور جب جمہور غلامان صمدیہ شامل ہوئے عمارت بن گئی لیکن حاجی اسمٰعیل بھائی مرحوم کی بھی نیت مقبول تھی کہ جو بنیاد وہ بھروا گئے تھے اسی پر یہ عمارت تعمیر ہوئی۔ صرف دیواروں کا پلاسٹر اندر و باہر باقی ہے جو وقت آنے پر انشاءاللہ تعالیٰ ہو جائے گا۔

آستانہ عالیہ پر خانقاہ شریف خام بنی ہوئی تھی جو شیخ کلو صاحب رنگریز نے

بنوائی تھی جس کا ذکر سابق میں گزرا، مولوی سید اعزاز حسین صاحب رحمۃ اللہ علیہ ابن مولانا سید اخلاص حسین صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے حسب اجازت میرے حضرت مرشد ومولائی مدظلہٗ العالی پختہ خانقاہ مع آہنی پھاٹک وحجرہ آثار متبرک عام غلامان آستانہ کے تعاون سے ۱۳۶۲ھ میں تیار کرائی۔ جس کی تاریخ مولوی سید عبد الولی صاحب نے حسب ذیل لکھی۔

تاریخ

حاجت بادۂ وساغر نہیں رندوں کو جہاں
واہ کیا خم کدۂ چشت ہوا ہے تعمیر

بے پئے مست یہاں رہتے ہیں پینا کیسا
چشم ساقی میں خمار ایسا ہے ایسی تاثیر

فکر تاریخ ولی کو تھی کہ ہاتف نے کہا
غم نہ کر خمکدۂ چشت ہی کر دے تحریر

۱۳۶۲ھ

عرس شریف حضرت قبلۂ عالم

حضرت کا عرس شریف ہر سال ۱۶/۱۷/۱۸/ جمادی الاخری کو آستانہ عالیہ صمدیہ پر منعقد ہوتا ہے جس میں متوسلین ومعتقدین کا ایک کثیر ازدہام ہوتا ہے۔ ایام عرس شریف عجب بارونق وبافیض ہوتے ہیں۔ ہزارہا مخلوق خدا اپنے اپنے مقاصد ومراد کو پہنچتے ہیں۔

مہمانان عرس شریف کو لنگر شریف سے ۳/ یوم برابر صبح کے وقت ناشتہ اور شام کو کھانا دسترخوان پر بٹھا کر شکم سیر ہو کر کھلایا جاتا ہے۔ میرے حضرت مرشدی ومولائی مدظلہٗ العالی شب میں بعد سماع اس وقت کھانا تناول فرماتے ہیں جب کہ مہمانان عرس شریف میں سے ایک بھی مہمان کھانے کے لیے باقی نہیں رہتا۔ اس وقت تک آستانہ شریف سے متعلق یا مصارف عرس شریف کے لیے کوئی وقف ہے اور نہ کوئی مستقل

ذریعہ آمدنی۔ میرے حضرت صاحب قبلہ دامت برکاتہم العالیہ تمام انتظامات عرس شریف کوتو کلاً علی اللہ شروع فرماتے ہیں اور بفضلہٖ تعالیٰ تمام اخراجات بحسن خوبی پورے ہوتے ہیں۔ ہر سال تقریباً علاوہ اشیاء نذور کے دوڈیڑھ ہزار روپیہ سے کم مصارف عرس شریف میں نہیں ہوتے۔

نظام الاوقات عرس شریف

۱۶ر جمادی الاخری	بعد نماز فجر قرآن خوانی، بعد نماز ظہر غسل مزار اقدس بعد نماز مغرب لنگر شریف، بعد نماز عشاء جلوس گاگر شریف
۱۷ر جمادی الاخریٰ	بعد نماز فجر قرآن خوانی، بعد نماز ظہر جلوس چادر شریف بعد نماز عصر مخصوص فاتحہ (بمقام باورچی خانہ) بعد نماز مغرب لنگر شریف، بعد نماز عشاء تقاریر علما کرام بعدہٗ محفل سماع وصندل شریف بر مزار اقدس
۱۸ر جمادی الاخریٰ	بعد نماز فجر قرآن خوانی، بعد نماز ظہر زیارت موئے مبارک و قدم شریف سرکار اقدس صلی اللہ علیہ وسلم۔ بعد نماز مغرب لنگر شریف، بعد نماز عشاء تقاریر علما کرام بعدہٗ محفل سماع قبل نماز قل شریف

حضرت قبلۂ عالم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مختصر حالات طیبات ختم ہوئے اب حضرت کے خلفاء ومجاز مخصوص غلامان کے مختصر حالات لکھے جاتے ہیں۔

مختصر حالات خلفاء و مجاز حضرت قبلۂ عالم و مخصوص غلامان آنحضرت

ذکر حضرت حاجی الحرمین شریفین سیدنا و مولانا
شاہ سید **اخلاص حسین** صاحب رحمۃ اللہ علیہ
المعروف بہ چچا میاں برادر و داماد و خلیفہ و مجاز حضرت قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ

حضرت قبلۂ عالم کے حقیقی بڑے چچا حاجی سید انوار حسین صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے سب سے چھوٹے صاحبزادے تھے۔ یہ جب شکم مادر میں تھے حضرت قبلۂ عالم عالم گونڈہ سے سہسوان تشریف لے گئے اور اپنی چچی صاحبہ کو اپنا کرتہ شریف عنایت فرمایا اور یہ فرمایا کہ تمہارے لڑکا ہو تو اسے اسی کا پہلا کرتہ پہنایا جائے اور اس کا نام اخلاص حسین رکھا جائے۔ چنانچہ ان کی ولادت ہوئی اور پہلا کرتہ اسی کپڑے کا پہنایا گیا اور نام اخلاص حسین رکھا گیا۔ جب یہ چار سال کے ہوئے تو حضرت قبلۂ عالم پھپھوند سے سہسوان تشریف لے گئے اور اپنے چچا و چچی سے انہیں مانگ لیا اور پھپھوند اپنے ہمراہ لے آئے، حالانکہ اس وقت تک مستورات میں سے کوئی بھی پھپھوند تشریف نہیں لائیں تھیں۔ تمام تربیت و تعلیم حضرت قبلۂ عالم ہی نے انہیں دی اور کسی دوسرے کو ان کا استاد نہیں بنایا گیا سوائے حکیم مومن سجاد صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے کہ انہیں طب پڑھانے کا حکم دیا گیا۔ جب یہ سن بلوغ کو پہنچے اور تقریباً بیس اکیس سال کی عمر ہوئی تو حضرت قبلۂ عالم نے اپنی بڑی صاحبزادی صاحبہ سے ان کا عقد کر دیا اور اخراجات شادی دونوں جانب سے خود ہی فرمائے اور شادی کے بعد بھی ان کا تمام تر تکفل اپنے ذمہ رکھا۔ اولادیں جو ہوتی رہیں وہ بھی سب حضرت کے تکفل میں رہیں۔ بعد وفات حضرت قبلۂ عالم بھی جب تک حج کے واسطے تشریف نہیں لے گئے کبھی ایک دن کو بھی آستانہ شریف سے علیحدہ نہیں ہوئے۔ یہ تعلق و برتاؤ حضرت قبلۂ

عالم کا ادائے سنت نبوی تھا۔'' کہ سرکار دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنے چچا حضرت ابو طالب سے ان کے سب سے چھوٹے صاحبزادے حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم کو مانگ لیا اور اپنے تکفل میں لے لیا اور بعد بلوغ حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اپنی صاحبزادی سے ان کا نکاح فرمادیا اور مدینہ اقدس میں ان کا مکان بھی اپنے بیت اقدس سے بالکل متصل بنوادیا گیا۔'' بوجہ عم زاد ہونے کے کچھوچھہ کے عموماً سب لوگ نیز غلامان سلسلہ بیرونی بھی انہیں چچا میاں کہا کرتے تھے۔ لیکن ان کا برتاؤ حضرت کے ساتھ نہ برادرانہ تھا نہ مثل دامادوں کے بلکہ خالص غلامانہ تعلق ظاہر و باطن تھا چنانچہ بار ہا حضرت قبلۂ عالم نے اس کا اظہار فرمایا کہ اخلاص حسین نہ مجھے بھائی سمجھتے ہیں نہ خسر بلکہ خالص اپنے آپ کو مرید سمجھتے ہیں اور وہی برتاؤ ان کا رہتا ہے ان کی تقریباً ۱۸ سال کی عمر تھی۔ کہ حضرت قبلۂ عالم خیر آباد شریف حاضر ہوئے ہمراہی میں حافظ اخلاص حسین صاحب پانی پتی، شیخ الٰہی بخش کچھوچھوی ولد رسالدار رحیم بخش صاحب نیز اور چند حضرات تھے وہاں سے واپسی پر شیخ الٰہی بخش صاحب مرحوم نے حضرت قبلۂ عالم سے عرض کیا کہ میں نے جو برتاؤ حضرت شیخ المشائخ کا اپنے پیر و مرشد کے ساتھ پایا وہی برتاؤ مولوی اخلاص حسین صاحب کا آپ کے ساتھ پاتا ہوں۔ حضرت قبلۂ عالم نے ان کی اس تنقید کو بہت دقیع نظر سے ملاحظہ فرمایا اور بار ہا لوگوں سے ذکر فرمایا کہ شیخ الٰہی بخش بہت ذہین و طباع ہیں۔ میں نے اکثر ان کے قیافہ کو صحیح پایا ہے اور اس کے بعد مسرت سے ذکر فرمایا کرتے تھے کہ اخلاص حسین کے متعلق انہوں نے یہ قیافہ قائم کیا۔

چچا میاں رحمۃ اللہ علیہ کو حضرت نے تمام خدمات آستانہ سپرد فرمادی تھیں اور تمام تر انتظامات اندرو باہر کے ان سے متعلق تھے حتی کہ بازار سے سودا وغیرہ بھی خود ہی لایا کرتے تھے۔ باوجودیکہ اکثر و بیشتر خدام آستانہ پر کام کرنے والے موجود رہا کرتے تھے۔ ایک مرتبہ انہوں نے خود بیان فرمایا کہ گھر میں تیل کی فرمائش کی گئی۔

میں تیل کا برتن لے کر باہر آیا چونکہ راستہ میں مولوی ذکی الدین صاحب مرحوم کاکوروی وکیل کی نشست گاہ تھی اور لب سڑک ان کا کمرہ تھا لہٰذا انہیں یہ حجاب ہوا کہ مولوی صاحب مجھے تیل لاتے ہوئے دیکھیں گے لہٰذا کسی دوسرے شخص کو برتن دے کر تیل منگوالیا۔ فرماتے ہیں کہ اسی دن رات کو خواب میں دولت دیدار سرکار دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے مشرف ہوا۔ سرکار بازار تشریف لیے جارہے ہیں وہاں کچھ سودا خریدا اور ایک کپڑے میں اسے باندھا میں نے بڑھ کر اسے اٹھانے کا ارادہ کیا مگر حضور سرکار کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے سبقت فرما کر اسے اپنے شانۂ اقدس پر رکھ لیا اور میری طرف مخاطبہ فرما کر ارشاد فرمایا کہ لا عار منی ولا منه العار یعنی اپنے کاموں میں عار و شرم کرنا نہ میرا طریقہ ہے نہ مجھے اس کام میں کوئی عار ہے آنکھ کھل گئی صبح انہوں نے مکان پر تحریک کر کے پھر تیل کے دام حاصل کیے اور تیل کا برتن خود لے کر بازار گئے۔ واپسی میں تیل کا برتن اسی ہاتھ میں لیا جس جانب مولوی ذکی الدین صاحب بیٹھے ہوئے تھے۔ جب ان کی نگاہ پڑی تو انہوں نے کہا کہ چچا میاں کوئی آدمی نہ تھا جس سے آپ منگوالیتے جواب میں مسکرا کر یہ فقرہ فرمادیا کہ اس وقت میں خود آدمی ہوں۔ عرس شریف حضرت خواجہ خواجگان غریب نواز رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا انتظام بالکلیہ حضرت چچا میاں کے ہاتھ میں حضرت قبلۂ عالم نے دے دیا تھا مگر یہ اس کے پابند تھے کہ روزانہ صبح کو حاضر ہو کر عرض کرتے کہ کل مہمانوں کی یہ تعداد تھی اور اتنی پخت ہوئی آج کس مقدار میں پخت کرائی جائے جتنا ارشاد ہوتا اتنی ہی پخت کراتے۔ جب تمام مہمان کھانے سے فارغ ہو جاتے تو حاضر ہو کر عرض کرتے کہ اب کوئی مہمان کھانے سے باقی نہیں ہے۔ تو ارشاد ہوتا کہ ہمارا کھانا لاؤ چنانچہ خود چچا میاں کھانا لے کر حاضر ہوتے اور حضرت کے کھانے سے فارغ ہونے کے بعد جو کچھ دسترخوان پر بچتا وہ خود کھالیتے اپنے آپ نہ پہلے کھاتے نہ بعد کو۔ باورچی خانہ میں سے نہ اور کوئی چیز لیتے وہی پس خوردہ حضرت قبلۂ عالم غذا ہوتی۔ یہ طریقہ بعد وفات شریف بھی

جاری رہا۔ میرے حضرت مرشدی ومولائی مدظلہ العالی کے باوجودیکہ بڑے بہنوئی اور استاد ہونے کے حضرت قبلۂ عالم کے عرس شریف کے موقع پر جہاں سے کھڑے ہوکر پخت کے متعلق حضرت قبلۂ عالم سے دریافت کیا کرتے تھے آج کتنی پخت کرائی جائے وہیں سے کھڑے ہوکر دریافت کرتے جواباً صرف یہ کہہ دیا جاتا کہ آپ کو اختیار ہے۔ اس وقت کھانا پکواتے۔ دو چار مرتبہ میرے حضرت صاحب قبلہ نے فرمایا کہ آپ ایسا کیوں کرتے ہیں میں بالکل اس معاملہ میں ناتجربہ کار ہوں جواب میں فرماتے کہ میں اپنے اس طریق کو نہیں چھوڑ سکتا اور اب تک ان کی اولاد اور پوتے بھی اس کے پابند ہیں اور ان کی اولاد میں یہ خدمت اب تک قائم ہے۔ وفات شریف حضرت قبلۂ عالم کے وقت وفات سے تقریباً گھنٹہ بھر پہلے یہ حاضر خدمت تھے۔ حضرت قبلۂ عالم نے اپنا دست اقدس ان کی پشت پر رکھ کر دیر تک سینہ سے لگائے رکھا۔ حضرت قبلۂ عالم کی فاتحہ سوم میں اکثر خدامان آستانہ مثل حکیم مومن سجاد صاحب ونور خانصاحب ولایتی رحمہما کی یہ رائے تھی کہ جب تک صاحبزادے صاحب کا دور طالب علمی ہے چچا میاں خدمات سجادگی ادا کریں لیکن انہوں نے قطعاً انکار فرمایا کہ جب حضرت قبلۂ عالم نے ایک ہفتہ قبل اپنی مہر کی انگوٹھی یہ فرما کر حضرت پیرانی صاحبہ معظّمہ رحمۃ اللہ علیہا کو عطا فرمائی تھی کہ یہ مصباح الحسن کو دینا ان کے کام کی ہے تو میں اس خدمت کو انجام دینے کو ان کی موجودگی میں تیار نہیں ہوسکتا۔ لہٰذا میرے حضرت صاحب قبلہ کی دستار بندی چچا میاں نے اپنے ہاتھ سے کی اور تمام وہ مراسم جو حضرت قبلۂ عالم سے وہ برتاؤ کرتے تھے تازندگی صاحب سجادہ صاحب سے قائم رکھے۔ چونکہ دور طالب علمی حضرت قبلۂ عالم کی وفات کے بعد چھ برس قائم رہا اور میرے حضرت صاحب جونپور اور پیلی بھیت رہے لہٰذا انہوں نے مجبور کیا کہ جو مرید ہونے کے لیے حاضر ہوں انہیں مرید کرلیا کیجئے اس وقت انہوں نے مرید کرنا شروع کیا حالانکہ ہر شخص جانتا تھا کہ چچا میاں حضرت قبلۂ عالم کے مجاز وخلیفہ ہیں۔ جب میرے

حضرت صاحب تحصیل علم سے فارغ ہو کر مکان پر تشریف لائے تو انہوں نے بیعت لینا چھوڑ دیا حتی کہ جب حج کو تشریف لے گئے اور ممبئی میں بعض لوگوں نے خواہش بیعت کی تو فرمادیا کہ پھپھوند جاؤ اور حضرت صاحب سجادہ صاحب سے بیعت کرنا اور خود بیعت نہیں فرمایا۔

اخلاق اتنا وسیع تھا کہ بعض مرتبہ اس کی بدولت تکلیف اٹھاتے تھے لیکن انکار نہیں فرماتے تھے چنانچہ میرے حضرت مرشدی ومولائی مدظلہ العالی بیان فرماتے ہیں کہ

ایک مرتبہ امیر خاں قوال جو پہلوان قسم کے آدمی تھے۔ گرمی کے موسم میں انہوں نے فرمائش کی چچا میاں ذرا کرتا اُتاریئے تو میں آپ کی پیٹھ مل دوں فوراً کرتہ اٹھالیا انہوں نے اس زور سے پیٹھ ملی کہ تمام کھال چھل گئی اور کئی روز تک چت نہ لیٹ سکے اور لوگوں کے دریافت کرنے پر کہ آپ نے کیوں نہیں روک دیا۔ فرمایا وہ محبت سے مل رہے تھے میں کیا کہتا ان کی دل شکنی ہوتی ایسے متعدد واقعات ہیں جن میں تکلیف اٹھائی مگر دل شکنی گوارہ نہ فرمائی۔ میرے حضرت صاحب قبلہٗ فرماتے ہیں کہ

چچا میاں رحمۃ اللہ علیہ کے لیے سب سے اہم تر مصیبت اور غمناک واقعہ وصال شریف حضرت قبلہٗ عالم تھا جسے انہوں نے بڑے ضبط وتحمل سے برداشت کیا اور بوجہ طالب علمی میرے باہر رہنے کے تمام گھر والوں کی خدمات وخانقاہ ومہمان وآستانہ ومتوسلین ومخلصین کی خدمات کو اپنے اوپر لے لیا اور چھ برس تک میرے زمانہ طالب علمی کے مصارف بھی اپنے ذمے لے لیے جس میں انہیں بڑے زبردست امتحان سے گزرنا پڑا اور اکثر وبیشتر خدا کے مہمان رہے مگر ان باتوں کا مجھ پر کوئی اثر نہ پڑنے دیا کہ طلب علم میں کوئی فرق آتا۔ میرے تمامتر اخراجات کے کفیل رہے اس کے بعد ایک بڑا آزمائشی دور حضرت والدہ ماجدہ رحمۃ اللہ علیہا کا تغیر دماغی تھا۔ انہوں نے اپنی تمام تر توجہ ان کی تیمارداری وخدمت ورضا جوئی پر مبذول کردی اور اس سلسلے میں انہیں بہت زیادہ بالجبر اپنے خیالات سے اختلاف کرنا پڑا لیکن نہایت حسن وخوبی کے ساتھ

انہوں نے تمام حالات کو برداشت کیا کچھ زمانہ کے بعد بڑی آپا مرحومہ یعنی ان کی زوجہ مطہرہ کی وفات ہوئی جنہیں علاوہ بیوی ہونے کے پیرزادی ہونے کی وجہ سے اپنے لیے باعث نعمت و برکت سمجھا کرتے تھے۔اس فراق کو بھی غایت تحمل وصبر سے برداشت کیا اس کے سال بھر کے بعد ہی دو بجے رات کو جس مکان میں سب سو رہے تھے بلا کسی ظاہری وجہ کے گرا اور اس میں خود چچا میاں اور ان کے سب بچے دبے۔ نکالنے پر ایک سولہ سالہ صاحبزادی اور دو صاحبزدے دس پانچ سال کے مردہ نکلے۔ صبح کو جب سب جنازے تیار ہوگئے تو جس تحمل کے ساتھ وہ ہنس ہنس کر ان کے واقعات بیان کرتے تھے وہ ایک مافوق بشریت فعل تھا۔اس کے بعد ان کے جوان لڑکے حافظ انفاس حسین صاحب کا انتقال ہوا جو نہایت جید حافظ اور متوسطات تک تعلیم پاچکے تھے۔اس سانحہ کو بھی برداشت تو انہوں نے اسی صبر و تحمل سے کیا جوان کی شان تھی مگر دیکھنے والے سخت مضطرب ہوگئے جب انہوں نے مالی سے پھولوں کی چادر منگا کر اپنے ہاتھ سے مسکرا کر جنازہ پر ڈالی۔اس کے بعد میرا دور طالب علمی ختم ہوا مگر کچھ سہسوانی اعزاء کی تحریک اور اپنی حماقت سے اپنی زمینداری کے مواضعات کا کام کرنے لگا جو ضلع بدایوں میں آبائی تھے میرا یہ انہماک انہیں بالطبع ناپسند تھا۔مگر غایت محبت میں مجھ سے کچھ کہتے نہ تھے۔ربیع الاوّل ۱۳۳۴ھ میں میں اور نور خاں صاحب ولایتی چچا میاں اور بھائی سراج الحسن جو میرے چھوٹے بہنوئی تھے اور اختصاص حسین مرحوم جو انفاس حسین صاحب مرحوم سے چھوٹے چچا میاں کے لڑکے تھے موضع بدہیتی فاضل پور میں تحصیل وصول کے لیے گئے آخر ربیع الاوّل میں ایک مقدمہ کی پیروی کے لیے میں خود بریلی کچہری کمشنری میں گیا تھا۔زمینداری کی کل تحویل چچا میاں کے پاس تھی۔جنوری کا مہینہ تھا شدید جاڑے تھے ایک روز شام کو اختصاص حسین مرحوم کو کل تحویل سمجھا کر بکس کی چابی دے دی رات کو حسب معمول سب سو رہے صبح کو چچا میاں اپنی چارپائی پر موجود نہ تھے۔خیال ہوا کہ ندی پر نماز

پڑھنے چلے گئے ہیں۔ گھنٹہ ڈیڑھ گھنٹہ کے بعد جب دن چڑھ گیا اور وہ واپس نہ آئے تو ندی پر آدمی بھیجا گیا اس نے آکر کہا کہ وہاں نہیں ہیں۔ تشویش ہوئی بستر پر دیکھا تو تکیہ کے نیچے یہ خط لکھا ہوا ملا۔

عزیزی اختصاص! سلام ودعاء اخلاص خوانند

اجل لگائے ہوئے تاک ہر کسی پر ہے
بہ ہوش باش کہ عالم رواروی پر ہے

تمہارا زمانہ طفولیت گزر گیا اب زندگی کے دوسرے زینہ پر یعنی جوان ہو اس لیے تمہیں سوچنا چاہئے کہ جب زمانہ کو گزرنے کے سوا کچھ کام ہی نہیں تو تم دن بدن موت سے قریب تر ہوتے جاتے ہو اور تمہاری فرصت ومہلت ساعت بہ ساعت گھٹتی جاتی ہے اس وقت تمہیں نہ کوئی فکر ہے نہ کوئی مجبوری پھر تحصیل علم جو دین اور دنیا دونوں کے لحاظ سے بہت ضروری ہے اس میں غفلت یا سستی کس قدر افسوس وحسرت کی بات ہے تمہارا تو خدا کے فضل سے پانچ روپے وظیفہ بھی ہے جو بگمان غالب منیجر صاحب (یعنی منشی دین محمد صاحب مرحوم) جہاں کہیں تم ہوگے پہنچتا رہے گا۔ خدا کے سیکڑوں بندے وہ کیسے ہیں جنہیں نہ ایک پیسہ کا سہارا ہے نہ ایک روٹی کا آسرا اور محض ضمانت الٰہی اور کفالت خداوندی ان کی دستگیری فرماتی ہے۔

سفر ہے شرط مسافر نواز بہتیرے
ہزار ہا شجر سایہ دار راہ میں ہیں

میں نے مولوی دیانت حسین صاحب کو تمہاری بابت لکھ دیا ہے کہ اگر بلائیں تو وہاں چلے جاؤ اس میں بڑی خوبی یہ ہے کہ پھپھوند اور سہسوان سے دور ہے۔ ورنہ بدایوں، بریلی جہاں کہیں تمہارا پڑھنا بخوبی ہو سکے بغل میں کتابیں داب کر اس مستعدی سے چل کھڑے ہو کہ بفرض اخلاص مر گیا تو بھی تمہارا قدم نہ رُکے اور سمجھ لو کہ ہر شخص کا دنیا میں آنا معمولی بات اور اس سے جدائی منجملہ ضروریات کے آئندہ تم جانو

اور تمہارا کام۔ والسلام میاں سے بعد سلام میری جانب سے کہو۔

صبح گزری شام ہونے آئی میر ۔۔۔ تو نہ چیتا اور بہت دن کم رہا

بیا کہ قصر امل سخت وست بنیاد ست ۔۔۔ بیار بادہ کہ بنیاد عمر برباد ست

والسلام علیٰ من اتبع الہدیٰ۔ اخلاص

اس خط کو دیکھنے کے بعد نور خانصاحب وغیرہ نے ان کے چلے جانے اور لا پتہ ہو جانے کا خیال قائم کر لیا۔ مختلف راستوں پر چار چھ کوس تک آدمی بھیجے گئے لیکن کہیں پتہ نہ چلا۔ دوسرے روز پریشان ہو کر یہ لوگ سہسوان چلے آئے۔ تیسرے روز بریلی سے میں واپس آیا سہسوان پہنچ کر یہ خط دیکھا اور واقعہ سنا چونکہ مجھ سے اس سفر میں ایک سخت لغزش ہو گئی تھی لہٰذا بہت خوف ہوا کہ اس نحوست کے نتیجہ میں یہ برکت سلب کر لی گئی اور ان کے ملنے سے مایوس ہو گیا مگر پیران عظام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین سے استعانت کرتے ہوئے دہلی کو مع نور خانصاحب چل کھڑا ہوا چچا اسرار حسین صاحب مرحوم ان کے بڑے بھائی بھی میرے ساتھ ہو گئے وہاں پہنچ کر سیدھا آستانہ حضرت محبوب الٰہی رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر حاضر ہوا میاں خان محمد صاحب کابلی جاروب کش آستانہ معلٰی سے ملاقات ہوئی ان سے دریافت کرنے پر معلوم ہوا کہ چچا میاں یہیں ہیں لیکن کل حضرت قطب صاحب میں حاضری دینے گئے ہیں اور کل واپس آجائیں گے۔ مجھے اضطراب ہوا اور نور خانصاحب سے کہا کہ ابھی حضرت قطب صاحب چلئے اوّل تو خان محمد صاحب نے منع کیا اس کے بعد کہا کہ چائے پی کر چلے جایئے گا۔ میں استنجا کے لیے درگاہ شریف سے باہر نکلا ادھر سے چچا میاں واپس آرہے تھے میں نے نہیں دیکھا اور انہوں نے دیکھ لیا اور سلام میں سبقت کی۔ خیر میرا مقصود حاصل ہو گیا۔ آٹھ دس روز میں وہاں رہا اس کے بعد چچا میاں نے مجھ سے وعدہ کیا کہ میں عرس شریف تک پھپھوند پہنچ جاؤں گا۔ میں ان کی ہمراہی میں تمام پیران عظام کے آستانوں پر حاضری دے کر واپس لوٹ آیا یہ بات یاد رکھنی چاہیئے کہ چچا میاں روانگی بدہیتی کے موقع پر

سرمائی سامان میں صرف ایک مرزئی پہنے ہوئے تھے اور کوئی چیز نہیں تھی اور نہ ایک پیسہ پاس تھا۔ حالانکہ ضیق النفس کے مریض تھے اور شدید جاڑے کا موسم تھا۔ بہت اصرار سے دریافت کرنے پر بتایا کہ میں بلا کسی سمت اور مقام کا خیال قائم کیے ہوئے ایک سمت چلا جا رہا تھا۔ جمعرات کی رات کو روانہ ہوا اور اتوار کے روز سہ پہر کو حضرت محبوب الٰہی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی درگاہ شریف میں پہنچ گیا۔ درمیان میں نہ کہیں قیام کیا اور نہ ٹھہرا رات اور دن چلتا ہی رہا۔ نہ کچھ پاس تھا کہ کچھ کھاتے نہ کہیں قیام کیا تھا کہ لوگ مسافر سمجھ کر کھلا دیتے۔ خدا کو علم ہے کہ پانی بھی پیا تھا یا نہیں۔ بلا راستہ و مقام دریافت کیے ہوئے آستانہ حضرت محبوب الٰہی رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر پہنچ جانا سوائے جاذبۂ الٰہی کے اور کس طرح ممکن تھا۔ میاں خان محمد صاحب کا بیان ہے کہ جب درگاہ شریف پر پہنچے ہیں تو پیر پنڈلیوں تک ورم کیے ہوئے تھے۔ یہ بات بھی قابل لحاظ ہے کہ اتنی شدید سردی میں اتنا سخت سفر کرنے کے باوجود کوئی دورہ ضیق النفس کا نہیں پڑا حالانکہ معمولی بے احتیاطی ان کے دورہ کا باعث ہو جاتی تھیں۔ بماہ جمادی الاخرویٰ حضرت قبلۂ عالم کے عرس میں کچھوچھہ واپس آ گئے اور سفر حج تک تمام کام معمولاً کرتے رہے۔ اسی وقت سے مجھے زمینداری کے کام سے نفرت پیدا ہونا شروع ہوئی اور اب خدا کا شکر ہے کہ وہ علت مجھ سے بالکل چھوٹ گئی۔ اس حاضری کے بعد چچا میاں صاحب کو حضرت محبوب الٰہی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور ان کی والدہ ماجدہ سے ایک خاص تعلق بلکہ شغف پیدا ہو گیا تھا اور تا روانگی حج حضرت کے یا امیر صاحب کے کسی عرس کو ناغہ نہیں ہونے دیا۔ عرس کا ایک حصہ خدمت مہمانان کا اپنے ذمہ لے لیا۔ میرا چشم دید یہ واقعہ ہے کہ حضرت محبوب الٰہی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عرس کے موقع پر بارہ بجے شب کو ممبئی کی ریل آئی اور ایک شخص سیٹھ احمد نامی میمن اُترا اتنی رات کو وہاں اسٹیشن پر قلی نہ ملتا تھا اس نے اسٹیشن پر پکارا کہ کوئی قلی ہے۔ خدا معلوم کہ چچا میاں کہاں سے پہنچ گئے تھے کہ انہوں نے کہا کہ ہاں ہے۔ اس نے تقریباً ڈھائی تین من اسباب جو اس کے ساتھ تھا سب

ان کے سر پر لا دیا۔ اور یہ اسے لے کر درگاہ شریف کو چلے اتفاق سے وہ میمن بھی میاں خان محمد صاحب کے حجرہ میں ٹھہرا کرتا تھا جہاں کہ خود چچا میاں اور میں ٹھہرا ہوا تھا چنانچہ وہ وہیں لوا کر لایا میں اور خان محمد صاحبؒ سو رہے تھے۔ اس نے تمام اسباب اُتروا کر وہاں رکھا اور ایک چونی نکال کر انہیں پیش کی انہوں نے لینے سے انکار کیا اس نے خیال کیا کہ شاید کم ہے آٹھ آنا دیا انہوں نے اس سے بھی انکار کیا تو اس نے ڈانٹا اور کہا کہ اور کیا لوگے اس کی آواز سے میری اور خان محمد صاحب کی آنکھ کھل گئی۔ خان محمد صاحب یہ واقعہ دیکھ کر گھبرا گئے اور کہا کہ اے کمبخت یہ کیا کرتا ہے یہ پیرزادے اور خود پیر ہیں یہ سن کر وہ پیروں پر گر پڑا۔ خیر یہ معاملہ رفت گزشت ہوگیا۔ یہ ایک واقعہ میرے علم میں آیا قیاس یہ کہتا ہے کہ ایسے کتنے ہی واقعات ہوئے ہوں گے۔ کیونکہ ہنگامہ عرس شریف میں رات کو دو تین ٹرینیں آیا کرتی تھیں۔ اس کے بعد جو غور کیا تو اکثر ٹرینوں کے وقت چچا میاں کو غائب پایا۔ علاوہ ازیں یہ بھی معمول تھا کہ دوران عرس شریف میں زائرین جس جگہ جوتے اُتارا کرتے تھے وہیں بیٹھے ہوئے جوتے رکھایا کرتے تھے۔

اس سفر اوّل کے بعد چچا میاں کے حالات واطوار میں بین فرق پیدا ہوگیا۔ مجاہدات شاقہ شروع کردئے۔ جو مجاہدات وعبادات بطریق اخفا کیے ان کا علم مجھے نہیں، ظاہر طور پر ادنیٰ بات یہ تھی کہ دستر خوان پر جس جس قسم کی جتنی چیزیں آتی تھیں، میٹھا، کھٹا نمکین، ان سب کو ایک جگہ مخلوط کر کے کھایا کرتے تھے اور تقریباً دو برس تک یہ سلسلہ قائم رہا۔ ایک روز بچوں نے حضرت پیرانی صاحبہ معظّمہ رحمۃ اللہ علیہا سے یعنی والدہ ماجدہ سے ذکر کر دیا اس پر انہوں نے چچا میاں سے منع کر دیا کہ ایسا مت کیا کرو اسی روز سے یہ طور بند کر دیا۔ رات کو کچھ روٹی دستر خوان پر سے اٹھا کر رکھ لیا کرتے اور صبح کو انہیں باریک کر کے مزار شریف کے سامنے چڑیں، کوئے مینا وغیرہ جمع ہو جاتے انہیں کھلایا پلایا کرتے اور پانی ان کے لیے رکھا رہا کرتا تھا کہ حتیٰ کہ ان پرندوں کو اتنی

موانست ہوگئی تھی کہ چاروں طرف سے چچا میاں کو گھیر لیا کرتے تھے اور وہ وحشی جانور یہ معلوم ہوتا تھا کہ ان کے برسوں کے پلے ہوئے ہیں اور اس وقت تک کسی دوسرے کو اپنے پاس نہیں آنے دیتے تھے اور اگر کوئی شخص متعجبانہ کہتا کہ چچا میاں یہ خوب ہل گئے ہیں تو ہنس کر فرمادیا کرتے کہ میری آدمیت غائب ہوگئی ہے اور جانور ہوگیا ہوں۔ لہٰذا بوجہ جنسیت آجاتے ہیں یہ دور سفر حج تک جاری رہا۔ ذی الحجہ ۱۳۳۶ھ کو حضرت والدہ ماجدہ نے وصال فرمایا ان کے وصال کا بھی چچا میاں پر اثر حضرت قبلۂ عالم کے وصال سے کم نہیں ہوا اور چچا میاں کا سکوت غیر معمولی طور پر بڑھ گیا۔ شوال ۱۳۳۷ھ کی شروع کی تاریخوں میں انہوں نے ارادہ ظاہر فرمایا کہ میں ۱۵ر تاریخ کو حضرت امیر خسرو رحمۃ اللہ علیہ کے عرس میں دہلی جاؤں گا۔ پندرہ تاریخ کو چار بجے شام کی گاڑی سے روانگی رکھی تھی لیکن اطوار یہ بتاتے تھے کہ غالباً اس مرتبہ کا سفر غیر معمولی ہے۔ پتہ کچھ نہ چلتا تھا۔ میں پندرہ تاریخ دس بجے دن کو ان کے پاس حجرہ میں جا کر بیٹھا۔ کتاب شرح وقایہ بند رکھی ہوئی تھی یوں ہی بے خیالی میں میں نے اٹھالی اور کھولا تو کتاب الحج سے کھل گئی۔ میں نے اسے بطریق فال نہ کھولا تھا بلکہ یوں ہی اتفاقیہ اس مقام سے کھلا لیکن مجھے اس پر نگاہ پڑتے ہی تیقن سا پیدا ہوگیا کہ یہ حج کے لیے جارہے ہیں اور اس پر وثوق حاصل کرنے کے لیے میں نے دریافت کیا کہ دہلی شریف آپ کے ساتھ کون جائے گا اس پر انہوں نے فرمایا کہ کوئی نہیں۔ میں نے کہا کہ اسباب کیا ساتھ ہوگا۔ جواب دیا کہ ایک جوڑا کپڑا یہیں سے پہن لوں گا۔ اب مجھے یقین کامل ہوگیا کہ یہ ضرور حج کو جائیں گے اور اگر تنہا گئے تو واپس آنا کجا ان کی خبر بھی ملنا مشکل ہے لہٰذا فکر ہوئی کہ کسی طرح ان کے ساتھ کسی آدمی کو روانہ کیا جائے۔ چودھری چھیدے خاں صاحب مرحوم المعروف چودھری صاحب ساکن ریاست نانپارہ جو چچا میاں کے بڑے خدمتی تھے موجود تھے اور سامنے بیٹھے ہوئے تھے میں نے کہا کہ چودھری صاحب حاضری دہلی کے لیے بہت مضطرب ہیں کیا حرج ہے کہ انہیں ساتھ

لیتے جایئے میری اس بات کو چودھری صاحب سمجھ گئے اور انہوں نے بھی لجاجت کے ساتھ استدعاء ہمراہی پیش کردی اس کے جواب میں فرمایا کہ اس مرتبہ میری منت ہے کہ میں تنہا حاضری دوں گا۔ اب مجھے یقین کامل ہوگیا کہ یہ ضرور حج کو جارہے ہیں اور ان کا تنہا جانا یقیناً پھر کوئی خبر نہ ملنے دے گا۔ میں نے علیحدہ چودھری کو بلا کر کہا کہ تم رو پیٹ کر جس طرح ممکن ہو اپنی ہمراہی منظور کرالو چنانچہ انہوں نے بہت منت آرزو کی بلکہ روئے سب کے جواب میں چچا میاں نے فرمایا کہ چودھری تم نہایت جاہل آدمی ہو تمہارے دادا پیر کا یہاں مزار ہے۔ اور تمہارے پیر یہاں موجود ہیں (چودھری صاب مرحوم میرے حضرت صاحب قبلہ سے بیعت تھے۔ مؤلف) ان کی خدمت کرنا تمہارا فرض ہے یا میرے ساتھ چلنا؟ اس کا جواب چودھری صاحب کے پاس کیا تھا۔ مجھ سے آکر ذکر کیا میں نے چچا میاں کا بستر کپڑے پاندان، لوٹا، ناشتہ وغیرہ خاموشی سے مرتب کرایا اور چودھری صاحب سے کہہ دیا کہ تم تیار رہو یہاں سے روانہ کردینا میرا کام ہے کہ یہاں سے یکہ پر بٹھا دوں گا آگے ساتھ جانا تمہاری قابلیت ہے اور تمہیں صرف اس لیے بھیجتا ہوں کہ جہاں پر چچا میاں پہنچیں وہاں سے ایک اطلاعی کارڈ ڈال دیا کرو۔ خیر چچا میاں چار بجے غسل کرکے اور کپڑے بدل کر روانگی کے لیے تیار ہوئے یکہ آیا جس وقت باہر سڑک پر نکل کر آئے یکہ پر اسباب رکھا دیکھا۔ مجھ سے پوچھا کون جارہا ہے میں نے کہا کہ آپ کے ہمراہ جائے گا۔ ساکت ہوگئے۔ حسب معمول تکیہ شریف میں پیدل جا کر فاتحہ پڑھ کر یکہ تک آئے اور مجھ سے مصافحہ وغیرہ کے بعد یکہ پر تشریف فرما ہوئے۔ میں نے چودھری سے سلام و مصافحہ کرکے کہا کہ میاں خان محمد صاحب سے میرا سلام کہہ دینا اس پر چونک کر فرمایا کہ کیا چودھری جائیں گے۔ میں نے کہا جی ہاں۔ اس پر چہرہ پر ناگواری معلوم ہوئی لیکن زبان سے کچھ نہ فرمایا خیر چودھری صاحب سوار ہوگئے یکہ روانہ ہوا۔ راستہ میں چودھری صاحب کو بہت منافع پھپھوند میں رہنے کے سمجھائے اس کے جواب میں آخر میں

چودھری نے صرف یہ جواب دیا کہ میاں کے حکم سے مجبور ہوں۔ (یعنی میرے حضرت صاحب قبلہ، مؤلف) ورنہ آپ کی تعمیل حکم ضرور کرتا۔ اس پر فرمایا کہ اچھا تم میری نقل وحرکت پر تعرض تو نہیں کروگے۔ انہوں نے کہا کہ جی نہیں مجھے حکم ہی یہی دیا گیا ہے کہ تم صرف ساتھ ہی رہو باقی کسی بات میں دخل مت دینا اس گفتگو کے بعد انہوں نے چودھری صاحب کی ہمراہی منظور فرمالی شب بھر دیبا پور میں اس مسجد میں قیام فرمایا جس میں حضرت قبلۂ عالم نے آخری نماز پڑھائی تھی۔ صبح ۵ بجے کی گاڑی سے ممبئی کے ٹکٹ لے کر روانہ ہوئے شام کو جھانسی میں شب بھر مولانا عبدالرحیم خاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے مزار پر قیام فرمایا۔ وہاں سے دوسرے روز صبح کو ممبئی روانہ ہوگئے اور ۱۸ر شوال ۹ بجے دن کو ممبئی پہنچ گئے ممبئی میں حاجی اسمٰعیل بھائی کے مکان پر قیام ہوا۔ چونکہ موسم حج کا تھا۔ جہاز ہر ہفتہ چھوٹ رہے تھے لہٰذا اسمٰعیل بھائی وغیرہ نے پہلے تو حجاج کے جانے کا تذکرہ شروع کیا اور بعدہٗ صریح طور پر دریافت کیا کہ اگر حکم ہو تو سامان سفر درست کیا جائے اور ٹکٹ خرید لیے جائیں۔ فرمایا استغفر اللہ یہ جسم اور وہ ارض مقدس، ہاں اگر چودھری صاحب جانا منظور کرلیں تو ان کی معیت میں چلا جاؤں گا۔ ان لوگوں نے چودھری صاحب سے طے کیا اور سامان سفر درست کر کے ۱۳ر ذی قعدہ ۱۳۳۷ھ کو ممبئی سے وافر سامان اور کافی رخصتی جلوس کے ساتھ جہاز پر سوار ہوکر روانہ ہوگئے۔ راستہ میں کوئی خاص بات نہیں پیش۔ جدہ پہنچ کر چچا میاں کے پیر سے جوتہ اُتر گیا پھر تادم آخر جوتہ نہیں پہنا دو اونٹ جدہ سے مکہ معظّمہ کو اور وہاں سے منیٰ وعرفات ہوکر واپسی مکہ معظّمہ تک اور مکہ معظّمہ سے مدینہ منورہ تک مستقل کرایہ میں رہے لیکن ایک پر اسباب لدا رہا اور ایک پر چودھری صاحب اور ان کی ہمراہی میں کوئی مکین ہوتا۔ خود کسی منزل پر کبھی کہیں نہیں بیٹھے۔ مکہ معظّمہ میں جتنے دنوں قیام رہا۔ علاوہ ارکان حج تمام مزارات ومشاہد پر روزانہ حاضری دیتے اور کھانا وافر تیار کرایا جاتا اور وہ عموماً دوسرے لوگوں کو کھلا دیا جاتا۔ خود بہت کم کھایا جاتا۔ اس سال حج کے بعد پہلا قافلہ جو

مدینہ طیبہ گیا تھا وہ لوٹا گیا تھا اور گولیاں چلی تھیں۔ اس واسطے شریف صاحب گورنر مکہ معظّمہ نے دوسرے قافلوں کی ممانعت کردی جس سے خائف ہوکر بہت سے حاجی ہندوستان لوٹ آئے مگر چچا میاں نے ارادہ کرلیا کہ چاہے تنہا جانا ہو مدینہ منورہ ضرور حاضر ہوں گا۔ شریف صاحب سے بہت بحث و تمحیص کے بعد اجازت مل گئی اور ایک مختصر سا قافلہ تیار ہوگیا۔ چودھری صاحب کا بیان ہے کہ ایک روز چچا میاں بازار مکہ معظّمہ جارہے تھے۔ شریف صاحب کے مکان کے مواجہہ میں جب پہنچے تو وہیں سڑک پر کھڑے ہوکر دو رکعت نفل پڑھی اور شریف صاحب کے مکان کی طرف رُخ کرکے فاتحہ پڑھی۔ بہت سے عرب اس بات کو دیکھ کر گرد جمع ہوگئے اور آپس میں کہتے تھے کہ ھٰذا ھندی مجنون۔ یہاں شریف صاحب کے اندرون مکان حضرت خواجہ عثمان ہارونی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مزار اقدس ہے۔ ایک مختصر سا قافلہ مدینہ منورہ کو تیار ہوگیا راستہ میں گولی چلی مگر کسی آدمی کا نقصان نہیں ہوا۔ قافلہ بخیریت مدینہ منورہ پہنچ گیا۔ مکہ معظّمہ سے روانگی پر چودھری صاحب بیمار ہوگئے۔ دستوں کا مرض ہوا۔ تمام منزلوں میں اونٹ پر بے ہوش پڑے رہے۔ چچا میاں ہر منزل پر ان کے کپڑے پاک کرتے اور جسم ان کا صاف کرتے اسی طرح مدینہ منورہ تک پہنچے۔ راستہ میں چچا میاں نے کیا کیا کیا، اس کی چودھری کو خبر نہیں ہوئی۔ مدینہ منورہ پہنچ کر قیام کردیا اور ظاہر یہ کیا کہ دوسرا حج کرکے ہندوستان واپس ہوں گے۔ پاس جو کچھ تھا وہ وہاں کے معلمین و مساکین کے نذر کردیا۔ دن بھر روزہ ہوتا رات کو صرف چائے پی لی جاتی۔ اسی حالت سے پندرہ، پندرہ روز گزر جاتے۔ چودھری جب کبھی کہتے کہ ممبئی یا پھپھوند روپیہ کے لیے لکھوں تو فرمادیتے کہ تمہارا مجھ سے وعدہ ہے کہ میرے خلاف مزاج کوئی کام نہ کروگے اور میں تمہیں اس کی اجازت نہیں دیتا۔ جب چائے بھی باقی نہ رہی تو صرف پانی سے یہ دور قائم ہوگیا۔ چودھری صاحب کا بیان ہے۔ مدینہ منورہ میں کبھی روضہ شریف کے قریب نہ گئے۔ مسجد نبوی کے صحن کے کنارہ پر کھڑے ہوکر

ہمیشہ سلام عرض کیا کرتے تھے اور وہیں دلائل الخیرات شریف پڑھ لیا کرتے تھے۔"

وفاء الوفا شریف مطبوعہ مصر، ۱۳۲٦ھ جلد:۱، ص: ۵۱۴ پر ہے کہ

"۸۸۴ھ میں سلطان ملک الاشرف قاتبیائی رحمۃ اللہ علیہ نے جب حج کیا اور حاضر مدینہ مقدسہ ہوئے تو شہر پناہ کے دروازہ سے گھوڑے پر سے اُتر پڑے اور پیدل حاضر مسجد نبوی ہوئے اور مواجہہ اقدس میں جالی شریف سے فاصلہ پر کھڑے ہو کر صلوٰۃ وسلام عرض کیا۔ قاعدہ کے مطابق وہاں کے خدام نے عرض کیا کہ جالی شریف کے اندر چلیں (بادشاہ جب بھی حاضر ہوتے ہیں تو جالی شریف کا دروازہ کھول دیا جاتا ہے۔ اور انہیں وہاں تک لے جاتے ہیں کہ مزار اقدس اور ان کے درمیان میں صرف ایک دیوار حائل رہتی ہے) سلطان مرحوم نے اندر داخل ہونے سے انکار کیا اور کہا کہ میرے لیے اگر ممکن ہوتا تو میں اس سے دور تر کھڑے ہو کر صلوٰۃ وسلام عرض کرتا۔" یہ ان کا غایت ادب تھا۔

جمادی الاولیٰ، جمادی الاخریٰ، رجب المرجب تین ماہ چچا میاں سخت علیل تھے۔ چونکہ پاس کچھ نہ تھا۔ چودھری نے گھبرا کر ایک تار ممبئی روپیہ کے لیے دیا چچا میاں بے ہوش تھے ان کی بے خبری میں یہ تار روانہ ہوا۔ چودھری صاحب کا بیان ہے کہ جس وقت چچا میاں کو ہوش ہوا تو پہلی بات مجھ سے یہ فرمائی کہ چودھری تم نے بہت برا کیا اب اس تار کی اطلاع پھپھوند تک ہو گی اور میاں (یعنی میرے حضرت صاحب قبلہ، مؤلف) سخت پریشان ہوں گے۔ حالانکہ چودھری نے اس تار کا ذکر چچا میاں سے نہیں کیا تھا۔ حاجی عمر رحمۃ اللہ علیہ نے ممبئی سے اس تار کے جواب میں دو سو روپے روانہ کر دئے جب یہ روپیہ وصول ہوا تو دو ہی روز میں سب خرچ کر دیا گیا۔ تیسرے روز پھر وہی پانی کے افطار کا دور شروع ہو گیا۔ اسی میں چار گنیاں کریم بخش ساکن گوالیار ملک ہندوستان نے قرض لیں اپنی واپسی ہندوستان کے لئے۔ چچا میاں کی وفات کے بعد جب میں جھانسی پہنچا تو ان کے ایک عزیز نے مجھ سے دریافت کیا کہ

کریم بخش نے چچا میاں سے چار گنیاں قرض لی تھیں اب وہ کسے واپس دی جائیں میں نے کہا کہ ان کے لڑکے اختصاص حسین کے پاس بھیج دو اسی روز رات میں چچا میاں کو خواب میں دیکھا کہ فرماتے ہیں کہ اس مرتبہ کا حج صرف اس شخص کی وجہ سے قبول ہوا جس نے ایک حاجت مند کو چار گنیاں دی تھیں۔ آنکھ کھل گئی۔ میں نے صبح کو ہی ان عزیز کو بلا کر ممانعت کر دی کہ ان گنیوں کے بھیجنے کی ضرورت نہیں وہ قرض نہیں ہیں لیکن انہوں نے ۴۸ھ میں بموقع عرس شریف حضرت قبلۂ عالم رضی اللہ تعالیٰ عنہ وہ گنیاں بھیجیں لیکن لڑکوں نے بخیال اسی خواب کے نہیں لیں لہٰذا داخل مصارف عرس شریف کر دی گئیں۔ شعبان میں چچا میاں کی طبیعت درست ہوئی معمولاً حرم شریف میں حاضری دینے لگے۔ شعبان میں اس دو سو روپیہ کی رسید میں جو آخری خط لکھا اس میں یہ الفاظ بھی تھے کہ اب اچھا ہوں صرف ضعف باقی ہے۔ امید ہے کہ رمضان شریف آنے پر تمام شکایات رفع ہو جائیں گے۔ مدینہ منورہ میں تمام مزارات ومشاہد کی حاضری روزانہ لازمی کر لی تھی۔ مدینہ طیبہ میں اکثر اپنی خوش وقتی کے وقت اپنے تمام احباب کو اسم وار اس تمنا میں یاد فرمایا کرتے کہ وہ لوگ بھی یہاں آتے تو اچھا تھا۔'' اب میں ان صحائف کو نقل کرتا ہوں کہ جو حضرت چچا میاں رحمۃ اللہ علیہ نے عرب شریف سے ارسال فرمائے تھے۔ مؤلف۔

نقل صحائف گرامی

صحیفہ اوّل:

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

ہر بخیر دی کہ بنی امشب
از من ہمہ در گزارتا روز

میاں! دام بالفیض والفضل المبین ومحبتہ الفقراء وذکر المساکین۔

السلام علیکم رحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

میں آستانہ شریف سے چل کر رات بھر دیبا پور رہا اور صبح کو وہاں سے روانہ ہو کر چھ بجے شام کو اسٹیشن جھانسی پہنچا وہاں بارہ گھنٹہ ریل ملنے میں تھی۔ اسی لیے شب حضرت مولانا عبدالرحیم صاحب کے حجرہ شریف میں بسر ہوئی پھر جو گاڑی ملی تو ایسے خلیق لوگوں کا ساتھ ہوا کہ تا ممبئی میں گویا ان کا مہمان تھا۔ اسی میں ایک وہ شخص تھے جن سے مجھے معلوم ہوا کہ ممبئی کے بہت اسٹیشنوں میں سے مجھے اس پر اُترنا چاہیے جس پر وہ اُتریں گے۔ یہ سب حضرت مولانا کی مسافر نوازی تھی۔ غرضیکہ جمعہ کے دن ۸ ربجے اسٹیشن ممبئی آیا جہاں احباب موجود تھے جن کے ساتھ قیام گاہ پر مع کرامٌ کاتبین یعنی جناب چودھری صاحب کے بخیریت تمام پہنچا اور مشیت الٰہی کہ اب تک موجود ہوں۔ اگرچہ جہاز کے ٹکٹ واپسی حسب قاعدہ لازمی دو ہفتہ ہوئے کہ مع پاسپورٹ کے مل گئے لیکن جہاز جس کے یہ ٹکٹ ہیں باوجود کئی بار روانگی مشتہر کیے جانے کے نہیں چھوٹا اور اس کے بعد جانے والے دو جہاز جا چکے ہیں مگر یہ سنا ہے کہ یہ جہاز بوجہ تیز رفتاری پرسوں بروز شنبہ ۱۵ر ذیقعدہ کو چل کر جدہ شریف ان کے ہی ساتھ پہنچے گا اور اس کے مسافروں کو کامران میں قرنطینہ نہ ہوگا والامر بید اللّٰہ تعالیٰ۔ میرے بعد جو لوگ جانے والے تھے ان کا روانہ ہو جانا اور میرا اب تک یہیں پڑا رہنا یا

تو اس کا سبب میری محرومی ہے اور یا یہاں کے احباب کی قوت محبت جس کا خلوص آج بھی وہی ہے جو ۱۴ ربرس پہلے حضرت قبلۂ عالم کے ساتھ میں نے دیکھا تھا۔ الحمد اللہ علی ذلک مجھے جس قدر مسرت ان صاحبوں کے صحت نسبت صدق محبت کو دیکھ کر ہوئی اس سے زیادہ افسوس اپنے حال پر ہے کہ میں یہاں آ کر حیوان ہو گیا۔ صبح سے لے کر رات کو سونے کے وقت تک ہر وقت اونٹ کی طرح میرا منھ چلتا ہی رہتا ہے۔ کیونکہ کھانے میں نہ اوقات کی قید ہے اور نہ ماکولات کی حد۔ سامان سفر جو میرے ساتھ جانے کو مہیا کیا گیا ہے وہ بھی میرے گناہوں کی طرح کثیر ہے اور چودھری صاب کی رفاقت کے مانند وزنی۔ یہ سزا ہے اس شخص کی جس کے نزدیک بوجہ ناآشناء سفر ہونے کے اپنا جسم بھی وبال ہو۔ منجملہ اس سامان کے چار سو کی ہنڈی اور سوا سو روپیہ کی ریزگاری بھی ہے۔ حالانکہ غلاموں کے بازار میں اگر مجھے کھڑا کیا جائے تو شاید اتنے پیسے بھی میری قیمت کوئی نہ لگائے گا۔

بندہ عیب دار کس نخرید
تو بصد عیبہا خرید مرا

بہر حال خدائے تعالیٰ رحم فرمائے۔ مجھ سے ایک صاحب نے فرمایا کہ دعا کرو اللہ تعالیٰ ہمیں بھی حج سے مشرف فرمائے۔ میں نے کہا کہ اس کے متعلق چودھری صاحب سے کہنا چاہئے کیوں کہ میں نے قصد کر لیا ہے کہ پارسال تم میں سے اگر ایک شخص بھی نہ آیا۔ یعنی حج کرنے سے رہ گیا تو واپسی میں جہاز سے میں ان کو ڈھکیل دوں گا۔ ایک جیب گھڑی جو اعلیٰ درجہ کے پرزوں کی بہت صحیح وقت بتانے والی ہے اور گولیاں آنکھ کا جالا کاٹنے والی اور تیس روپیہ کے نوٹ بذریعہ پارسل مرسل ہیں۔ گھڑی تو سیٹھ اسماعیل بھائی کی طرف سے قبول فرمائی جائے جو نہایت تمنائے قدمبوسی کے ساتھ سلام و نیاز عرض کرتے ہیں اور گولی کا استعمال سید ہاشم کی آنکھوں میں اس ترکیب سے لگایا جائے کہ گلاب میں جس میں رات بھر سونف بھیگی رہی ہو گولی کو گھس

کرر ات دن میں دو تین بار سلائی سے لگایا جائے۔ بیس پچیس روز زمانہ استعمال میں ترشی اور بادی چیزوں سے پرہیز مناسب ہے۔ نوٹ کے روپیوں کی تفصیل یہ ہے کہ مجملہ ترکہ جبار کے =/18 داروغہ جی مرحوم کے حصہ کے میرے پاس تھے جن میں سے 3.50 شرافت کو دے دیئے گئے۔ باقی 14.50 ان کے باقی ورثاء کو بقدر حصص شرعی مجھ پر واجب الادا ہیں اور 3.25 عنایت خانصاحب کے مجھ پر قرض ہیں۔ ۴؍ سقہ کو رمضان شریف کی بابت دینا باقی ہیں۔ یہ سب =/18 روپے ہوئے اور دو روپیہ حافظ محمد یوسف صاحب کی خدمت میں پیش کر کے ان سے وہ کرتہ معاف کرالیا جائے جو حامد کو میں نے بغیر اجازت ان کو دے دیا تھا۔ سب حضرات واحباب کو سلام ودعا باستدعاء عفو تقصیرات فرما دیا جائے۔ دونوں آستانوں پر بھی خدمت زمین بوسی، چودھری صاحب وجمیع حضرات ممبئی کی طرف سے سلام ونیاز

المکلف محتاج دعا اخلاص

از ممبئی روز یکشنبہ ۱۳؍ ذیقعدہ ۳۷ھ

صحیفۂ دوم:

برادرم سلمۂ اللہ تعالیٰ۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

میں آپ صاحبوں سے رخصت ہو کر جہاز میں پہنچا تو اپنے بستر کے ایک جانب محمد عمر صاحب دلال جو جہاز میں تقسیم آب کے مہتمم ہیں ان کا بستر اور دوسری جانب دوسرے صاحب کا اسباب بکثرت رکھا پایا۔ جو حج اور ہجرت مدینہ منورہ کی نیت سے مع متعلقین جا رہے تھے۔ یہ صاحب ترتیب اسباب سے جب فارغ ہوئے تو اپنا بستر اتنا کشادہ کیا کہ ہم دو آدمیوں کو بجز گدے کے جگہ نہ رہی جس پر محمد عمر صاحب نے ان سے مزاحمت فرمانا شروع کی تھی لیکن میں نے یہ کہہ کر روک دیا کہ یہ صاحب میرے عزیز ہیں جن کے آرام پانے میں مجھے اپنی تکلیف میں راحت ہوگی اس پر ان عزیز نے مجھ سے پوچھا کہ تم کہاں رہتے ہو میں نے کہا کہ پھپھوند، وہ بولے کہ وہیں تو

حضور مولانا عبدالصمد صاحب قدس سرہٗ تشریف فرما تھے۔ میں نے کہاہاں! آپ کوان سے کیا تعلق ہے کہا کہ میری والدہ اور تمام خاندان ان کے لونڈی غلام ہیں میں نے کہا انہیں کے آسانہ کا کتا ہوں یہ سن کر وہ مجھ سے ملے اور معانقہ کے بعد اپنا تمام بستر میرے لیے چھوڑ دیا اس وقت سے اس قدر میرے آرام کا خیال ان کو ہے گویا میں سیٹھ اسمٰعیل کے کمرہ میں ہوں۔ چائے اور ناشتہ اور کھانا ہر قسم کا وہی کھلاتے پلاتے ہیں اور چودھری صاحب کواس کے متعلق کچھ فکر اور اہتمام نہیں کرنے دیتے۔ چودھری صاحب کا یہاں بھی یہی کام ہے کہ ہر وقت ان کے پاندان سے پان بنا بنا کر کھلاتے رہیں ابتداءً لوگوں کو چکر اور الٹی کے غلبہ سے بہت تکلیف کئی دن تک رہی لیکن مجھے ایک رات کے سوا پھر اس کا اثر نہیں ہوا اور روزانہ ترش سیب اور انگور وانار سنترے کیلے، جو یہ عزیز کھلایا کرتے ہیں اس سے طبیعت بہت اچھی رہتی ہے پانی بھی جتنا درکار ہوتا ہے ملتا ہے، غرضیکہ مجھے بحمد اللہ تعالیٰ کوئی تکلیف نہیں، جہاز میں مساکین بھی غالبًا صدہا ہی ہوں گے لیکن رزاقیت الٰہی کہ کھانا لیے ہوئے لوگ ان کی تلاش میں گھومتے پھرتے ہیں اور جس کا وہ کھالیں تو ان کا احسان معلوم ہوتا ہے کیونکہ ان کا شکم ایک ہے اور کھانے کے خوان ان کے آگے متعدد دریا کو دیکھ کر یہ الٹی بات ہے کہ میرا خوف جاتا رہا کیوں کہ جہاز کا تو خیال نہیں بلکہ میں اس سوچ میں ہوگیا ہوں کہ باوجود اس عالم آب کے بستیاں کیوں آباد ہیں در آنحالا کہ ذرا ذرا سی ندیوں سے سیکڑوں گاؤں نابود ہوجاتے ہیں اس لیے پھپھوند یا ممبئی میں رہنا اور جہاز میں ہونا اطمینان وخوف کے لحاظ سے میرے نزدیک برابر ہے۔ خدا تعالیٰ کے فضل سے دریا آج کل اتنا ٹھنڈا ہے کہ جہاز نہایت سبک رفتار اور جلد جارہا ہے۔ نماز پنجگانہ کھڑے ہوکر بے تکلف پڑھی جاتی ہے۔ سفر سے ساتویں دن اعلان کیا گیا کہ سقوتری (دریا کا وہ حصہ جو ہمیشہ سخت متلاطم رہتا ہے) آتا ہے اسباب کو سنبھالو اور ٹوٹنے والی چیزوں کو احتیاط سے رکھو لوگ تو اپنا اپنا اسباب سنبھالنے لگے اور چودھری صاحب خود سنبھل کر بیٹھے

کیونکہ ان کا اسباب بندھا اور مقفل تھا کسی چیز کے کھولنے کی ضرورت نہیں ہوئی تھی حتی کہ بسکٹ کے پیپے بھی سر بند ہی رکھے تھے لیکن سقوتری میں اس سے زیادہ میں نے کچھ نہ دیکھا کہ چودھری صاحب بیٹھے سے منہ کے بل گر پڑے جس پر خود ان کو بھی ہنسی آئی کیوں کہ جہاز کی حرکت غیر معمولی نہ تھی اور یہ واقعہ اعلان کے بعد فوراً ہی ہوا تھا آج سفر دریا کا دسواں دن ہے اور مشہور ہے کہ کل صبح جمعہ کے دن عدن آئے گا انشاء اللہ تعالیٰ۔ جہاز میں بعنایت الٰہی اب تک کسی مرض کی شکایت نہیں ہے۔ الحمد للہ علی ذالک۔

میرا سلام سب صاحبوں سے کہہ دیجئے خصوصاً ان احباب سے جو بندر پر تشریف لائے تھے۔ حاجی علاء الدین صاحب کی خدمت میں میری طرف سے بعد سلام ان کی اس عنایت کا شکریہ ادا کیجئے کہ حاجی محمد یعقوب صاحب کے ذریعہ سے گلدستہ اور ہار کا تحفہ اس ارشاد کے ساتھ انہوں نے جہاز میں روانہ کیا کہ میں ہار کو پہن کر گلدستہ کو ہاتھ میں لے کر جہاز کی چھتری پر جا کر ان کے سامنے ہو جاؤں۔ مجھے اس ہیئت کذائی سے جس قدر شرم آ رہی تھی۔ اس سے بدر جہا زائد ان کی لقاء شریف اور آپ سب کی دوبارہ دید سے مسرت ہوئی میں نے سنا ہے کہ وہ دوپہر سے بندر پر تشریف فرما تھے لیکن میری محرومی کہ جہاز پر سوار ہونے سے پہلے نوبت ملازمت نہیں آئی۔ حاجی محمد یعقوب صاحب کو اب تک چکر سے نجات نہیں ملی۔ چودھری صاحب روزانہ ان کے پاس ہو آتے ہیں۔ میں ایک دفعہ کے سوا پھر ان کی خدمت میں حاضر یوں نہیں ہوا کہ باوجود تکلیف کے وہ بیٹھے رہے جب تک میں موجود رہا میں نے ان سے پوچھا کہ آپ کس بزرگ سے بیعت ہیں اس کے جواب میں بے تکلفانہ ان کا یہ فرمانا مجھے بہت اچھا معلوم ہوا کہ میرا پیر یا محسن یا عزیز جو کچھ سمجھئے بس علاء الدین ہی ہے۔ بچوں کو اور عورتوں کو میری دعا کہہ دیجئے۔ والسلام میرا یہی خط لفافہ میں رکھ کر میاں کی خدمت میں پھپھوند بھیج دیجئے۔

میاں! السلام علیکم ورحمۃ اللہ برکاتہٗ میری جانب سے حضرت صاحب قبلہ

وحضرت پیرانی صاحبہ کے حضور میں سلام و نیاز کے بعد زمین بوسی بجالایئے اور تکیہ پر جا کر وہاں سب حضرات کو سلام کہیے اور حضرت آپا رحمۃ اللہ علیہا کی عنایت کا شکریہ ادا کیجئے اور باقی آستانہ کے سب حضرات خورد و بزرگ اور جمیع احباب سے سلام مسنون فرمایئے۔

المکلف اخلاص چہار شنبہ وقت عصر ۲۴/ذی قعدہ ۴۷/ھ چودھری کا سلام سب کی خدمت میں قبول ہو۔

صحیفۂ سوم:

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

خدا کرے آپ سب صاحب بخیریت ہوں۔ میں خیریت سے ہوں یہ کہتے ہوئے تخفیف شکر الٰہی سے زبان ذرا رُکتی ہے کیوں کہ خیریت تو وہ کیفیت ہے جو جہاز اور اثنائے سفر میں بھی میرے ساتھ تھی۔ حالانکہ اب میں اس حالت سے مشرف ہوں جسے خواب میں دیکھنے سے بھی مسلمان کا اترانا اور فخر و ناز کرنا بعید نہیں تو پھر جو واقعی طور سے سرفراز فرمایا گیا ہوا سے رقص کرنا چاہئے یا اپنے حال کی حکایت ؎

حضور کعبہ حاضر ہیں حرم کی خاک سر پر ہے
بڑی اونچی جگہ پہنچے مقدر کیا ہی یاور ہے
خدا جانے بھکاری یاں کے کیا کیا نعمتیں پائیں
کہ اونچا گھر ہے یاں کی بھیک اندازہ سے باہر ہے
نہ لائق تھے ہم آنے کے نہ قابل منھ دکھانے کے
مگر ان کا کرم ذرّہ نواز و بندہ پرور ہے

ہمارا جہاز ۲/ذی الحجہ کو جمعہ کے دن جدہ شریف پہنچا جہاں دو روز قیام ہوا اور ۵/کو قافلہ کا کوچ ہو کر ۶/کو مکہ معظّمہ کی حاضری نصیب ہوئی الحمدللہ علی ذالک مجھے ڈھائی

اونٹ کرنا پڑے ایک سواری کو اور ڈیڑھ اسباب کے لیے حج اس سال بحمد اللہ تعالیٰ جمعہ کے دن واقع ہوا اور مناسک حج سے بعنایت الٰہی سب مساکین ومحتاجین فارغ ہو گئے اب وہ وقت ہے کہ حج الحج کی تیاری ہے یعنی مدینہ منورہ کی حاضری کا احرام، عزم ہر بیچارہ وشکستہ کے زیب ایمان ہے مگر نہ معلوم کون نوازا اور سرفراز کیا جائے گا۔

لاکھ سکھی پی ایک ہیں چو اور پی پی ہوئے
ناجانوں اس جھنڈے میں کون سہاگن ہوئے

آج کل شریف حال اور بدوی سرداروں کے حقوق کے متعلق کچھ نقیض ہے اس لیے اس سفر کے اونٹوں کے لیے اب تک کچھ ٹھیک نہیں ہوا ہے اور جدہ شریف یا یہاں کے حمال پر قطع نظر بہت گرانی یعنی بروایت مشہورہ فی کس سوا سو روپیہ کرایہ ہونے کے بگمان غالب مخدوش بھی ایسی حالت میں بہت خیال کیا جارہا ہے لہٰذا بہت سے بیچارے خدا ان کے حال پر رحم فرمائے۔ عرفات سے واپس ہو کر وطن کو جا رہے ہیں اور کچھ لوگ جدہ کے اونٹوں کے انتظار میں پابرکاب مراجعت ہیں کچھ اس نیت والے بھی ہیں کہ مدینہ پاک کے راستوں کا قتل اگر راستہ میں ضروری قرار پائے تو بھی وہ یہ کہتے ہوئے ادھر کو سبقت کریں۔

نشود نصیب دشمن کہ شود ہلاک تیغت
سر دوستاں سلامت کہ تو خنجر آزمائی

لیکن یہ نیت بھی محتاج مقبولیت ہے اور خدا ہی جانے کہ مقبولیت سے کس کا نصیب کھلے اَللّٰھُمَّ ارزقنا۔ بہر حال میں کہ جو ہرگز وہاں کی حاضری کے لائق نہیں ہوں اگر اس پچھلے گروہ کے صدقہ اور طفیل میں لے لیا جاؤں کہ بداں را بہ نیکاں بہ بخشد کریم۔ تو اپنے سب احباب سے دعا توفیق ادب کا ملتجی ہوں۔ یہاں کی تقصیریں تو ممکن ہیں کہ وہاں کی برکت سے معاف ہو جائیں۔ لیکن وہاں کی بگڑی معاذ اللہ من ذٰلک پھر کہاں جا کر بنائے۔

تو اگر خاک کو چاہے تو بنے بندۂ پاک
میں خدا کس کو بناؤں جو خفا تو ہو جائے

مکہ معظّمہ میں میرے معلم سید عبدالقادر صاحب سکندر ہیں۔ جن کے یہاں میں مقیم ہوں بس یہی میرا پتہ ہے۔ یہاں کے حضرات معلّمین کا قاعدہ ہے کہ اگر ان کا متوسل کہیں چلا جائے تو اس کا خط اس تک پہنچانے کی کوشش کرتے ہیں الا ماشاء اللہ میرا مقصود اس سے یہ نہیں ہے کہ مجھے خط بھیجا جائے بلکہ یہاں کا یہ عام دستور ہے۔ میاں فتح محمد صاحب کا خط یہاں پہنچتے ہی میں نے عبداللہ عبدالحکیم کی معرفت مکتوب الیہ کو پہنچا دیا۔ صبح کے بعد ان کی زبانی معلوم ہوا کہ جو کچھ فتح محمد صاحب نے روانہ کیا تھا وہ نہیں پہنچا۔ واللّٰہ اعلم بالصواب. گرانی ویسی یہاں نہیں ہے جیسی وہاں سنی گئی تھی ایک روٹی دو آنہ کو ملتی ہے جو ایک شخص کو بقدر حاجت بہت کافی ہے البتہ چار برس سے حجاج کے یہاں نہ آنے اور سب سے زیادہ اس منحوس لڑائی سے جو ترکوں سے واقع ہوئی تھی یہاں کے حضرات کیا اصاغر اور کیا اکابر بظاہر سب خستہ و پریشان ہو گئے۔ خدائے تعالیٰ مسلمانوں کو ان حضرات کی توفیق خدمت عطا کرے کہ یہاں کی ایک چیز دوسری جگہ کی لاکھ نیکیوں کے برابر ثواب میں ہے، میرا سلام مسنون سب احباب سے کہئے اپنے والد ماجد اور اسمٰعیل بھائی اور عبدالغنی بھائی، قاسم علی بھائی، نور محمد بھائی اور میاں فتح محمد صاحب بچوں اور عورتوں کو دعا کہئے۔ مکرمی حاجی علاء الدین صاحب کو بھی سلام پہنچایئے اور حاجی محمد یعقوب صاحب کی خیریت کہہ دیجئے وہ کسی دوسرے معلم کے یہاں مقیم ہیں مجھ سے ایک بار منیٰ میں اور ایک بار قریب حرم شریف ملاقات ہوئی تھی۔ میرا یہ خط میاں کی خدمت میں پھپھوند شریف بھیج دیجئے۔

والسلام علیهم وعلیٰ سائر من لدیهم ؎

صبا تحیت شوقم بآنجناب رساں
حدیث ذرّہ بیدل بآفتاب رساں

دراں مقام کہ آرام گاہ حضرت اوست

زمیں ببوس سلام من خراب رساں

والسلام المکلف اخلاص از حرم شریف مکہ معظّمہ بستم ذی الحجہ بروز دوشنبہ ۱۳۳۷ھ

میں چاہتا تھا کہ تمہارے اس خط کے ساتھ میاں کا کچھ تبرک آب زمزم شریف بھی بھیجوں لیکن طول سفر اور پریشانی حجاج کی وجہ سے کوئی صاحب اس پر راضی نہیں ہوئے۔ خیر چودھری صاحب سب کو سلام کہتے ہیں۔

آخری گرامی نامہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

برادرم میاں عمر سلمہٗ اللہ تعالیٰ۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ برکاتہٗ

خدائے تعالیٰ کا شکر ہے کہ تمہارا خط یکم رجب شریف کا لکھا ہوا ۹ رشعبان المعظم کو مجھے ملا میرے اس ملک شریف میں حاضر ہونے پر تمہارا یہ پہلا خط ہے پڑھ کر بہت خوشی ہوئی تم سب کی خیریت سے اطمینان ہوا اللہ تعالیٰ آئندہ بھی سب کو عافیت سے رکھے۔ میاں (یعنی میرے حضرت قبلہ، مؤلف) کے ممبئی تشریف لانے اور دس روز قیام فرما کر معاودت کرنے سے مجھے مسرت ہوئی۔

الحمدللہ کہ میاں نے ممبئی کو اور ممبئی نے میاں کو دیکھ لیا۔ آستانہ کے حضرات کی خیریت سے بڑی طمانیت ہوئی۔ حق سبحانہٗ تعالیٰ ان سب حضرات کو مع الخیر وعافیت والبرکت رکھے اور ان کے برکات سے سب حضرات سلسلہ کو مستفید فرمائے آمین یارب العٰلمین دوسو روپے مدینہ منورہ میں مولوی عاشق احمد صاحب کی دوکان سے ۱۰ ررجب کو مجھے وصول ہوگئے اطمینان رکھو۔ مجھے نہایت ہی مسرت اور خوشی تمہاری اس لیاقت وہمت پر ہوئی کہ تم لکھتے ہو کہ اگر اور زائد خرچ کی ضرورت ہو تو عبدالجبار عبدالستار جن کے ذریعہ سے یہ روپیہ بھیجا گیا ہے۔ ان سے لے لینا اس کا انتظام

کردیا گیا ہے۔ جزاکم اللّٰہ تعالیٰ خیر الجزا فی الدنیا والآخرہ۔
خدائے تعالیٰ تمہارے رزق و مال میں برکت وترقی عنایت فرمائے اور عاقبت بخیر کرے۔ بالفعل مجھے زائد خرچ کی ضرورت نہیں ہے۔ یہ دوسوروپے بہت کافی ہیں میں بعنایت الٰہی بہ نسبت سابق کے اب اچھا ہوں۔ ضعف تو اب بھی بہت ہے لیکن معمولی طور سے چلنے پھرنے سے معذور نہیں ہوں کبھی کبھی حرارت ہوجاتی ہے۔ امید کہ انشاء اللہ تعالیٰ رمضان شریف کے تشریف لاتے ہی یہ سب شکایتیں جاتی رہیں گی۔ چودھری صاحب کو ایک ہفتہ ہوا کہ وجع مفاصل کا دورہ پھر ہوا۔ سخت تکلیف رہی اب بحمد اللہ تعالیٰ اچھی طرح ہیں اور سب کو سلام مسنون کہتے ہیں۔ میرا بھی سلام ودعا ولی محمد بھائی اسماعیل بھائی، نور محمد بھائی، غنی بھائی، قاسم علی بھائی اپنے والد ماجد اور حاجی علاء الدین صاحب سے کہہ دیجئے۔ بچوں اور عورتوں کو دعا۔ عزیزی اختر حسن (احقر مؤلف کے حقیقی ماموں) جن سے تم نے خط لکھوایا تھا سلام ودعا کہہ دینا۔
مدینہ منورہ بتوسط مولوی عاشق احمد وکیل بھوپال، مدینہ منورہ باب الرحمۃ بتوسل عبداللہ صاحب شیخ البواب۔

والسلام اخلاص، از مدینہ منورہ

میرے حضرت مرشدی ومولائی مدظلہ العالی فرماتے ہیں کہ

۱۰؍رمضان المبارک ۱۳۳۸ھ کو چچا میاں مسجد نبوی کے صحن میں بستان فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے قریب بیٹھے ہوئے دلائل الخیرات پڑھ رہے تھے اور کھجوروں کے وہ درخت جو حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے نام سے منسوب ہیں اور حضرت بی بی صاحبہ کے نصب کردہ ہیں۔ چچا میاں سے فاصلہ پر تھے۔ ترکوں کی زمانہ حکومت میں ان کے پھلوں کی خاص طور پر حفاظت ہوتی تھی اور سیدھے بادشاہ کے پاس چلے جاتے تھے۔ شریف صاحب بھی بہت حفاظت فرماتے تھے۔ اچانک ان میں سے سات دانے کھجوروں کے ایک ساتھ چچا میاں کی گود میں آ کر گرے۔ اسی وقت کھڑے ہو کر سلام

کیا اور کتاب گردان کر قیام گاہ پر واپس چلے آئے۔ رمضان شریف کے سب روزے ہوئے، کوئی ضعف وغیرہ باقی نہیں تھا۔ ۱۶؍تاریخ کو شام کے وقت ایک ہندی مولوی صاحب نے دعوت کی بعد تراویح کے ان کے پاس جا کر شب کا کھانا خوب پیٹ بھر کھایا، وہاں سے قیامگاہ پر واپس آ کر چودھری سے فرمایا کہ کچھ ہو تو لاؤ کچھ سوکھے ٹکڑے روٹی کے رکھے ہوئے تھے۔ انہوں نے وہی ٹکڑے چائے میں بھگو کر پیش کر دئے۔ انہیں بھی خوب کھایا اور چودھری صاحب کو بھی اصرار سے کھلایا اور فرمایا کہ یہاں کی ہر چیز نور ہے۔ جتنا کھا سکتے ہو کھاؤ۔ اس کے بعد تہجد کے واسطے مع چودھری صاحب کے حرم شریف میں گئے۔ وہاں سے واپسی میں بازار حرم میں سے گزرے اور چودھری سے فرمایا کہ اگر دل چاہتا ہو کچھ اس بازار کی بھی چیز لے کر کھالو پھر خدا معلوم کل موقع ملے یا نہ ملے چنانچہ چودھری صاحب ایک پراٹھا خرید لائے اور وہیں نہر کے کنارے بیٹھ کر اسے بھی خوب کھایا۔ اس کے بعد قیامگاہ پر واپس آئے اور چودھری سے فرمایا کہ میں لیٹتا ہوں اذان فجر کا خیال رکھنا۔ تھوڑی دیر کے بعد شافعیہ کی اذان ہوئی چودھری نے جا کر پیر دبائے چادر اوڑھے ہوئے سو رہے تھے کوئی جنبش نہیں ہوئی یہ سمجھے کہ دیر میں لیٹے ہیں سو گئے ہوں گے اور خیال کیا کہ جماعت اوّل میں نماز پڑھ آؤں۔ اس کے بعد جماعت حنفی کے وقت جگا دوں گا۔ جب نماز پڑھ کر چودھری واپس آئے تو پھر پیر دبا کر اٹھانے کی کوشش کی پھر کوئی جنبش وحرکت نہیں ہوئی یہ سمجھے کہ غافل سو گئے ہیں، یہ بھی اپنی چار پائی پر آ کر لیٹ گئے آنکھ لگ گئی سورج نکلنے پر آنکھ کھلی پھر جا کر جگانا چاہا تو آمد و رفت نفس کا اثر نہ معلوم ہوا تو انہوں نے گھبرا کر منھ کھول دیا۔ وصال ہو چکا تھا۔ جس وقت خبر وفات مشہور ہوئی افسر بیت المال نے آ کر تلاشی لی۔ چونکہ نقد وغیرہ کچھ برآمد نہیں ہوا لہٰذا وہ نعش کو مجلس اوقاف لے گیا اور وہیں سے تجہیز و تکفین عمل میں آئی۔ ۱۷؍رمضان ۱۳۳۸ھ روز جمعہ وقت صبح صادق وفات ہو کر بقیع شریف میں حضرت عثمان ابن مظعون رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت سیدنا

ابراہیم ابن رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے قرب میں دفن ہوئے۔

چودھری نے پھپھوند اور ممبئی اطلاع دی جس کی اطلاع یہاں پھپھوند میں اوائل ذیقعدہ میں ہوئی۔ ۱۷ر ذی قعدہ کو فاتحہ چہلم پھپھوند میں ہوئی اور ان کے منجھلے لڑکے اختصاص حسین رحمۃ اللہ علیہ کی دستار بندی ہوئی۔ چودھری کی اطلاع پر حاجی اسمٰعیل بھائی نے تین سو روپے مزار بنانے کے واسطے بھیجے۔ چودھری نے نہایت حسین و پختہ چبوترہ بنوا کر آہنی کٹہرہ لگوادیا جب وہ بن کر تیار ہوگیا تو بڑے دھوم سے مجمع عرب اور ہندیوں کے ساتھ چادر چڑھائی اور خود اس کی جاروب کشی اختیار کر لی اس کے صلہ میں دو حج ۳۹-۳۸ کے اور نصیب ہوئے۔ ۳۹ھ کے حج کے بعد میری طلبی پر پھپھوند آئے ۴۶ھ میں نجدی ملاعنہ نے اور مآثر مشاہد مدینہ کے ساتھ ان کے مزار کو بھی کھود کر زمین کے برابر کر دیا۔

طمع فاتحہ از حلق نداریم نیاز

عشق من در پس من فاتحہ خوانم باقیست

یعنی ظاہر طور پر دربار رسالت سے اسی گہوارہ میں قبول کیے گئے جہاں صاحبزادہ علیہ السلام مدفون تھے۔ میں نے ان کے وفات کی تاریخ اس مشہور شعر سے استخراج کی۔

جان گئی جان کے جو یا کے پاس

پہنچا مریض اپنے مسیحا کے پاس

مصرعہ ثانی کے اعداد ۱۳۹۲ ہیں اس میں سے جان کا تخرجہ کر دیا جائے جو ۵۴ ہیں تو ۱۳۳۸ باقی رہتے ہیں جو سال وفات ہے۔

۱۳۴۰ھ میں ممبئی کے تمام وہ لوگ مع اپنے اہل وعیال کے جو چچا میاں کے سامان سفر حج میں کسی قسم کا بھی حصہ رکھتے تھے بمجموعہ شرف حج وزیارت سے مشرف ہوئے۔ لوگوں کا بیان ہے کہ ہر مقام پر جب تک ہم عرب میں رہے یہ نمایاں محسوس ہوتا تھا کہ چچا میاں ہمارے ساتھ ہیں۔

میرے نزدیک ہر وہ شخص جو اس سلسلۂ عالیہ سے تعلق رکھتا ہے جب قسمت سے حج و زیارت سے مشرف ہو۔ دوران قیام حج میں چچا میاں سے طالب استعانت رہے، بالخصوص مدینہ منورہ میں تو کامیابی انشاء اللہ یقینی ہے۔ حضرت مرشدی و مولائی مدظلہ العالی ارشاد فرماتے ہیں کہ چچا میاں رحمۃ اللہ علیہ کے یہ مجاہدات بظاہر ان کی اپنی کامیابی کے لیے تھے اور بطفیل پیران عظام وہ اس میں باحسن وجوہ کامیاب ہوئے۔ احادیث کریمہ میں عموماً مسلمانوں کے لیے ارشاد فرمایا گیا۔ عن ابن عمر قال قال النبی صلی اللّٰہ علیه وسلیم من استطاع ان یموت بالمدینة فلیمت بها فانی اشفع لمن یموت بها مگر بباطن یہ سارے مجاہدات محض میری ہدایت اور مجھے اس مہلکہ سے نکالنے کے لیے اختیار کیے جس میں بعض اعزا کی تحریک اور اپنی دلچسپی اور شوق سے میں مبتلا ہو گیا تھا۔ جب میرا دور طالب علمی ختم ہوا تو بھائی سراج الحسن صاحب میرے چھوٹے بہنوئی نے باوجود میرے انکار کے بدیہتی فاضل پور کی نمبرداری میرے نام کرادی اور بمصداق دیوانہ را آہوئے بس است۔ میں اس میں مبتلا ہو گیا۔ یہ بات چچا میاں رحمۃ اللہ علیہ کو ناگوار تھی مگر باوجود بڑے بہنوئی، چچا اور استاد ہونے کے ادب سجادگی کی وجہ سے زبان سے کوئی بات نہیں کہی اور نہ کسی ناگواری کا اظہار کیا۔ چنانچہ اسی دور میں میرے ساتھ بد ہتی گئے اور میرا انہماک دیکھنے کے بعد پہلی غیبت اختیار کی جس نے مجھے پریشان کیا اور کسی قدر طبیعت میں اس کام سے انقباض پیدا ہوا میں تلاش میں دہلی گیا اور وہاں اپنی ہمراہی میں تمام پیران عظام کے مزارات پر مجھے حاضر کیا۔ دوسرے سال پھر بموقع عرس حضرت قطب الاقطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے آستانہ پر حضرت سید یار محمد صاحب بختیاری رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں خود چچا میاں اور نور خاں صاحب نے مجھے پیش کیا۔ چونکہ حضرت بختیاری شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ حضرت قطب الاقطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اولاد امجاد میں تھے اور حضرت صاحبزادہ خواجہ الٰہ بخش تونسوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے خلیفہ و مجاز تھے۔

مجھے نہیں معلوم کہ حضرت بختیاری صاحب سے اور ان سے کیا بات چیت ہوئی لیکن حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے مجھے خلوت میں بلا کر کچھ ہدایات فرمائیں اور اپنا مجاز کیا اور وہیں سے واقعی مجھے نفرت اس کام سے شروع ہوئی مگر چچا میاں کی موجودگی پھپھوند کی بدولت خدمات آستانہ اور ذمہ داری گھر باہر سے میں الگ رہا اور اسی وجہ سے میں اپنے آپ کو ہر چیز سے آزاد سمجھتا تھا۔ اور اپنی ذمہ داری کا کوئی احساس نہ تھا۔ میرے نزدیک میری ہی ہدایت اور احساس ذمہ داری کے لیے انہوں نے سفر عربستان اختیار کیا اور بالکلیہ اپنے آپ کو پھپھوند سے الگ کرلیا لیکن جانے سے غالبًا دو تین ماہ پہلے عجیب واقعہ پیش آیا جس کا میں نے بوجہ شرم آج تک کسی سے ذکر نہیں کیا لیکن غالبًا چچا میاں رحمۃ اللہ علیہ کی روحانیت اس پر مجبور کررہی ہے۔ وہ یہ ہے کہ ایک روز شام کو انہوں نے مجھ سے فرمائش کی کہ مجھے تجدید بیعت کرادو میں سخت پریشان وشرمندہ ہوا کہ یہ کیا فرمارہے ہیں انہوں نے فرمایا کہ میں واقعی کہہ رہا ہوں میں نے تمہیں اس مقام پر آنکھ کھلتے ہی نماز پڑھتے دیکھا جہاں خواب میں حضرت قبلۂ عالم کو نماز پڑھتے دیکھ چکا تھا۔ لہٰذا میرے قلب میں جو تشکیک تھی اس کے رفع کے لیے کہہ رہا ہوں پھر بھی میں اس معاملہ میں ردوکد کرتا رہا لیکن وہ مجھے مزار شریف پر لے گئے اور وہاں تجدید بیعت کی۔ اس کے بعد ہی سفر عرب پیش آیا اس کے نتیجے میں تمام بار مجھے اٹھانا پڑا اور بحمد اللہ ہوش آتا گیا اور آخر میں انہیں کی کشش اور برکت تھی کہ ۱۳۶۸ھ میں دو ماہ حاضری مدینہ اقدس کا شرف اصل ہوا۔ الحمدللّٰہ علی ذٰلك۔

بہر حال جیسے کہ ظاہر میں وہ میرے استاد ومربی تھے ویسے ہی اب تک ان کی تربیت میرے ساتھ ہے اگرچہ بظاہر اپنے آپ کو سامنے نہیں آنے دیا ہے اور امید ہے کہ انشاء اللہ خاتمہ بخیر ہوگا۔

میرے حضرت مرشدی ومولائی مدظلہٗ العالی خلف وجانشین حضرت قبلۂ عالم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مختصر حالات طیبات حصہ دوم میں ملاحظہ کیجیے۔

ذکر مخصوص غلامان حضرت قبلۂ عالم رضی اللہ تعالیٰ عنہ

ذکر جناب حضرت میر فاروق علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ ساکن پھپھوند

یہ حضرت قبلۂ عالم کے مرید اوّل ہیں اور انہیں وہ اوّلیت حاصل ہے جس میں دوسرا شریک نہیں اور حضرت قبلۂ عالم کے حالات جمع کرنے میں بھی اوّلیت حاصل ہے جو حضرت قبلۂ عالم کی حیات شریف میں جمع کیے تھے۔ حضرت میر صاحب کا ایک عریضہ حضرت قبلۂ عالم کے وصال شریف سے ایک سال قبل آیا اور اس میں تحریر تھا کہ میں اب بڑھاپے سے معذور ہو گیا ہوں۔ چل پھر نہیں سکتا ہوں۔ آنکھوں سے بھی مجبور ہوں سنائی بھی نہیں دیتا ہے لیکن آخری تمنائے دیدار باقی ہے لہٰذا تصرف فرمایا جاوے کہ اللہ تعالیٰ مجھے ہمت حاضری عطا فرماوے۔ اس پر حضرت نے جواباً تحریر فرمایا کہ میر صاحب آپ اپنا حق خدمت ادا کر چکے اور بہت آئے لہٰذا آپ مطمئن رہئے ہم خود آپ کے پاس آئیں گے۔ چنانچہ حضرت قبلۂ عالم ۱۳۲۳ھ اوائل محرم میں بمبئی تشریف لے گئے اور وہاں سے حیدر آباد تشریف لے گئے۔ میر صاحب کو وقت تشریف آوری سے مطلع نہیں فرمایا تھا۔ آٹھ بجے شب کو حیدر آباد جا کر اُترے۔ میر صاحب کے مکان پر پہنچے۔ دروازہ پر حضرت نے فیاض علی صاحب مرحوم میر صاحب کے لڑکے کو آواز دی۔ میر صاحب کا ایک لمبا چوڑا مکان تھا اور اس کے اخیر درجہ میں میر صاحب کی چار پائی تھی جو دروازہ سے کافی فاصلہ پر تھا۔ فیاض علی صاحب مرحوم اپنی ملازمت پر حیدر آباد سے باہر تھے۔ گھر میں فیاض علی صاحب کی بیوی تھیں مگر انہوں نے آواز نہیں سنی۔ میر صاحب نے اپنے مقام سے بہو کو آواز دی کہ حضرت صاحب قبلہ تشریف لے آئے جا کر دروازہ کھولو۔ سوائے اس کے کہ یہ ایک روحی تعلق تھا اور کیا کہا جائے۔ حضرت قبلۂ عالم تقریباً پندرہ روز وہاں مقیم رہے۔ اس قیام میں جو سرفرازیاں میر صاحب مرحوم کو ہوئی ہوں گی وہ معطی اور لینے والے جانیں۔ کھلی ہوئی

بات یہ ہے کہ حضرت امیر خسرو رحمۃ اللہ علیہ کو حضرت سلطان المشائخ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے جو نسبت تھی وہ میر صاحب کو حاصل ہوگئی یعنی واپسی حیدر آباد کے چھ ماہ بعد حضرت قبلۂ عالم نے وفات فرمائی۔ اطلاع ہونے پر فیاض علی صاحب مرحوم نے میر صاحب سے عرض کیا کہ حضرت قبلۂ عالم نے وصال فرمایا۔ یہ سنتے ہی میر صاحب قبلہ کا تکلم ختم ہوگیا۔ اس کے بعد چھ ماہ زندہ رہے اور سوائے نماز وغیرہ پڑھنے کے کسی سے بات نہیں کی۔ بجنسہٖ یہی صورت حضرت امیر صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی بعد وفات شریف حضرت سلطان المشائخ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہوئی تھی۔ حضرت قبلۂ عالم کی وفات شریف کے چھ ماہ بعد میر صاحب نے بھی وصال فرمایا۔

ایک مرتبہ حضرت قبلۂ عالم جھانسی تشریف رکھتے تھے میر صاحب حیدر آباد سے پھپھوند آئے۔ اسٹیشن سے اُتر کر سیدھے آستانہ شریف پر حاضر ہوئے۔ گرمیوں کا موسم تھا دس بجے دن کا وقت اتفاق سے باہر کوئی موجود نہ تھا۔ میر صاحب سیدھے اس حجرہ پر پہنچے جہاں حضرت قبلۂ عالم تشریف رکھا کرتے تھے۔ چونکہ حجرہ کے پردہ گرے ہوئے تھے۔ میر صاحب باہر دھوپ میں دست بستہ کھڑے ہوگئے اور تقریباً ایک گھنٹہ اسی حالت میں گزرا پسینہ میں شل ہوگئے۔ اتفاق سے میرے حضرت مرشدی ومولائی مدظلہ العالی مکان سے باہر تشریف لائے اور میر صاحب کو اس ہیئت سے دیکھا اگرچہ باہم شناسائی نہ تھی مگر حضرت کے قلب میں یہ اندازہ ہوگیا کہ یہ میر فاروق علی صاحب ہیں۔ حضرت نے ہاتھ پکڑ کہا کہ حضرت قبلۂ عالم جھانسی تشریف لے گئے ہیں آپ حجرہ میں بیٹھئے۔ انہوں نے حضرت صاحب قبلہ کو گود میں لے لیا ان کے بیٹھ جانے کے بعد حضرت صاحب نے اندر جا کر والدہ ماجدہ سے میر صاحب کا آنا ذکر کیا۔ والدہ نے کھانا دیا اور حضرت صاحب نے میر صاحب کو لا کر کھلایا۔ اس کے بعد جب میر صاحب اپنے مکان واقعہ سیدواڑہ کو جانے لگے تو والدہ صاحبہ نے فرمایا کہ شام کا کھانا بھی یہیں آ کر کھائیں۔ میر صاحب نے عرض کیا کہ مجھے کھانا کھانے میں کوئی عذر نہیں

ہے مگر میری طرف سے بحضور حضرت پیرانی صاحبہ یہ عرض کیجئے کہ جب سے میں غلام ہوا ہوں آپ ہی کا کھانا کھاتا ہوں ۔اس دو آنہ کے کھانے پر میری مرادوں کا ٹال دینا کوئی انصاف نہیں ہے۔ اب میں بڈھا ہوا کیوں نہیں حضرت قبلۂ عالم سے میری سفارش فرمادیتیں کہ میرا کام ہو جائے میں ایسے بہلاوؤں میں آنے والا نہیں ہوں۔ یہ کہہ کر میر صاحب اپنے گھر چلے گئے۔ اسی رات کو بے شان وگمان حضرت قبلۂ عالم بھی جھانسی سے تشریف لے آئے۔ اسی دوران قیام میں ایک روز میر صاحب مرحوم تکیہ شریف حاضر ہوئے جہاں حضرت قبلۂ عالم کی والدہ معظّمہ مدفون ہیں۔ شیخ کلو صاحب میر صاحب کے ہمراہ تھے وہ بیان کرتے ہیں کہ میر صاحب نے بعد مراسم ظاہری فاتحہ خوانی کے مجھ سے پوچھا کہ تمہیں معلوم ہے کہ میں نے یہاں تکیہ میں آ کر کیا کیا۔ میں نے کہا کہ آپ نے یہاں آ کر حضرت مخدومہ دادی صاحبہ کے مزار پر فاتحہ خوانی کی ہے۔اس پر میر صاحب نے مسکرا کر فرمایا کہ سبحان اللہ گویا وہ میری فاتحہ کی محتاج ہیں ہم کیا اور ہماری فاتحہ کیا میں نے صرف حضرت دادی صاحبہ سے عرض کیا کہ اب میں بڈھا ہوا۔ بار بار حیدر آباد سے نہ آسکوں گا لہٰذا اپنے صاحبزادے صاحب سے سفارش فرمادیجئے کہ اس بڈھے غلام پر خاص کرم فرمایا جاوے۔

میرے حضرت مرشدی ومولائی مدظلہ العالی فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضرت شیخ الشیوخ رضی اللہ تعالیٰ عنہ پیر ومرشد حضرت قبلۂ عالم حیدر آباد تشریف لے گئے۔ میر صاحب کا حیدر آباد سے ایک عریضہ حضرت قبلۂ عالم کی خدمت میں آیا۔تحریر تھا کہ حضرت شیخ الشیوخ صاحب قبلہ خیر آباد شریف سے یہاں تشریف لائے ہیں میں ابھی حاضر خدمت نہیں ہوا ہوں کیونکہ اجازت نہ حاصل کرسکا تھا۔ حضرت اگر اجازت عطا فرمائیں تو سلام کو حاضر ہوں۔ اور آداب حاضری تحریر فرمائے جائیں حضرت قبلۂ عالم نے یہاں سے فوراً جواب روانہ فرمایا کہ فوراً حاضر ہو اور اس صورت سے حاضری دینا۔

میر صاحب مرحوم کا استقلال یہ تھا کہ ہندوستان کے ایک نام آور بزرگ

حیدرآباد گئے ہوئے تھے۔ میر صاحب کے ایک دوست نے میر صاحب سے کہا کہ چلئے سلام کرآیئے فلاں صاحب آئے ہوئے ہیں، ٹال گئے جب متعدد مرتبہ انہوں نے اصرار کیا تو میر صاحب نے ان سے فرمایا کہ شریف عورت ایک مرد کا چہرہ دیکھتی ہے۔ یہ آوارہ کا کام ہے کہ جگہ جگہ تاکتی پھرے اور میر صاحب نہیں گئے۔ ع

کف پا ترا دکھلا کر کسی کا منھ نہ دکھلائے

ذکر جناب جدّی حضرت مولانا حکیم مومن سجاد صاحب مشاق رحمۃ اللہ علیہ

وطن اصلی بریلی روہیل کھنڈ تھا۔ مولوی غلام سجاد صاحب کے صاحبزادے تھے جو عالم تھے اور بعد غدر کانپور میں چیف ریڈر کلکٹری ہو گئے تھے اور تازہ ولایت کلکٹروں کو اردو پڑھایا کرتے تھے اس لیے بہت اعزاز کے ساتھ ملازمت کی کانپور میں ذاتی مکان بنگالی محال میں بنوالیا تھا اور متعدد دوکانیں تھیں جو کرایہ پر اٹھی ہوئی تھیں۔ حضرت حکیم صاحب مرحوم کی عربی تحصیل متوسط تک تھی، اور فارسی بہت اعلیٰ درجہ کی تھی، شاعری سے خاص لگاؤ تھا۔ حکیم امداد حسین صاحب انعام کانپوری کے شاعری میں ارشد تلامذہ میں تھے اور استاد آتش اور حکیم صاحب کے درمیان صرف تین واسطے تھے مولوی، غلام سجاد صاحب کے انتقال کے بعد حکیم صاحب مرحوم نے ملازمت نہیں کی۔ پرانے سرمایہ اور دوکانات وغیرہ کے کرایہ پر مع والدہ اور ہمشیرہ کے بسر کرتے تھے۔ ان کی ہمشیرہ کی شادی داروغہ کریم بخش صاحب ساکن پھپھوند سے ہوئی۔ چونکہ داروغہ جی حضرت قبلۂ عالم کی غلامی میں داخل تھے۔ لہٰذا حضرت بھی نکاح میں تشریف لے گئے۔ اسی موقع پر حکیم صاحب کی والدہ اور ہمشیرہ داخل سلسلہ ہوئیں۔ اس کے کئی برس بعد حکیم صاحب بھی غلامی میں داخل ہوئے اور پھر اتنا تعلق بڑھا کہ بریلی و کانپور دونوں جگہ سے ترک سکونت و ترک تعلق کر کے پھپھوند آ گئے اور متوکلانہ مع اہل خانہ بسر کرنے لگے۔ طب پڑھی تھی مگر مطب نہیں کرتے تھے۔ حضرت قبلۂ عالم کے حکم سے

پھپھوند میں مطب شروع کیا مگر اسے کبھی بڑھنے نہیں دیا کہ باطمینان بسر ہوا کثر اللہ تعالیٰ کے مہمان ہوتے۔ نسخہ بڑے سے بڑے مرض میں بھی دو تین پیسے سے زیادہ نہیں ہوتا تھا۔ یہاں پھپھوند میں ماٹین صاحب انگریز کی نیل کی کوٹھی تھی۔ اس میں ایک منشی دہلی کے قریب کے رہنے والے ملازم تھے انہیں حرارت قائم ہوگئی جگہ جگہ علاج کرایا مگر کوئی فائدہ نہیں ہوا حکیم صاحب کے پاس بھی آئے۔ حکیم صاحب نے تین پیسہ کا نسخہ لکھ دیا وہ چونکہ روپیوں کے نسخہ استعمال کر چکے تھے لہٰذا انہوں نے ایک روز بھی نہ پیا۔ جب انہیں اپنی جانب سے زیادہ تردد ہوا تو دہلی حکیم عبدالمجید خاں صاحب کے پاس گئے اور انہیں اپنی نبض دکھائی انہوں نے دریافت کیا کہ تم نے اس سے قبل کہا ں کہاں علاج کرایا اور کیا کیا ادویہ استعمال کیں انہوں نے وہ سب نسخہ نکال کر ان کے سامنے رکھ دئے منجملہ ان کے حکیم صاحب کا نسخہ بھی تھا انہوں نے اس میں سے حکیم صاحب کا نسخہ نکال کر دریافت کیا کہ یہ کتنے دن پیا انہوں نے کہا کہ ایک روز بھی نہیں۔ انہوں نے سبب پوچھا تو انہوں نے جواب دیا کہ اتنے قیمتی نسخوں کے بعد میں اسے کیا استعمال کرتا۔ حکیم عبدالمجید خاں صاحب نے ہنس کر کہا کہ تمہارے مرض کا صرف یہی نسخہ ہے تمہیں کچھ ضرورت کسی علاج کی نہیں ہے انہیں کے پاس جاؤ اور یہ نسخہ استعمال کرو چنانچہ واپس آ کر حکیم صاحب سے یہ پورا واقعہ بیان کیا اور معذرت کی۔ حکیم صاحب نے کہا کہ اسی کا استعمال کیجئے۔ چند ہی روز میں ان کی صحت عود کر آئی اور حرارت بالکل جاتی رہی۔ حکیم صاحب مرحوم منجملہ ان اصحاب ثلثہ کے ہیں جن کے متعلق حضرت قبلۂ عالم نے ارشاد فرمایا کہ مجھے ان کے مرید ہونے پر فخر ہے۔

بعد وفات شریف حضرت قبلۂ عالم حکیم صاحب کو اکثر دیکھا گیا کہ حریم آستانہ عالیہ کے گرد رات کو گھوما کرتے تھے گویا عملاً طواف کیا کرتے تھے اور جب کوئی دیکھ لیتا اور دریافت کرتا تو فرما دیا کرتے کہ اندھیری رات تھی بغرض حفاظت چلا آیا۔

حکم صاحب کا توکل اس درجہ بڑھا ہوا تھا کہ ایک مرتبہ ان کے چہرے میں

پریشانی ملاحظہ فرمائی۔ فرمایا کہ حکیم صاحب آپ ایک حزب دلائل کا روزانہ پڑھ لیا کیجئے، حکیم صاحب نے پڑھا کوئی مریض آیا اور دو روپیہ مل گئے اس روز کا کام چل گیا۔ دوسرے روز پڑھا پھر ایک مریض دو روپیہ دے گیا تیسرے روز پھر پڑھا، پھر دو روپیہ ملے۔ چوتھے روز کتاب گردان دی حالت عسرت پھر عود کر آئی۔ پھر کسی روز حضرت قبلۂ عالم نے ان کے چہرہ سے احساس فرمایا دریافت فرمایا کہ حکیم جی تم دلائل الخیرات نہیں پڑھتے۔ حکیم صاحب نے دست بستہ عرض کیا کہ اگر مجھے دو روپیہ روز کی خواہش ہوتی تو کان پور کی دوکانیں اور بریلی کی جائداد کافی تھی۔ حضرت قبلۂ عالم نے تبسم فرمایا اور فرمایا کہ اب دلائل الخیرات کا حزب تازہ وضو اور دو رکعت نماز کے ساتھ پڑھا کرو۔ حکیم صاحب نے تاحیات اس کی پابندی رکھی اور اس کے صلہ میں کیا ملا۔ یہ حضرت معطی جانیں یا جنہیں ملا وہ جانیں۔ باوجودیکہ عربی تحصیل متوسطات تک تھی مگر جس زمانہ میں ندوۃ العلما کی مخالفت کا زور تھا تو حضرت مولانا احمد رضا خاں صاحب بریلوی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت قبلۂ عالم سے عرض کر کے مطبع اہل سنت کی مہتممی کے لیے حکیم صاحب کو مانگ لیا تھا چنانچہ کئی برس حکیم صاحب وہاں رہے۔ ایک مرتبہ حضرت قبلۂ عالم بریلی تشریف لے گئے حضرت مولانا بریلوی نے دریافت کیا حکیم صاحب کی تحصیل عربی کتنی ہے حضرت نے فرمایا کہ قطبی و میر تک وہ متعجب ہوئے اور کہنے لگے حضرت فرمارہے ہیں تو میں مانے لے رہا ہوں۔ ورنہ حکیم صاحب کی قابلیت منتہی کتابوں سے کم نہیں معلوم ہوتی۔

شاعری میں بھی جب کہ اس فن کا زور تھا۔ کانپور کے نامور شعرا میں شمار ہوتے رہے۔ نموناً چار پانچ شعر یاد ہیں ورنہ حکیم صاحب نے کبھی اپنا نہ کوئی دیوان مرتب کیا نہ کوئی بیاض رکھی۔

اشعار

ہوا باندھے گی زلف مشک بوکی — صبا ہے پھرنے والی چار سو کی
ہوا ثابت کہ بے ڈھونڈھے ملو گے — بہت کچھ جب تمہاری جستجو کی
زبان شعلیٰ کا تھا یہ افسوں — لب ساغر نے شب جو گفتگو کی
سنا جس نے مرا افسانۂ عشق — تمہارے دیکھنے کی آرزو کی

کانپور کے ایک مشاعرہ میں حکیم صاحب کا ایک شعر حاصل مشاعرہ ہو گیا تھا۔

ندا پیر مغاں کی ہے بے کھٹکے پیئے جاؤ
کھلا ہے باب توبہ بند ہونے تک دوکاں میری

حضرت قبلۂ عالم کی وفات شریف سے دو تین برس پہلے ایک فارسی غزل لکھی اور بذریعہ منشی علی حسین صاحب مرحوم نانپاروی جو بہت بہتر طریقہ پر اشعار حضرت قبلۂ عالم کو سنایا کرتے تھے انہیں یاد کرا کر حضرت قبلۂ عالم کے حضور میں بموقع عرس شریف حضرت غریب نواز رضی اللہ تعالیٰ عنہ پیش کی حضرت نے بہت پسند فرمائی۔ حکیم صاحب نے شیرنی منگوا کر سامنے پیش کی۔ حضرت قبلۂ عالم نے اس پر فاتحہ دی اور ان کی شاعری کی بھی فاتحہ ہو گئی اس کے بعد نہ پھر کوئی شعر کہا اور نہ پھر کسی کو اصلاح دی۔

غزل

اے مہ نرسیدہ بکمالے کہ تو داری — آئینہ ندیدہ زجمالے کہ تو داری
جزوے نہ ازانست ہمہ سورہ یوسف — مجموعہ حسن خط وخالے کہ تو ادری
آنجا کہ بسوز د پر جبریل چہ باشد — اے مرغک عقل ایں پروبالے کہ تو داری
اے فکر تبہ گشتہ زسودائے وصالش — در وہم کسے نیست خیالے کہ تو داری
مشاق ازاں تنگ دہن غیر خموشی — آں را نہ جوابست سوالے کہ تو داری

فارسی اور اُردو کا شجرۂ سلسلہ جو آستانہ شریف پر جاری ہے اور شجرہ نسب حکیم صاحب مرحوم ہی کا منظوم کیا ہوا ہے۔

ایک مرتبہ جناب میر فاروق علی صاحب مرحوم حیدر آباد سے کچھوچھہ آئے اور حضرت قبلۂ عالم کی خدمت میں ایک ڈبیہ آئی گلاس لگی ہوئی پیش کی۔ اس میں تین دانہ چنے کی دال کے رکھے ہوئے تھے جس میں سے ایک پر سورۂ اخلاص مع بسم اللہ ایک پر سورہ کوثر مع بسم اللہ اور ایک میں جناب مولانا مولوی عبدالصمد صاحب لکھا ہوا تھا اور یہ عرض کیا کہ میرے ایک حیدر آبادی دوست منشی محمد غوث صاحب ہیں جو عرصہ سے اس کا کام کرتے ہیں۔ انہوں نے تحفتاً حضرت کی خدمت میں بھیجی ہیں۔ حضرت قبلۂ عالم نے بہت پسند فرمائیں۔ جب میر صاحب واپس جانے کو ہوئے تو عرض کیا کہ حضرت بطور سند ایک تحریر ان دانوں کے وصولیابی کی عطا فرمادیں۔ حضرت نے منظور فرمالیا۔ ان کے مکان جانے کے بعد حکیم صاحب سے فرمایا کہ فارسی میں ایک تحریر لکھ دو۔ حکیم صاحب نے عرض کیا کہ دال پر لکھ دوں۔ حضرت نے فرمایا کہ یہ بہت بہتر ہے۔ چنانچہ حکیم صاحب نے بلا کسی اوزار کے معمولی قلم سے دال پر لکھا کہ

"منشی محمد غوث صاحب، سہ دانہ دال منقش کہ ہر دانہ برکمال صنعت ایشاں دال است، رسید ممنون ساخت، فقیر عبدالصمد"

میر صاحب جب دوبارہ حاضر ہوئے تو حضرت قبلۂ عالم سے عرض کیا کہ وہ سند عطا فرمادی جائے حضرت نے اسی ڈبیہ کے اندر اس دال کو رکھ دیا تھا۔ ڈبیہ ان کے سامنے رکھ کر فرمایا کہ آپ اپنی سند نکال لیجئے۔ میر صاحب متحیر ہو گئے اور کہنے لگے کہ حضرت ان کے پاس تو اس کے خاص طور پر قلم اور دال کی گرفت کے لیے اوزار موجود ہیں۔ حکیم صاحب نے یہ کیسے لکھ دیا حضرت قبلۂ عالم مسکرا کر خاموش ہو گئے۔

حکیم صاحب کو یہ بھی شرف حاصل ہے کہ بحکم حضرت قبلۂ عالم جناب مولانا سید اخلاص حسین صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو طب پڑھائی اور میرے حضرت مرشد و مولائی مدظلہ العالی نے حکیم صاحب سے کئی کتابیں پڑھیں، بعد وفات حضرت قبلۂ عالم

میرے حضرت مرشدی ومولائی نے عوارف بھی ان سے پڑھی تھی۔

۱۳۳۱ھ میں حکیم صاحب مرحوم نے مرض ذات الجنب میں وفات فرمائی۔ حضرت مرشدی ومولائی مدظلۂ العالی نے حدیث عاش حمیداً مات شھیداً میں لفظ مومن درمیان میں بڑھا کر تاریخ وفات استخراج فرمائی تھی یعنی "عاش مومن حمیداً مات شھیداً جو حکیم صاحب کی زندگی ووفات دونوں کا صحیح حال ہے۔

حکیم صاحب تکیہ روشن شاہ میں جہاں حضرت قبلۂ عالم کی والدہ معظّمہ اور نیز دیگر اعزا مدفون ہیں ان کے پائیں میں دفن ہوئے۔

ذکر جناب حضرت حافظ اخلاق حسین صاحب رحمۃ اللہ علیہ

ابن مولوی الطاف حسین صاحب حالی پانی پتی

پھپھوند میں بحیثیت اہلمد اجراء ڈگری منصفی میں تبدیل ہوکر آئے اس زمانہ میں حضرت قبلۂ عالم کا قیام قاضی ایزدبخش صاحب کے مردانہ مکان موسومہ کچہری میں تھا۔ حافظ صاحب اس کے پاس ننھے خاں کے مکان میں کرایہ پر رہتے تھے۔ ایک روز حضرت قبلۂ عالم سے ملنے کے لیے حاضر خدمت ہوئے۔ معمولی بات چیت رہی جب واپس جانے لگے حضرت نے ارشاد فرمایا کہ حافظ صاحب کبھی کبھی آیا کیجئے انہوں نے عرض کیا کہ بہت اچھا۔ چنانچہ حافظ صاحب روانہ حاضری کے پابند ہوگئے حافظ صاحب قاری عبدالرحمٰن صاحب پانی پتی کے شاگرد تھے۔ کلام مجید نہایت عمدہ پڑھتے تھے مگر بوجہ مزاولت نہ رہنے کے بھولے ہوئے تھے لیکن حضرت قبلۂ عالم کا فیض صحبت کہ انہوں نے کلام مجید خود بخود یاد کرنا شروع کیا اور رمضان المبارک میں عرض کیا کہ میں کلام مجید سنانا چاہتا ہوں۔ حضرت نے بخندہ پیشانی قبول فرمایا اور تاوفاتِ حضرت قبلۂ عالم پابندی سے سناتے رہے۔ نہایت اعلیٰ طور پر یاد ہوگیا۔ اسی زمانہ میں

حافظ صاحب داخل غلامی ہوئے۔ پھر تو حافظ صاحب کا حضرت سے عشق و استغراق اتنا بڑھا کہ وہ مکان سے آتے حضرت قبلۂ عالم کی نشست گاہ کے سامنے پہنچ کر سلام کر کے مؤدب بیٹھ جاتے اور نگاہ اٹھا کر نہ دیکھتے کہ حضرت صاحب تشریف فرما ہیں یا نہیں بسا اوقات ایسا ہوتا کہ حضرت قبلۂ عالم مکان میں ہوتے اور حافظ صاحب نگاہ نیچی کیے ہوئے گھنٹوں بیٹھے رہتے حتی کہ جب تعطیل میں مکان چلے جاتے اور وہاں سے کوئی عریضہ بھیجتے تو بجائے اخلاق حسین از پانی پت کے اخلاق حسین از پھپھوند لکھا ہوتا۔ گویا ذات حضرت شیخ میں فنائیت کاملہ حاصل تھی۔

گم شدن در گم شدن دین من است
نیستی در ہست ایمان من است

یا

شمس الحق تبریزی از بسکہ در آمیزی
تبریز خراساں شد تا باد اچنیں بادا

حضرت مرشدی و مولائی مدظلہ العالی فرماتے ہیں کہ

حافظ صاحب کی ذات منجملہ ان ذوات مقدسہ کے تھی جن کے متعلق حضرت قبلۂ عالم نے ارشاد فرمایا ہے کہ مجھے ان کی مریدی پر فخر ہے۔" حضرت قبلۂ عالم کی وفات شریف سے قبل حافظ صاحب پنشن لے کر مکان چلے گئے تھے۔

آخر وقت میں میرے حضرت مرشدی و مولائی مدظلہ العالی کی خدمت میں ایک عریضہ آیا کہ میں بیمار ہوں مجھے دیکھ جایئے چنانچہ حضرت صاحب قبلہ پانی پت تشریف لے گئے حافظ صاحب سے ملاقات ہوئی بہت روئے اور عرض کیا کہ میری ایسی جرأت نہیں ہوسکتی تھی کہ یہ گستاخی کرتا۔ لیکن چونکہ میں اب بڈھا ہوا اور میرے اعزاء پھپھوند کی حاضری کے مانع ہیں۔ لہٰذا میں نے آپ کو تکلیف دی آپ مجھے پھپھوند لے جاسکیں گے اور اس طرح کوئی نہ روک سکے گا۔ حافظ صاحب کی یہ تمنا

مرنے کے لیے تھی کہ میں پھپھوند مروں۔ حضرت صاحب نے ان کے اعزا سے گفتگو کی مگر کوئی کامیابی نظر نہ آئی۔ اتفاق سے ایک روز حضرت صاحب کو شدید بخار آ گیا جس نے بہت شدت اختیار کی۔ حضرت نے دوسرے روز پھپھوند آنے کی تیاری فرمادی۔ حافظ صاحب بھی تیار ہو گئے اور لوگوں کی ممانعت پر فرمادیا کہ یہ نہیں ہوسکتا کہ صاحب زادہ صاحب کو علالت میں تنہا پھپھوند جانے دوں، ضرور جاؤں گا اور زبردستی حضرت کے ہمراہ چلے آئے، پھپھوند آنے کے بعد گھنٹوں مزار شریف پر حاضر رہتے اور دن رات میں کئی کئی مرتبہ فرماتے کہ میاں اب تو جلد مرنا چاہئے۔

میرے حضرت صاحب قبلہ اجمیر شریف تشریف لے گئے غیبت میں حافظ صاحب کے داماد مع لڑکی کے آئے اور حافظ صاحب کو دہلی شریف لے گئے اور وہاں بغرض علاج مقیم ہوئے۔ ۱۴/رجب ۴۳ھ کو وہیں وفات ہوئی اور حسب وصیت حضرت محبوب الٰہی کے آستانہ شریف پر پیش دروازہ باولی شریف لب سڑک دفن ہوئے اور قیامت تک کے واسطے حضرت سلطان المشائخ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دروازہ پر مقیم ہو گئے۔

میرے حضرت مرشدی ومولائی مدظلہ العالی فرماتے ہیں کہ بعد دفن ہونے جناب حافظ صاحب کے میں ایک کام کے لیے درگاہ شریف حاضر ہوا اور پہلے حافظ صاحب کے مزار پر حاضر ہو کر استدعا کی کہ حضرت سلطان المشائخ میں میرے اس کام کی سفارش کردیں۔ اس کے بعد مزار پر انوار پر حاضر ہوا۔ بزرگان عظام کے طفیل میں اللہ تعالیٰ نے فضل فرمایا اور اس کام میں پوری کامیابی حاصل ہوئی۔ لہٰذا میں اپنے سلسلہ والوں کو توجہ دلاتا ہوں کہ اس درگاہ شریف میں اسی ترتیب سے حاضری دینا چاہئے۔

یہاں حافظ صاحب کا ایک عریضہ نقل کرتا ہوں کہ جو انہوں نے سہسوان حضرت قبلۂ عالم کی خدمت میں حاضر کیا تھا۔ چونکہ حضرت کا مع اہل وعیال کئی ماہ سے سہسوان میں قیام ہو گیا تھا اس عریضہ کے بعد حضرت مع اہل وعیال ہفتہ عشرہ میں واپس پھپھوند تشریف لے آئے۔

نقل عریضہ

بحضور اقدس حضرت قبلہ و کعبہ دارین بے چارگاں و مراد و مقصود بیکساں فیض قدسی مآب وسیادت انتساب جناب سیدنا و مولانا و مرشدنا دامت برکاتہم العالیہ۔

بجا آوری مراسم آستانہ بوسی و تقدیم ہدیۂ آداب و نیاز دست بستہ بعرض مدعا ضروری می پرداز دالحمدللہ کو بتوجہات و برکات ذات عالی خاک پائے حضور مع حوالی متعلقین و مکرمی شیخ کلو واعزہ شاہ بخیر ہے اور مژدۂ صحت و عافیت ملازمان حضرت اقدس و جملہ اعزا و حضرات مخدومات۔ حضرت سبحانہٗ تعالیٰ شانہٗ سے مستدعی و متمنی ہے۔ صحیفہ عظامی و مفاوضہ عالی قریب ایک ہفتہ ہوا شرف صدور لا کر باعث سرفرازی دارین ہوا۔ اسی روز عریضہ ارسال بندگان حضور کیا گیا تھا جس میں داروغہ جی کے معاملات کا مفصل حال درج تھا لیکن صحیفۂ اقدس میں جو بعض فقرات دلخراش والفاظ نمک پاش نسبت تشریف آوری بندگان عالی کے زیب رقم تھے اور جن سے ایک خفیف شبہ فراق اور تو ہم برداشت تکلیف مالایطاق ہوتا تھا۔ ان کی نسبت کچھ عرض نہیں کیا گیا اور اتنا عرصہ نا قابل برداشت اسی پس و پیش میں گزر گیا کہ کیا عرض کیا جاوے اور کس پیرایہ میں مافی ضمیر خستہ دلاں ظاہر کیا جاوے ہر چند یہ شبہ ابھی تک درجہ یقین کو نہیں پہنچا اور ہنوز اس ہیچکارہ اور شیخ صاحب کے معرض بحث میں ہے۔ شیخ صاحب اوّل اوّل زیادہ مایوس تھے اور نیاز مند کو شبہہ تو زیادہ تھا مگر میلان زیادہ اس طرف تھا کہ ضرور حضور اقدس مع جمیع حضرات تشریف لاویں گے لیکن الحمدللہ کہ اب شیخ صاحب بھی اسی پر جمے ہیں۔ ایں شام صبح گردد ایں شب سحر شود۔ ایسے پختہ مزاج اور مستحکم رائے شخص کا اپنے خیال سے رجوع کرنا اس کو بھی خاکسار ایک فال نیک اور شگون خیر تصور کرتا ہے جس وقت سے صحیفۂ عالی صادر ہوا اور یہ خیالات دماغ و دل میں موجزن ہوئے جو کچھ کیفیت انتشار و اضطراب کی ہے قابل گزارش نہیں اور چونکہ ذات عالی کو

خدائے تعالیٰ نے مرتبہ وشان علیم بذات الصدور ودرجہ یعلم خائنۃ الاعین وما تخفی الصُّدور عطا کیے ہیں۔لہٰذا کوئی ضرورت اظہار و بیان کی نہیں ہے۔حضور پر سب روشن ہے۔حضرت بذات خاص و بنفس نفیس اس کا اندازہ فرمالیں ع

اور تو یاں کچھ نہ تھا ایک مگر دیکھنا

بعض لوگ خادمین ایسے ہوتے ہیں کہ ان کو کسی وظیفہ اور ورد سے لگاؤ ہوتا ہے۔کوئی ذکر وشغل میں مستغرق رہتا ہے۔کسی کو نماز روزہ میں راحت ملتی ہے بعض کے دلوں میں شوق حج بیت اللہ وزیارت خانہ کعبہ اِلقاء فرمادیا جاتا ہے۔وہ لوگ اسی تہیہ وسامان میں مصروف اور اپنے دلوں میں خوش رہتے ہیں۔غرضیکہ ہر شخص اپنے ظرف واستعداد کے موافق اپنا اپنا حصہ ونصیبہ پاکر اسی میں بہمہ جان وتن لگا رہتا ہے۔خدائے تعالیٰ حضور کے جلوے کو برقرار اور روز افزوں ترقی فرمائے۔ہم کفش برداروں کا کعبہ مقصود حضرت کا آستانہ ملک کاشانہ اور حج مبرور حاضری دربار شریف ومجلس منیف ہے اور ہمارا وجہ اللہ دید جمال جہاں آراء حضور پرنور،حضرت کا لب معجز نما ہمارے امراض ظاہری وباطنی کی دوا۔اور آپ کا خاک پا ہمارے سب دردوں کے لیے شفا۔دست مبارک ہماری دینی مہمات ومشکلات کے لیے اماں اور اخروی حساب کتاب کے حق میں کافی زماں۔حج بیت اللہ درحقیقت ہر مسلمان پر بشرط استطاعت فرض عین ہے مگر واللہ حضور کی یاد میں کبھی خیال بھی نہیں گزرتا کہ اس فرض کو بھی ادا کرنا چاہئے تو جن خاکساروں کا نہ کوئی وظیفہ اور شغل ہوا ورنہ کوئی نماز وروزہ اور نہ حج وزیارت سوائے ایک حضور کے دیکھ لینے کے اور جن کے تمام مقاصد ومرادات صرف اسی ایک امر پر مقصود ومحصور ہوں تو حضور ملاحظہ فرمادیں کہ اگر اس میں بھی کوئی احتمال خلاف مراد پیدا ہونے کا وہم ہو تو ایسے لوگوں کی زندگی کیسے بسر ہوسکتی ہے اور کس نادیدنی یا اس اورنا شدنی بے لطفی کا سامانِ کرنا پڑے گا۔

کہتے ہیں جیتے ہیں امید پہ لوگ ہم کو جینے کی بھی امید نہیں ہے

فرض کردم کہ بیادتو دلم خورسند است   لیکن ایں دیدہ دیدار طلب راچہ علاج

واقعہ اس مرتبہ بعد تشریف لے جانے حضور کے صرف حضرت کی توجہات خاص سے جو کچھ لطف اور کیفیت رہی اور جس خوبی وعشرت سے یہ دن گزرے وہ کسی طرح اس سے کم نہیں جو حضرت کے یہاں کی موجودگی میں ہوتے تھے اور ہونے چاہئے تھے اور جس کے شکریہ ادا کرنے کا ہمارا منھ نہیں اور جو راحت خانقاہ کے احاطہ اور دولت سرا کے حریم میں حاصل ہوتی تھی وہ قابل بیان نہیں۔

کس منھ سے شکر کیجئے اس لطف خاص کا
پرسش ہے اور پائے سخن درمیاں نہیں

ہر چند یہ حضرت کے الطاف عام اور عیاں اور حاضرین وغائبین پر شامل ویکساں ہیں مگر چونکہ ہم لوگ سخت پابند اسباب ظاہری ہیں تو حضور کی ذات اقدس کے یہاں تشریف رکھنے کو ایک نمونہ لطف الٰہی یقین کر کے ہر وقت اپنے دامن مراد کو پر رکھتے ہیں اور حضرت کی کارسازی پر پورا پورا اعتماد رکھتے ہیں لیکن جب حضرت کہیں اور تشریف فرما ہوتے ہیں تو بوجہ اپنے ضعف عقیدت اور سستی ایمان کے اس یقین میں بوجہ دوری یہ خیال ہوتا ہے کہ حضور یہاں تشریف رکھتے تو یہ عرض کرتے فلاں مشکل میں حضور مدد فرماتے حالانکہ حضور کی ذات عالی دوری ونزدیکی اور ظاہری وباطنی میں یکساں حلال مشکلات وکاشف مہمات ہے اور ہر حالت میں اس طرف سے آفتاب وار روشنی پہنچانے میں اور لطف فرمانے میں تمام ذرّات برابر ہیں اور سرمو کمی بیشی نہیں ہے۔ شیخ جی کو حضور کے یہ فقرات پڑھ کر از حد تشویش بلکہ بے چینی ہے کبھی تو یہ کہتے ہیں کہ حضور میں کوئی عریضہ بھیجا جاوے۔ کبھی یہ خیال ہوتا ہے کہ خود حضور میں حاضر ہو کر عرض حال کیا جاوے آخر یہ رائے قرار پائی کہ ایک عریضہ رسالہ وار اور ایک روز نامچہ کے پیرایہ میں تحریر ہو کر جو کچھ زبان وقلم یاری دے اور جس قدر طولانی ممکن ہو ارسال کیا جاوے اگر جواب حسب مراد ملا تو فبہا ورنہ سہسوان شریف کی حاضری کا

قصد کیا جاوے، ہر چند ہم لوگوں کا منھ اور کوئی استحقاق ایسا نہیں ہے کہ حضور عالی کے معاملات میں سر مو بھی دخل دے سکیں اور حضور میں یہ عرض کریں کہ حضور ضرور یہاں تشریف لاویں۔ حضور اپنے معاملات کے خود مالک و مختار ہیں کسی کو بحال نہیں کہ دم مار سکے بلکہ خدام کے معاملات میں بھی حضور کا ارشاد واجب التعمیل ہے لیکن حضرت کے خلق کریم اور لطف عظیم پر چونکہ بے انتہا اعتماد اور غایت درجہ بھروسہ ہے اس لیے بیباکانہ اور بے ادب وار اس قدر عرض کیا گیا۔ ذات عالی سے امید قوی ہے کہ اس گستاخانہ طول تحریر عریضہ پر نظر معافی مبذول فرمائی جاوے۔

منصف صاحب (منشی تارا پرساد صاحب بنارسی۔ مؤلف) کا قصہ یہ ہے کہ ان کے والد اس بات کے محرک ہیں کہ منصفی کو چھوڑ کر ہائی کورٹ میں وکالت کریں مگر جب سے شرف ملازمت حضور ان کو حاصل ہوا ہے اس قدر چسپیدگی اور تعلق حضور کے ساتھ ہے جس کا بیان نہیں ہو سکتا ہمیشہ اور ہر روز حضرت کی تشریف آوری کے منتظر اور حضور کی خیریت اور حالات کے مستفسر رہتے ہیں اور جس قدر عرصہ اور تعیناتی پھپھوند سے ایسا گزرا ہے جس میں شرف ملازمت سے غیر مشرف رہے اور حضرت کے فیوض سے محروم رہے اس پر سخت متاسف اور متحسر رہتے ہیں چونکہ مصنف صاحب آدمی فہیم اور مستقل ہیں کچھ زیادہ زبان سے نہیں کہتے لیکن اکثر اوقات ان کے منھ سے یہ بات سنی گئی ہے کہ ہم مولانا صاحب کے عنایت توجہات کے مشکور نہ ہوں تو بڑی ناشکری ہے۔ ہمارے دل کو جو ایک حالت اطمینان حاصل ہوئی ہے اور ہوتی جاتی ہے۔ یہ حضرت کی توجہات خاص کا اثر ہے۔ سچ تو یہ ہے کہ منصف صاحب کی حالت پر کبھی تو رشک ہوتا ہے اور خاکم بدہن یہ خیال شکایت آمیز پیدا ہوا ہے کہ

نہ کنی چارہ لب خشک مسلمانے مرا
اے تبرساں بچگاں کردہ مئی ناب سبیل

مگر غور کیا جاتا ہے تو یہ خیال غلط ثابت ہوتا ہے اور یہ بات صحیح معلوم ہوتی ہے

گر نہ بیند بروز شپرۂ چشم
چشمۂ آفتاب راچہ گناہ

اگر کوئی مسلمان باوجود دعویٰ اسلام نور اسلام سے مستفید نہ ہو تو یہ اس کی کمال بدقسمتی اور کم فہمی ہے اور اگر کوئی غیر مذہب والا برکات اسلام سے استفاضہ کرے تو عین خوش نصیبی اور خوش فہمی ہے۔ اللہ اللہ ایک ہندو مذہب والا تو حضور کے برکات کا شیدا ہوں اور ہم مسلمان ہو کر محض بے خبر ہوں۔ حضور اقدس کا والا نامہ جب آیا تو سلام شوق کہا گیا اور یہ خیالات جو پیدا ہوئے تھے ان کا بھی کچھ تذکرہ ہوا تو منصف صاحب بہت حسرت سے کہنے لگے کہ کیا مولانا صاحب کا ایسا قصد ہے بہت دیر تک یہی ذکر رہا اور کہتے رہے کہ مثنوی شریف اور نیز سب کام ناتمام رہے جاتے ہیں آخر یہ بولے کہ میں بھی مولانا صاحب کو کہئے تو کوئی خط لکھوں کہا گیا کہ لکھئے، پھر بولے میں کن الفاظ میں لکھوں۔ میں چہلم کی تعطیل میں الہ آباد جاؤں گا اپنے والد سے دریافت کر کے خط لکھوں گا کہ کیا لکھوں چنانچہ کل سے منصف صاحب الہ آباد گئے ہیں کل آجاویں گے۔ الہ آباد جانے سے ایک روز پہلے رات کو شیخ کلو کو بلا کر یہی باتیں کرتے رہے کہ کیا اب حضور کا ایسا قصد ہے۔ غرضیکہ وہ بھی اسی حالت میں۔ آغا نور خاں جو افغان پٹھان اور مولوی فضل الرحمٰن صاحب کے مرید ہیں وہ دوسرے تیسرے دن عصرے کے وقت ہمیشہ آتے اور حضور کی تشریف آوری کا حال دریافت کرتے رہتے ہیں کل شام بھی آئے اور کہنے لگے کہ مولانا صاحب کو عریضہ لکھو تو ہمارا بہت بہت سلام کے بعد یہ لکھئے کہ میں صرف حضرت کے انتظار میں قریب ڈیڑھ ماہ سے پھپھوند میں مقیم ہوں اگر حضور عنقریب تشریف لاویں تو خیر ورنہ میں سہسوان شریف میں حاضر ہونے کا قصد ضرور رکھتا ہوں۔ خلاصہ یہ کہ اور بھی اکثر خدام کی یہی کیفیت ہے کس کس کا حال عرض کیا جاوے ہر وقت حضرت کے مراحم خسروانہ اور توجہات شاہانہ کے منتظر ہیں ہر چند حضور میں کوئی گزارش صریح اس بارہ میں کرنے میں جرأت

نہیں ہوتی۔ لیکن بحضرت مقلب القلوب اگر یہ دعا کی جائے تو شاید کوئی گناہ نہ ہو۔

عماری دار لیلیٰ راکہ مہر وماہ درحکم است
خدایا در دل اندادش کہ برمجنوں گزر آرد

ذکر جناب حضرت قاضی عظیم الدین صاحب گوالیاری علیہ رحمۃ اللہ

قاضی صاحب مرحوم گوالیار کے خاندان قضاۃ میں سے تھے عالم نہ تھے مگر مذہب اور ضروری مسائل سے کافی واقف تھے اور اُردو فارسی اچھی طرح اور معمولی عربی بھی جانتے تھے۔ جب بیعت کا شوق ہوا تو حضرت مولانا عبدالرحیم صاحب نقشبندی ساکن پٹنہ عظیم آباد جو جھانسی کی مسجد میں مقیم تھے۔ اور مسافرنوازی ان کا شیوہ تھا۔ بعض مرتبہ دو دو سو مہمان ان کے دسترخوان پر کھانا کھاتے تھے۔ جب سے حضرت قبلۂ عالم سے نیاز حاصل ہوا وہ مریدوں سے زیادہ معتقد ہوگئے تھے۔ باوجود اپنے شیخ سے مجاز ہونے کے بیعت لینا چھوڑ دی اور جو خواہش مند بیعت ان کے پاس جاتا اسے حضرت قبلۂ عالم کی خدمت میں بھیج دیتے غالباً خاندان چشتیہ کا فیض انہوں نے حضرت قبلۂ عالم سے حاصل کیا اور حضرت کو مرشد سے کم نہیں جانتے تھے۔ حضرت قبلۂ عالم کو بھی غایت درجہ ان سے محبت تھی اور بہت باوقعت نگاہ سے ملاحظہ فرماتے تھے۔ رمضان المبارک کے جمعۃ الوداع کو دنیا سے وداع ہوئے۔ پچھوند میں جب اس کی اطلاع آئی تو حضرت قبلۂ عالم پر بہت زیادہ تاثر ہوا۔

حضرت مولانا عبدالرحیم صاحب نے قاضی صاحب مرحوم کو مرید ہونے کے لیے پچھوند بھیجا اور اپنا خط سفارشی دیا مرید ہوئے کچھ ماہ پچھوند میں قیام رہا۔ مجاہدہ یہ اختیار کیا کہ آستانہ مقدس کی دونوں وقت جاروب کشی کرتے تھے اور بعد نصف شب کے مردانہ پاخانہ صاف فرمایا کرتے تھے اور تالاب پر غسل کر کے نماز فجر میں شامل ہوجایا کرتے تھے۔ غالباً قاضی صاحب رحمۃ اللہ کی قابلیت ومحنت اور حضرت مولانا

عبدالرحیم صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی سفارش رنگ لائی۔ حضرت قبلۂ عالم نے انہیں زکوٰۃ دلائل الخیرات شریف کی اجازت عطا فرمائی جو ہندوستان کے خانوادوں میں ایک منفرد طریقہ ہے اس طریقہ سے زکوٰۃ دیتے ہوئے کسی خاندان میں مسموع نہیں ہوا۔ نہ روزانہ کے حزب اس طریقہ میں ویسے ہیں جیسے کہ عموماً دلائل الخیرات میں طریقہ رائج ہے۔ یہاں کے طریقہ میں حزب اوّل سہ شنبہ سے شروع ہوتا ہے اور ساتواں حزب دوشنبہ کو ختم ہوجاتا ہے۔ عام طور پر دلائل الخیرات آٹھ حزبوں میں پڑھی جاتی ہے۔ دوشنبہ کو شروع اور دوشنبہ کو آٹھواں حزب پڑھ کر پہلا حزب پڑھ لیا جاتا ہے۔ علاوہ ازیں ہر حزب کے درمیان میں کچھ اسماء اور کچھ آیات بھی یہاں کے طریقہ میں پڑھی جاتی ہیں۔ زکوٰۃ کی اجازت حضرت جسے بھی عطا فرماتے تھے تین روز پانچ روز یا سات روز یا نو روز یا گیارہ روز میں زکوٰۃ دلوائی جاتی تھی سب سے اعلیٰ طریقہ تین ہی روز کی زکوٰۃ کا تھا۔ حضرت قبلۂ عالم کے طریقہ کے مطابق من اوله الی اٰخره چار سو دس درود زکوٰۃ کے لیے رکھے گئے تھے۔ ایام زکوٰۃ میں روزہ رکھا جاتا ہے۔ دوران زکوٰۃ میں ہر روز صبح ایک غسل ضروری اس کے بعد ہر درود سے پہلے وضو کرنا، دو رکعت نماز پڑھنا، اسماء مبارک سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور ایک درود شریف پڑھنا۔ یوں ہی آخر تک تمام درود پڑھے جاتے ہیں۔

قاضی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو زکوٰۃ دلائل میں ہر درود پر بجائے وضو کے غسل کا حکم دیا گیا۔ پھپھوند میں پختہ تالاب جو مصر کا تالاب کہلاتا ہے اس پر انہوں نے زکوٰۃ دی اور چار سو دس غسل تین روز میں کیے گویا ایک دن میں ۱۳۸ غسل۔ ختم زکوٰۃ کے دن حضرت قبلۂ عالم خود مع مخصوص مریدین کے تالاب پر تشریف لے گئے اور قاضی صاحب مرحوم روئی کے پہلوں میں لپیٹ کر چار پائی پر لٹا کر لائے گئے۔ اس مجاہدۂ عظیمہ کے بعد حکم دیا گیا کہ تم بمبئی جاؤ اور وہاں قیام کرو لیکن نہ کسی سے سوال کرنا نہ قرض لینا۔ قاضی صاحب جب ممبئی پہنچے بے یار و یاور تھے۔ نہ کوئی انہیں جانتا تھا اور نہ وہ کسی کو

جانتے تھے۔ جیب میں صرف چند آنہ پیسہ تھے۔ ایک چھوٹی سی مسجد میں جا کر مقیم ہوگئے۔ جب پیسہ ختم ہوئے فاقوں پر نوبت آئی۔ تین روز تک روزہ پر روزہ رکھا تیسرے یا چوتھے روز ایک صاحب نے بعد نماز مغرب بلا تعارف و پہچان قاضی صاحب سے مصافحہ کیا اور ایک پڑیا ان کے ہاتھ میں دے کر فوراً واپس ہوگئے۔ قاضی صاحب نے اس میں دیکھا تو پانچ روپیہ تھے۔ یہ پہلی فتوحات غیبی تھی۔ اس کے بعد کبھی فاقہ کی نوبت نہیں آئی۔ ہمیشہ دونوں وقت دسترخوان وسیع ہوتا تھا۔ ہمیشہ عشا کی نماز کے بعد دروازہ بند ہوجاتا تھا۔ اور کسی بڑے سے بڑے شخص کے لیے دروازہ نہیں کھولا جاتا تھا۔ اعلیٰ درجہ کے بنگلہ میں قیام تھا جسے کرایہ پر لیے ہوئے تھے۔ پہلے محلّہ ماہم میں قیام تھا اور پھر باندرہ میں قیام کرلیا تھا وہیں وفات ہوئی اور باندرہ کی بڑی مسجد کے صحن کے بعد قاضی صاحب کا مزار بنا۔ ان کا مجاہدہ تمام عمر یہ رہا کہ روزانہ رات کو بعد نماز عشا سات غسل اور چودہ رکعت نماز کے ساتھ ساتوں حزب ختم فرمایا کرتے تھے۔ سفر و حضر میں یہ مجاہدہ جاری رہتا تھا اور شدید سے شدید مرض میں بھی اس سے باز نہیں رہتے تھے۔ حتیٰ کہ مرض وفات میں بھی اس کے پابند رہے۔ سیف زبان تھے جس سے جو فرمادیا وہ ہوگیا۔ آنے والوں سے بہت استغنا کے ساتھ ملتے تھے۔ اور بڑے سے بڑے کو کسی خلاف شرع امر یا خلاف طبع امر پر جھڑک دیا کرتے تھے۔ حضرت قبلۂ عالم اپنی سال وفات میں بمبئی تشریف لے گئے تو چھ روز تک مولانا محمد عمر صاحب جو داعی تھے ان کے یہاں قیام فرمایا ساتویں روز قاضی صاحب کی قیام گاہ پر تشریف لے آئے وہیں سیٹھ اسماعیل صاحب مرحوم حاجی ولی محمد صاحب مرحوم حاجی عمر رحمت اللہ میمن اور قاسم بھائی داود بھائی مرحوم داخل غلامی ہوئے۔ یہ حضرات بمبئی کے زیادہ متمول لوگوں میں سے نہیں تھے۔ قاضی صاحب ان اپنے پیر بھائیوں کا بہت زیادہ خیال فرمایا کرتے تھے۔ اور واقعی جو لوگ اپنی عقیدت میں منفرد رہے ان میں سے خدا کے فضل سے عمر رحمت اللہ صاحب بمبئی میں اور داؤد بھائی کراچی میں موجود ہیں۔

جب حضرت قبلۂ عالم بمبئی سے حیدر آباد تشریف لے جانے لگے۔ اسٹیشن پر یہ سب جو داخل غلامی تھے اور مولوی محمد عمر صاحب داعی نیز ان لوگوں کے دوست واحباب کا ایک جمِّ غفیر موجود تھا۔ گاڑی کی روانگی کے قریب جب لوگ رخصت ہونے لگے قاضی صاحب حضرت قبلۂ عالم کے قدموں پر گر کر رُو رہے تھے اور حضرت پر کوئی خاص حالت طاری تھی کہ قاضی صاحب کو دریافت فرمایا کہ کہاں ہیں؟ لوگوں نے متوجہ کیا کہ قدموں پر ہیں۔ حضرت نے جھک کر اٹھالیا اور سینہ اقدس سے لگالیا اور کچھ ایسے الفاظ ارشاد فرمایئے کہ جو حضرت سیدنا مولانا اخلاص حسین صاحب رحمۃ اللہ علیہ جو ہمرکاب تھے۔ ان کی یاد سے بھی محو کر دئے گئے مگر ماحصل ان کا یہ فرمایا کرتے تھے کہ قاضی صاحب کو تسکین دی گئی کہ تمہاری تکمیل ہوگئی۔

ہم لوگوں کا تو یہ عقیدہ ہے کہ قاضی صاحب اس آستانہ عالیہ کے شیخ الدلائل کے مرتبہ پر فائز ہیں اور اس سلسلہ عالیہ میں چونکہ درود دلائل شریف ہمیشہ سے لوازمات میں چلا آرہا ہے لہٰذا ہر دلائل خواں کو قاضی صاحب کی روح پر فتوح سے توسل رکھنا چاہئے۔

الحمدللہ کہ یہ طریقہ زکوٰۃ دلائل اور تلاوت دلائل اب تک آستانۂ عالیہ پر چلا آتا ہے۔ یہ طریقہ خاص حضرت قبلۂ عالم کو حضرت یوسف ابن مبارک یمنی المدنی رحمۃ اللہ علیہ سے حاصل تھا جنہوں نے سند حدیث میں عطا فرمائی تھی۔ جس کا بلاک شامل ہے۔

ذکر حضرت مولانا حافظ محمد اسمٰعیل صاحب محمود آبادی رحمۃ اللہ علیہ

یہ حافظ تھے اور بہت اچھا یاد تھا ان کا خاندان میلاد خواں تھا۔ ان کے والد و چچا اور خسر بھی حافظ اور مشہور میلاد خواں تھے۔ سلسلۂ قلندریہ میں شاہ معشوق علی صاحب قلندر خیر آبادی یعنی والد حضرت مقبول میاں صاحب قلندر خیر آبادی کے مرید تھے حافظ صاحب کے چچا حافظ محمد علی صاحب کوٹھی عثمان پور ضلع بارہ بنکی میں پوسٹ ماسٹر

تھے اور حضرت قبلۂ عالم کی غلامی میں داخل تھے۔ حضرت قبلۂ عالم کوٹھی عثمان پور تشریف لے گئے۔ حافظ اسمٰعیل صاحب مرحوم ان کے یہاں مقیم تھے۔ حضرت کو ان کی نعت خوانی بہت پسند آئی۔ جذبۂ حق کہ حافظ صاحب کو بھی شوق تعلیم پیدا ہوا اور محمد علی صاحب کے ذریعہ سے اپنی خواہش تعلیم حضور میں پیش کی۔ حضرت قبلۂ عالم نے منظور فرمایا اور یہ حضرت کے ہمراہ پھپھوند آ گئے۔ اس وقت ان کی عمر ۱۷/۱۸/ سال کے قریب تھی۔ میزان منشعب شروع کرادی گئی اور ان پر بہت زیادہ توجہ مبذول فرمائی گئی۔ داخل غلامی ہوئے اور سفر و حضر میں ہمراہ رہنے لگے۔ حضرت قبلۂ عالم کی حیات شریف میں چار پانچ سال تک پڑھتے رہے اور متوسطات تک کتابیں حضرت سے ختم کیں۔ حضرت کی وفات میں موجود تھے جب حضرت قبلۂ عالم مبتلاء فالج ہو کر اسٹیشن دبیاپور سے مکان واپس تشریف لائے تو حضرت پیرانی صاحبہ معظّمہ رحمۃ اللہ علیہا نے انہیں پہلی گاڑی سے میرے حضرت مرشدی و مولائی مدظلہٗ العالی کو بلانے کے واسطے جونپور روانہ کر دیا۔ انہوں نے حضرت صاحب قبلہ کو علالت سے مطلع نہیں کیا اور حیلہ سے دوسری ہی گاڑی سے مع حضرت صاحب کے واپس لوٹے۔ حضرت مولانا صاحب قبلہ کو ضرور علالت سے آگاہ کر دیا لیکن حضرت مولانا نے بھی میرے حضرت قبلہ کو نہیں بتایا۔

حافظ صاحب نے اپنی تکمیل تعلیم حضرت محدث سورتی رحمۃ اللہ علیہ سے پیلی بھیت میں میرے حضرت صاحب قبلہ کی ہمراہی میں ہم سبق رہ کر کی۔ حضرت محدث صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے مرض وفات میں آخر وقت حاضر خدمت رہے اور آخری خدمات انجام دیں۔

حضرت مولانا احمد رضا خان صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی بھی عنایات ان پر بہت رہیں حتی کہ خلافت سے بھی مشرف فرمایا لیکن حافظ صاحب پر آستانۂ عالیہ کی نسبت بہت غالب رہی اور حضرت قبلۂ عالم کے عاشق زار تھے ؎

ایک دم کے لیے جو آیا وہ پابند ہوا
کون ایسا ہے نگہبان ترے کوچے میں

حضرت شیخ الشیوخ سیدنا ومولانا حافظ محمد اسلم صاحب خیرآبادی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وفات کے وقت حضرت قبلۂ عالم کی ہمراہی میں موجود تھے۔

دروان قیام پیلی بھیت میں انہیں کسی نے کشف قبور کا عمل بتادیا تھا اور اکثر وبیشتر قبور پر یہ کیا کرتے تھے۔ میرے حضرت مرشدی ومولائی مدظلہٗ العالی نے انہیں بارہا منع فرمایا کہ متجسسانہ یہ عمل نہیں کرنا چاہئے ہاں فیض حاصل کرنے کے لیے کروتو صحیح ہے مگر یہ باز نہیں آئے۔ ایک مرتبہ جاڑوں کی فصل میں بعد مغرب حضرت شاہ محمد شیر صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے مزار پر پہنچے۔ طالب علمی کا ولولہ مزار کے سامنے پہنچ کر اس نیت سے عمل کیا کہ دیکھیں یہ صرف بزرگ مشہور ہیں یا کچھ ہیں بھی جس وقت کشف کا وقت آیا تو انہوں نے دیکھا کہ چاروں طرف سے یہ دھوئیں میں گھٹ گئے اور ان کا تنفس بند ہوگیا۔ حافظ صاحب کا بیان تھا کہ اس وقت مجھے سوائے حضرت قبلۂ عالم کی طرف رجوع کرنے کے کچھ چارہ نظر نہ آیا معاً دیکھا کہ حضرت قبلۂ عالم تشریف لے آئے اوران کے سینہ پر بطور دھکا دینے کے ایک ہاتھ مارا ان کا بیان ہے کہ میں گنبد کے اندر تھا۔ متنبہ جب ہوا تو گنبد کے باہر کھڑا ہوا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت قبلۂ عالم کے طفیل میں اس مہلکہ سے نجات فرمائی اور پھر وہ اس عمل سے بھی باز آ گئے۔ آستانہ عالیہ سے ہمیشہ بہت وابستگی رہی اور حضرت قبلۂ عالم کی نسبت ہمیشہ غالب رہی۔

اپنے مکان محمود آباد پر غالبًا ۱ے ھ میں بعارضہ نفس الدم انتقال فرمایا۔

ان کے دو واقعہ بہت پر لطف ہیں یہ حضرت قبلۂ عالم کی ہمراہی میں تھے اتفاق سے رات کی گاڑی سے اُترے یکہ موجود نہیں تھا۔ حضرت صاحب نے اسباب اسٹیشن پر ایک مسلمان کے یہاں رکھوادیا اور خود مع حافظ صاحب پھپھوند کو روانہ ہوگئے جو چھ میل ہے چونکہ ان پر حضرت کی عنایات بہت تھیں لہٰذا بے تکلف بھی تھے انہوں نے

حضرت کی خدمت میں سوال کیا کہ دست غیب کسے کہتے ہیں۔ حضرت نے کچھ جواب نہیں دیا۔ تھوڑا ہی راستہ طے ہوا تھا اور نو دس بجے رات کا وقت تھا کہ یکا یک ایک شخص جو حضرت کی غلامی سے مشرف تھا آیا اور قدم بوس ہو کر دس روپے نذر پیش کیے۔ حضرت نے قبول فرما کر حافظ صاحب کو دے دئے اور آگے چل دئے۔ فرمایا کہ اسمٰعیل اس کا نام دست غیب ہے کہ شان وگمان میں بھی ان روپیوں کا آنا نہ تھا اور اپنی کسی کوشش وطلب کا کچھ دخل نہ تھا۔ **دوسرا واقعہ**

حضرت قبلۂ عالم کوٹھی عثمان پور تشریف لے گئے بارہ بنکی کے اسٹیشن پر اُترنا ہوتا ہے۔ خربوزوں کا موسم تھا لکھنؤ سے دو ٹوکرے خربوزے نہایت عمدہ چکھ کر خریدے گئے جو ساتھ میں تھے۔ (حضرت قبلۂ عالم کو خربوزہ بہت پسند تھا) چونکہ رات میں بارہ بنکی کے اسٹیشن پر پہنچے تھے اسٹیشن کے باہر ایک شہید صاحب کا مزار ہے اور ایک وسیع چبوترہ بنا ہوا ہے جس پر اکثر مسافر آرام بھی کرتے تھے۔ اسی چبوترہ پر حضرت نے سامان رکھوادیا۔ خود استنجا کے واسطے تشریف لے گئے۔ حافظ صاب پر مذاق تو تھے ہی قلی کے سر سے وہ ٹوکرے اُتارے اور مزار کے سامنے رکھ کر کہا کہ لیجئے حضرت یہ آپ کے نذر ہیں۔ حضرت قبلۂ عالم واپس تشریف لائے۔ وضو فرمایا نماز سے فارغ ہو کر ناشتہ ساتھ تھا۔ منشی مظہر الحق صاحب مرحوم ردولوی سے جو داخل غلامی تھے اور لکھنؤ سے ہمرکاب ہو گئے تھے۔ فرمایا کہ کھانا لاؤ دسترخوان بچھا اور کھانا کھایا گیا۔ فرمایا کہ خربوزہ لاؤ۔ اب جو خربوزہ کاٹا جاتا ہے پھیکا نکلتا ہے حتی کہ جنہیں کاٹ کر پہلے چکھ لیا گیا تھا وہ بھی پھیکے ہو گئے حضرت نے تعجب سے دریافت فرمایا کہ یہ کیا وجہ ہوئی حافظ صاحب نے بے تکلف کہہ دیا کہ مجھ سے یہ حرکت تو ضرور ہوئی ہے۔ حضرت قبلۂ عالم فوراً کھڑے ہوئے فاتحہ پڑھی اور بلند آواز سے فرمایا کہ حضرت یہ نذر کرنے والا ان خربوزوں کا مالک نہیں تھا ان کا مالک میں ہوں۔ میں نے نذر نہیں کیے ہیں۔ اس کے بعد فرمایا کہ اب کاٹو تو ہر خربوزہ اپنی اصلی حالت پر تھا۔

ذکر جناب نور خانصاحب ولایتی

خانصاحب غزنی کے رہنے والے اور دوشالوں کے سوداگر تھے مولانا فضل الرحمٰن صاحب گنج مرادآبادی کے مرید تھے۔ بسلسلہ سوداگری پھپھوند آئے اور حضرت قبلۂ عالم کی خدمت میں حاضر ہونے لگے یہاں تک کہ سلسلہ چشتیہ میں بیعت کی اور سوداگری چھوڑ دی۔ کئی ہزار روپیہ جو تقاضا میں لوگوں پر بقایا تھا وہ چھوڑا، وطن چھوڑا اور حضرت قبلۂ عالم کے آستانہ ملک کا شانہ پر مقیم ہوگئے اور فقیرانہ بسر کرنے لگے۔ کبھی کبھی پیران عظام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے آستانوں پر چلے جاتے ہیں۔ زیادہ تر اجمیر شریف حاضر رہتے تھے۔ حضرت قبلۂ عالم کی وفات شریف کے وقت پھپھوند میں موجود تھے۔ اس کے بعد بھی دس بارہ برس رہے۔ اس کے بعد اجمیر شریف چلےگئے۔

میرے حضرت مرشدی ومولائی مدظلہ العالی فرماتے ہیں کہ ان کی ادنیٰ کیفیت یہ تھی کہ جب میری شادی پہلی بار ہوئی اور میں جب بھی پھپھوند ہوتا تھا تو صبح نماز کے وقت دو گھڑے پانی غسل خانہ میں مجھے رکھا ہوا ملا کرتا تھا جو خانصاحب مرحوم بلا میری طلب کے خود رکھ دیا کرتے تھے۔ خانصاحب کی جس سال وفات ہوئی ہے۔ ۴ رجب کو مجھے خود بخود مکان پر یہ خیال پیدا ہوا کہ اجمیر شریف عرس میں حاضر ہونا چاہئے چنانچہ میں تنہا صرف بستر لے کر اجمیر شریف حاضر ہوگیا۔ خانصاحب کا قیام اندرکوٹ مسجد بھشتیان میں تھا اور سخت علیل تھے۔ میں سعید میاں صاحب مودودی کے حجرہ میں درگاہ شریف میں مقیم ہوا۔ خانصاحب کی علالت سن کر انہیں دیکھنے کے لیے گیا اس سے دو ماہ پہلے میرے لڑکے عبدالاعلیٰ مرحوم کا انتقال ہوا تھا۔ مجھ سے جب انتقال کا حال معلوم ہوا بہت روئے اور میری تسکین فرمائی۔ ۹ رجب کو بعد غسل درگاہ شریف میں نے واپسی کا ارادہ کیا۔ میرے بھانجے اعزاز حسین مرحوم جو مولانا امجد علی صاحب کے پاس پڑھتے تھے انہوں نے بستر وغیرہ باندھ دیا۔ لیکن اچانک میرے دل

میں بلا کسی سبب کے خیال پیدا ہوا کہ آج نہ جاؤں۔ قصد ملتوی کر دیا۔ بعد نماز مغرب سید عباس علی متولی مسجد بھشتیان جو ہمارے حضرت سے داخل سلسلہ تھے ان کے لڑکے فرزند علی جنہیں انہوں نے مجھ سے داخل سلسلہ کرا دیا تھا انہوں نے آ کر بتایا کہ خانصاحب کا انتقال ہو گیا۔ میں پہنچا۔ میں نے دیکھا کہ حافظ صاحب مرحوم چونکہ عسرت سے بسر کرتے تھے۔ محلّہ والوں سے تجہیز و تکفین کا چندہ کر رہے ہیں میرے پاس چونکہ صرف کافی موجود تھا لہٰذا میں نے انہیں روک دیا کہ آپ چندہ نہ کریں اور تجہیز و تکفین کے مصارف انہیں دے دیئے۔ ۱۰ر رجب کو صبح خانصاحب کو میں نے اور اعزاز حسین مرحوم نے اور حافظ عباس علی صاحب نے غسل دیا اور آستانہ حضرت غریب نواز میں حاضر کیا وہیں نماز جنازہ ہوئی اور مسجد بھشتیان سے اوپر چلہ کو جانے کے راستہ پر ایک مکان بنا ہوا ہے اس کے زیر دیوار خانصاحب دفن کیے گئے اور ہمیشہ کو غریب نواز کے مواجہہ میں آرام فرما ہو گئے ان کے نام حضرت قبلۂ عالم کا ایک صحیفہ نقل کیا جاتا ہے جس سے خاں صاحب اور حضرت قبلۂ عالم کے تعلقات کا اندازہ ہو گا۔

نقل صحیفہ گرامی

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

فقیر عبد الصمد کی طرف سے میرے دوست نور خان صاحب کو معلوم ہو کہ تمہارا خط حیدر آباد سے پہنچا تمہارے حال کے دیکھنے سے رنج ہوا۔ اجمیر شریف سے جواب ملنے پر افسوس ہوا۔ ہم سے تمہارا خط اچھی طرح نہیں پڑھا گیا اور نہ یہ معلوم ہوا کہ تمہاری کیا غرض ہے۔ خانصاحب جب سے تم گیا ہے ہم سفر میں رہے بقر عید کی نماز جھانسی میں پڑھی۔ ہم کو تمہارے ساتھ محبت ہے ہم نہیں چاہتے کہ تم ہمارے پاس سے جاؤ اور اگر جاؤ تو گھر کو جاؤ لیکن تمہارا دل نہیں مانا چلے گئے۔ خیر خانصاحب ہم بہت گنہگار آدمی ہے۔ ہمارے اگر اختیار میں تمہارا ولی کر دینا ہوتا تو ہم ایک دن میں کر دیتے۔ ہم اب

بھی یہ کہتے ہیں کہ تم گھر کو جاؤ۔ گھر والوں کا مواخذہ تمہارے ذمہ ہے اور اگر نہیں جاتے تو ہمارے پاس رہو لیکن اس شرط سے کہ تم ہمارے واسطے دعا کرو کہ ہم ولی ہو جاویں اور ہم تمہارے واسطے دعا کریں کہ تم ولی ہو جاؤ یا تو دونوں ولی نہ ہوں گے اور یوں ہی مر جائیں گے تو نہ تمہاری شکایت ہم سے اور نہ ہماری شکایت تم سے اور اگر ہماری دعا قبول ہوگئی تو تم ولی ہو جاؤ گے تمہارا مطلب حاصل ہے اور اگر تمہاری دعا قبول ہوگئی اور ہم ولی ہو گئے تو ہم وعدہ کرتے ہیں کہ تم کو بغیر ولی کیے نہ چھوڑیں گے اس کو سمجھ لو اگر اس پر مضبوط ہو تو چلے آؤ ورنہ خیر۔ ہم دعا کرتے ہیں کہ خدائے تعالیٰ تم کو تمہاری مراد کو پہنچاوے۔ اور جہاں کہیں رہو تو ہم کو اطلاع دیتے رہو۔ احمد آباد میں بہت مزار ہیں۔ حضرت قطب عالم صاحب کے کوئی چلہ کھنچایا نہیں۔ سرکھنچ میں حضرت سلطان المشائخ کے خلفاء کے مزار ہیں۔ وہیں چلّہ کھنچو۔ خدائے تعالیٰ رحم کرے گا۔ قفل میں اگر ایک دو کنجی نہ لگیں تو بیس کنجی لگانا چاہیئے کسی سے تو کھلے گا۔ لہٰذا ہر مزار پر کچھ تو محنت کرنا چاہیئے کہیں تو ملے گا۔ خانصاحب مایوس مت ہو۔ اگر میرے پاس کچھ نہ ملا اور میں ایک مکار یا دنیا دار نکلا تو تمام خدا کے بندے تو ایسے نہ ہوں گے۔ کیا عجب ہے کہ اللہ تعالیٰ تم کو کسی کے واسطے سے مطلب کو پہنچاوے اور جب تم سچے طالب ہو اور اس کی ڈھونڈھ میں کوشش کیے جاؤ گے تو کس طرح نہ ملے گا اس کا قرآن اگر سچا ہے اور ضرور سچا ہے تو وہ ضرور ملے گا۔ وہ تو خود فرماتا ہے: والذین جاھدوا فینا لنھدینّھم سُبُلنا یعنی جو ہم کو ڈھوھتا ہے ہم اس کو مل جاتے ہیں۔

بہر حال ہم اس خط کو ختم کرتے ہیں اور دعا کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ تم کو مطلب پر پہنچاوے۔ جس طرف کو چلو ہم کو اطلاع دو۔

والسلام خیر ختام

المکلف عبدالصمد

یکم محرم، یوم جمعہ، وقت عصر

جناب سیٹھ حاجی اسمٰعیل صاحب مرحوم ساکن بمبئی

یہ حضرت قبلۂ عالم سے بمبئی میں مشرف بہ غلامی ہوئے اور اپنے زمانہ میں حضرت قبلۂ عالم سے فدائیت کے مرتبہ پر فائز ہوئے۔ بہت اہم خدمات آستانہ اپنی حیات میں ادا کرتے رہے اور ہزاروں روپیہ سالانہ عرس شریف نیز اور ایام آستانہ پر خرچ کیا۔ ان کی غایت تمنا یہ تھی کہ مقبرہ شریف تیار کرائیں اور اس پر بہت کچھ خرچ کیا مگر غالباً یہ منظور نہ تھا کہ کسی ایک کے نامزد ہوکر کوئی عمارت بنے لہٰذا ناکامی رہی۔ ہر سال عرس شریف میں حاضر ہوتے اور زیادہ حصہ اخراجات عرس شریف کا اپنی جیب خاص سے پیش کیا کرتے۔ حاجی اسمٰعیل بھائی خود بیان کیا کرتے تھے کہ میں جب مرید ہوا ہوں تو ڈاڑھی منڈاتا تھا اور ٹیڑھی ٹوپی سر پر رکھتا تھا بانکے ترچھوں میں میرا شمار تھا۔ نماز پڑھتے ہوئے لوگوں کے سامنے شرم معلوم ہوتی تھی۔ اپنے اعزاء کے جم غفیر کے ساتھ حضرت قبلۂ عالم کے حضور میں جب مرید ہونے کو قاضی صاحب کی قیام گاہ پر حاضر ہوا تو میرے ماموں غنی بھائی مرحوم نے جو صوم وصلوٰۃ کے پابند تھے انہوں نے عرض کیا کہ حضرت انہیں مرید نہ کریں ان کے اطوار اچھے نہیں ہیں مگر حضرت قبلۂ عالم نے ارشاد فرمایا کہ پہلے انہیں کو کروں گا چنانچہ سب سے پہلے مجھ ہی کو مرید فرمایا۔ اس کے بعد ان کی یہ حالت ہوئی کہ حج کیا۔ مدینہ اقدس حاضر ہوئے۔ عراق، شام، مصر بیت المقدس، کربلا معلیٰ، نجف اشرف اور ہندوستان میں تمام اپنے پیران عظام ونیز دوسرے مشہور بزرگوں کے کوئی آستانہ نہیں جہاں حاضری نہ دی ہو۔ اپنی قوم میمن میں مولوی مشہور ہوئے اور وہابیوں کے بڑے دشمن اور مباحث تھے۔ بمبئی میں بڑے بڑے ہنگامہ وہابیوں سے لڑے ہوئے تھے۔ ایک سنی مولوی صاحب نے جواز سود بینک کا فتویٰ دیا۔ اس پر حاجی صاحب مرحوم نے علما اہلسنّت سے فتویٰ حاصل کر کے تردید شائع کرائی اور آخر میں ان مولانا کو بھی ماننا پڑا اپنی آخر عمر میں آستانہ عالیہ پر

۶۴ھ میں عرس شریف حضرت قبلۂ عالم میں حاضر ہوئے۔ سخت علیل تھے بعد ختم عرس شریف واپس بمبئی تشریف لے گئے جھانسی اور بینا کے درمیان فرسٹ کلاس میں انتقال ہوا اور مرتبہ شہادت پر مطابق احادیث کریمہ فائز ہوئے، بینا کے اسٹیشن پر ان کی نعش اُتاری گئی۔ یہ عجیب اتفاق تھا کہ اس وقت بینا کا اسٹیشن ملازمین کے اعتبار سے ایک مسلم اسٹیشن تھا۔ اسٹیشن ماسٹر، گڈس، کلرک، انسپکٹر، ٹکٹ چیکر یہ سب افسران مسلمان تھے۔ نیز اور ماتحت ملازمین مسلمان۔ اور قصبہ بینا کے مسلمان اس طرح کئی سو کی تعداد میں جمع ہو گئے۔ اور بینا کے قبرستان میں دفن کیے گئے ان کی ایک لڑکی اور بیوہ اور ایک چھوٹے بھائی نور محمد موجود ہیں ایک نواسہ عبدالرزاق ہے۔ یہ سب آستانہ عالیہ سے ویسے ہی وابستہ ہیں جیسے حاجی صاحب تھے۔

جناب منشی دین محمد صاحب مرحوم

المعروف بہ منیجر صاحب ساکن نانپارہ بہرائچ

حضرت قبلۂ عالم کے آخری دور کے مخصوص مریدین میں تھے۔ابتداءً انہیں مثنوی شریف کا شوق ہوا۔خود پڑھتے رہے۔عرس شریف حضرت غریب نواز رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں کچھوچھہ حاضر ہوئے۔دل میں یہ منت مانی کہ اگر حضرت قبلۂ عالم مجھے طلب فرما کر مثنوی شریف سنانے کا حکم دیں تو میں حضرت مولانائے روم رحمۃ اللہ علیہ کی فاتحہ سالانہ کیا کروں گا۔آستانہ شریف کی مسجد میں بیٹھ کر خیال گزرا تھا۔اس کے ساتھ ہی حضرت قبلۂ عالم نے حجرہ سے آواز دی کہ دین محمد یہاں آؤ یہ حاضر ہوئے فرمایا کہ مثنوی شریف پڑھو۔یہ عمر بھر اپنی اس منت کے پابند رہے اور تقریباً مثنوی شریف کے حافظ ہو گئے تھے اور بہت خوب پڑھتے تھے۔ان سے بعض مجاہدات بھی بہت سخت کرائے گئے۔مثلاً ایک مرتبہ ایک دوسرے اہل کار کو ان سے عداوت ہوگئی۔ایام عرس شریف حضرت غریب نواز قریب تھے اور منشی جی مرحوم ہمیشہ ایک ماہ کی رخصت لے کر حاضر ہوتے تھے اور بعد عرس شریف مقیم رہا کرتے تھے۔انہوں نے گھبرا کر حضرت کی خدمت میں عریضہ بھیجا جس میں تحریر تھا کہ فلاں شخص میرا دشمن ہو گیا ہے اور میرے قتل پر آمادہ ہے۔حضرت نے جواباً ایک کارڈ تحریر فرمایا اور صرف یہ تحریر فرمادیا کہ تم ان خوش قسمتوں میں نہیں ہو کہ قتل کیے جاؤ۔ اس کے چند روز بعد یہ حاضر آستانہ ہوئے اور پہلے وقت کی نماز کا وضو کرانے کے لیے کھڑے ہوئے۔حضرت نے ایک نگاہ غضب آلود کے ساتھ ان کی طرف کو دیکھا اور فرمایا کہ دین محمد شجرہ واپس کرو۔اور مریدی سے تائب ہو۔یہ گھبرا گئے اور کچھ نہ عرض کر سکے۔فرمایا کہ میرے مسلک میں اس کی اجازت نہیں ہے کہ کسی کو اپنا دشمن سمجھا جائے۔یہ پیروں پر گر کر معافی کے خواستگار ہوئے۔فرمایا کہ چشتی کی تلوار بے نیام ہوتی

ہے چشتی تلوار اٹھاتا نہیں اگر بے نیام پر کوئی خود اپنی گردن رگڑے تو کاٹنا اس کا کام ہے خبردار کبھی اس کا وہم بھی نہ آئے کہ فلاں ہمارے ساتھ دشمنی کرتا ہے یہ جب آستانہ شریف سے واپس گئے تو نہ دشمن ملا اور نہ دشمنی۔ حضرت مرشدی ومولائی مدظلہٗ العالی فرماتے ہیں کہ میرے علم کے مطابق مینیجر صاحب نے سخت سے سخت موقع پر بھی اس خیال کو اپنے پاس نہیں آنے دیا۔ اپنی ملازمت میں سخت متدین تھے۔ منشی وہاج الدین صاحب ڈپٹی کلکٹر جو تکیہ کاظمیہ کے مخصوص مریدین میں تھے۔ وہ بہرائچ ڈپٹی کلکٹری پر تعینات ہوئے اور اس زمانہ کے قاعدہ کے مطابق پریسڈنٹ کمیٹی درگاہ سید سالار مسعود غازی مقرر ہوئے۔ عہدہ مینیجری خالی ہوا۔ ڈپٹی صاب نے کوشش کر کے مینیجر صاحب مرحوم کو مینیجری کے لیے بطور خاص مانگ لیا۔ جب یہ مینیجر مقرر ہوئے تو درگاہ شریف کی کل آمدنی سالانہ چھ ہزار روپے مع جائداد اور میلہ کے تھی۔ لیکن چودہ برس کے بعد جب مینیجر صاب مرحوم نے عہدہ مینیجری چھوڑا تو بتیس ہزار روپیہ سالانہ آمدنی ہوگئی تھی۔ چودہ برس میں کبھی درگاہ شریف کے باغات سے ایک پھل بلا قیمت کے نہیں لیا۔ درگاہ شریف کے باغوں میں مینیجر صاحب مرحوم کی کبھی بکری نہیں جاسکتی تھی۔ یا درگاہ شریف کے قرب وجوار کے درخت جو ملکیت درگاہ شریف تھے ان کا ایک پتہ بھی بکری کے لیے نہیں آتا تھا۔ بڑے صاب ذوق تھے اور سماع سے غایت درجہ کا شوق رکھتے تھے۔ غایت شوق میں قوالوں کے ساتھ گانے بھی لگتے تھے۔ جب کبھی حضرت قبلۂ عالم کو سماع میں ذوق پیدا ہوتا تھا تو یہ قوال سے علاحدہ ہو کر ایسا ٹیپ کا شعر لگادیا کرتے تھے کہ حضرت قبلۂ عالم غایت درجہ محظوظ ہوتے تھے۔ ایک مرتبہ بعد عرس حضرت غریب نواز سہسوان تشریف لے گئے۔ منشی دین محمد صاحب کو ہمرکابی میں یہ فرما کر ساتھ لیا کہ چلو تمہیں اپنا وطن اور گھر دکھلا لائیں۔ سہسوان میں قاضی محلّہ جو سادات کا محلّہ ہے اس میں حضرت قبلۂ عالم کا خرید کردہ مکان بھی تھا مکان موسومہ سہ دری میں جو سادات محلّہ کی نشست گاہ تھی تشریف رکھتے تھے۔ منشی دین محمد صاحب کا قیام اسی مکان میں تھا۔ ایک روز حضرت کے اعزا

سادات مودودیہ کثرت کے ساتھ حضرت کے پاس بیٹھے ہوئے تھے۔ چونکہ لوگوں کو معلوم ہوگیا تھا کہ منشی جی مثنوی شریف کے حافظ ہیں اور خوب پڑھتے ہیں۔ انہوں نے متفقہ حضرت سے عرض کیا کہ حضرت منشی جی سے مثنوی شریف پڑھوایئے۔ حضرت قبلۂ عالم نے انہیں حکم دیا اور انہوں نے خلیفہ ولیلیٰ کی حکایت شروع کی۔

گفت لیلیٰ را خلیفہ کاں توئی — از تو مجنوں شد پریشاں وغوی
ازدگر خوباں تو افزوں نیستی — گفت خاموش چوں تو مجنوں نیستی
دیدۂ مجنوں اگر بودے ترا — ہر دو عالم بے خطر بودے ترا
باخودی تو بسکہ مجنوں بیخود است — درطریق عشق بیداری بداست

حضرت قبلۂ عالم نے تیسرے شعر پر منیجر صاحب مرحوم کو روک کر اعزاً سادات سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ آپ سب حضرات اسے یوں سمجھئے کہ حسب ونسب میں۔ میں اور آپ سب برابر ہیں۔ مجھے آپ میں سے کسی پر نسبی کوئی فوقیت حاصل نہیں مگر اس شخص سے پوچھئے (منشی جی مرحوم) یہ مجھے کیا سمجھتا ہے۔ یہ واقعہ منیجر صاحب مرحوم کے ایمان واعتقاد کی ایک رجسٹری ہے اور ان کے عقیدت کی غایت پختگی کی ایک علامت ہے۔ آخری دور منیجری سے ہٹنے اور ملازمت انگریزی سے پنشن پانے کے بعد ایسا گزرا کہ وہ ہمہ تن حضرت قبلۂ عالم کے ملفوظ وحالات تحریر کرنے پر مستعد ہو گئے اور حضرت قبلۂ عالم کے حالات کے ساتھ تمام پیران عظام کے حالات بھی سلسلہ وار جمع کئے۔ چار جلدیں ضخیم ہو گئیں۔ جن میں سے حضرت شیخ الشیوخ حافظ محمد اسلم صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حالات جناب حاجی نواب غلام محمد خانصاحب حافظی نے چھپوادئے حضرت قبلۂ عالم کا ملفوظ آستانہ عالیہ کے کتب خانہ میں محفوظ ہے۔ باقی اوپر کے بزرگان عظام کے حالات جو تحریر ہیں وہ ان کے صاحبزادہ منشی عقیل محمد کے پاس محفوظ ہیں۔

مرض وفات میں جب مبتلا ہوئے تو منشی عقیل محمد صاحب کا ایک عریضہ میرے حضرت مرشدی ومولائی مدظلۂ العالی کی خدمت میں اطلاع علالت کا آیا۔ یہاں سے

فوراً جواب گیا کہ اگر علالت خطرناک ہو تو فوراً تار سے مطلع کرو۔ افسوس کہ وہ خط مرحوم کے انتقال سے ایک گھنٹہ پہلے پہنچا۔ منشی عقیل محمد نے مرحوم سے کہا کہ پھپھوند سے میاں کا خط آیا ہے۔ مرحوم نے مضطربانہ طور پر ہاتھ بڑھا کر خط لے لیا اور اس وقت تک واپس نہ کیا کہ روح پرواز نہ کر گئی۔

مرحوم بہرائچ میں شہر و درگاہ شریف حضرت سید سالار صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے درمیان میں متصل ریلوے لائن حضرت سرخ رو سالار رحمۃ اللہ علیہ کے گنبد شریف کے دیوار کے زیر سایہ مدفون ہیں۔ ہم سلسلہ والوں کو چاہئے کہ جب سید سالار رحمۃ اللہ علیہ کے یہاں حاضری دینے جائیں تو پہلے منیجر صاحب مرحوم کے مزار پر فاتحہ عرض کریں اور انہیں ساتھ لے کر درگاہ شریف میں حاضر ہوں تو انشاءاللہ حسب دلخواہ فائدہ پائیں گے۔

محترمی جناب حاجی رحیم بخش صاحب نانپاروی ادام اللہ تعالیٰ برکاتہم

نانپارہ کے ساکنین میں ہیں۔ حضرت قبلۂ عالم کی خدمت میں حاضری کا ذریعہ سالار خان صاحب مرحوم کی دوستی ہوئی۔ ان کے والد صاحب حاجی رمضان ابتداءً وہابی خیال کے انسان تھے اور ان کی غلامی حضرت قبلۂ عالم سے ناخوش تھے لیکن آخر میں حاجی صاحب کی برکت انہیں شامل حال ہوئی اور دنیا سے اپنے خیالات سابقہ سے تائب ہو کر تشریف لے گئے۔ ان کا آبائی پیشہ تجارت ہے۔ لوہے کے بڑے تاجروں میں ہیں۔ ایک مرتبہ دوکان میں کچھ نقصان تھا انہوں نے حضرت قبلۂ عالم کے حضور میں عرض کیا۔ کہ میرے والد کو میرا تعلق حضور سے ناگوار ہے اور وہ یہ کہتے ہیں کہ جب سے تم دوکان پر بیٹھنے لگے ہو۔ نقصان ہے۔ حضرت قبلۂ عالم نے ارشاد فرمایا کہ تم جب صبح دوکان جایا کرو تو دو رکعت نماز استخارہ پڑھ لیا کرو چنانچہ یہ پابند ہوئے اور اب تک پابند ہیں۔ دوکان نے اتنی ترقی کی کہ نانپارہ کے متمولین میں شمار ہے اور لوہے کے جنرل مرچنٹ ہیں۔ خدا کے فضل سے امور خیر میں بہت زیادہ صرف کرنے والے

ہیں۔ پہلے خود مع اپنی بیوی کے حج کے لیے گئے اور دوبارہ ۱۳۶۸ھ میں حضرت مرشدی ومولائی مدظلہٗ العالی کے ہمراہ پھر دوبارہ حج کیا اور دو ماہ مدینہ اقدس میں حاضر رہے پھر اپنے چھوٹے صاحبزادے غفور بخش سلمہٗ کو اتنا سرمایہ دیا کہ وہ عراق وشام، بیت المقدس وغیرہ کی زیارتیں کرتے ہوئے مدینہ منورہ حاضر ہوئے اور حج کر کے واپس لوٹے۔ حال میں حضرت قبلۂ عالم کی تعمیر درگاہ شریف میں بھی اپنا کافی سرمایہ صرف کیا۔ آستانہ عالیہ پر چونکہ کنواں نہ ہونے سے تکلیف تھی لہٰذا نل انہیں کے صرف سے لگایا گیا ہے اور پائپ مشین وغیرہ سب انہیں نے دی ہے اللہ تعالیٰ انہیں ابھی بہت دن قائم رکھے کہ یادگار سلف ہیں۔

جناب سید منور علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ

میر صاحب مرحوم ساکن کوٹلہ اجتیمل ضلع اٹاوہ جو پھپھوند سے پانچ کوس پر ہے۔ باوجود بے پڑھے ہونے کے بہت ظریف اور زندہ دل انسان تھے۔ حضرت قبلۂ عالم کی غلامی میں داخل تھے۔ حضرت قبلۂ عالم نے اپنے روزنامچہ شریف میں تحریر فرمایا ہے ''سید منور علی دعوت کردہ سید مذکور آدمی ظریف است وخوش طبع اگرچہ جاہل است لیکن تمثیلات ظرافت آمیز بسرعت تمام می دہد، سید موصوف نیز در سلسلہ داخل است، فقیر اورا اجازت برائے ظرافت درداز مزاحش فکرورنج دوری شودوموجود گیس تردد گردنمی گردو۔''

حضرت قبلۂ عالم کوٹلہ تشریف لے گئے۔ مینڈو خانصاحب مہندی خانصاحب، بادل خانصاحب مرحومین سکان کوٹلہ داخل سلسلہ ہوئے اسی سلسلے میں میر صاحب مذکور الصدر بھی داخل سلسلہ ہوئے۔ ہر سہ مذکورہ بالا پٹھانوں کو شجرہ عطا فرمایا گیا مگر میر صاحب کو نہیں دیا گیا۔ شب کو میر صاحب نے عرض کیا کہ حضور نے ان پٹھانوں کو شجرہ دیا مگر ہمیں کیوں نہیں دیا گیا۔ حضرت نے فرمایا کہ تم پڑھے لکھے نہیں لہٰذا تم کیا کرو گے۔ میر صاحب نے عرض کیا کہ ہم اپنی قبر میں رکھیں گے۔ حضرت نے ارشاد فرمایا کہ تمہیں شجرہ

کی ضرورت نہیں ہے ہم تم سے تین وعدہ کرتے ہیں۔ تم ہمیشہ خوشحال اور فارغ البال رہو گے اور دنیا سے ہنستے کھیلتے ہوئے جاؤ گے اور ہم کہیں ہوں مگر تمہارے جنازہ پر ہوں گے میر صاحب قدم بوس ہوئے اور عرض کیا کہ اب مجھے کسی شجرہ کی ضرورت نہیں چنانچہ دیکھنے والے جانتے ہیں کہ میر صاحب ہمیشہ خوش لباس خوش حال رہے اور پوری عمران کی ہنسنے اور ہنسانے میں گزری۔ بڑے بڑے حکام وقت کے یہاں بے تکلف جاتے اور آزادانہ گفتگو کرتے تھے۔ حضرت قبلۂ عالم کے وصال کے تین سال بعد اپنے مکان پر انتقال کیا۔ ہمارا یقین ہے کہ تیسرا وعدہ بھی ضرور پورا فرمایا گیا ہوگا۔

میر صاحب کا ایک خاص واقعہ لکھا جاتا ہے ایک سال لیفٹیننٹ گورنر صوبہ بطریق دورۂ وشکار اجیتمل آئے اجیت مل اور کوٹلہ کی آبادی ملی ہوئی ہے۔ نواب محمد اسحاق صاحب جو جنٹ مجسٹریٹ تھے مع کلکٹر ضلع اجیتمل موجود تھے۔ اسی روز شام کو کوٹلہ میں الاؤ پر مینڈو خان صاحب، مہندی خانصاحب، بادل خانصاحب وغیرہ مع میر منور علی صاحب بیٹھے ہوئے تھے۔ چونکہ میر صاحب اور ان سب کے درمیان مذاق ہوتا تھا۔ لہٰذا بطریق مذاق ان لوگوں نے کہا کہ میر صاحب تم کلکٹر اور جنٹ کے یہاں تو بے تکلف پہنچ جاتے ہو جب جانیں کہ لاٹ صاحب کے یہاں بھی پہنچ جاؤ۔ میر صاحب نے کہا کہ تم بیوقوف وجاہل ہو ہم نے اس ذات کے قدم پکڑے ہیں کہ ہم خدا کے یہاں بھی بے تکلف جائیں گے۔ لاٹ صاحب کون چیز ہیں یہ باتیں ہورہی تھیں کہ ایک چپراسی زری کی وردی پہنے ہوئے اور چاندی کی چپراس لگائے ہوئے الاؤ پر آیا اور اس نے کہا یہاں کوئی منور علی ہیں میر صاحب نے کہا کہ میں ہوں اس نے کہا کہ چلئے آپ کو لاٹ صاحب بلا رہے ہیں۔ میر صاحب اس کے ہمراہ ہوئے یہ سب لوگ ان کا منھ دیکھنے لگے۔ راستہ میں نواب محمد اسحاق خاں صاحب جنٹ مجسٹریٹ لپکتے ہوئے چلے آرہے تھے۔ کہنے لگے کہ میر صاحب جلدی چلو لاٹ صاحب یاد کررہے ہیں میر صاحب نے حسب عادت ان سے کہا کہ آپ ملازم ہیں لہٰذا آپ

دوڑے میں تو ملازم نہیں۔ بہر حال جنٹ صاحب انہیں لے کر خیمہ تک گئے اور چک اٹھا کر انہیں اندر کیا اور خود باہر رہے۔ انہوں نے جا کر سلام کیا۔ لاٹ صاحب نے حکم دیا کہ کرسی پر بیٹھو اور ان سے دریافت کیا کہ تمہارا کیا نام ہے ان کا نام مع ولدیت وسکونت لکھا اور ان سے دریافت کیا کہ کل ہم شکار کھیلنا چاہتے ہیں کیا تم ہمیں شکار کھلاؤ گے۔ میر صاحب نے کہا کہ ہاں اس نے کہا کہ صبح ۸ بجے ہمارے کیمپ پر آ جاؤ یہ سلام کر کے واپس لوٹ آئے اور کسی سے کچھ نہیں بتایا۔ دوسرے دن صبح کو کیمپ پر گئے لاٹ صاحب شکاری ملبوس میں منتظر مع ہمراہیوں کے کھڑے ہوئے تھے۔ ۱۷/۱۸/ ہاتھی تیار تھے میر صاحب نے دریافت کیا کہ یہ سب جماعت کیا حضور کے ساتھ ہی رہے گی؟ اس نے کہا کہ جیسا تم کہو۔ میر صاحب نے کہا کہ اس جماعت کو جنٹ صاحب شکار کرانے اپنے ساتھ لے جائیں اور حضور میرے ساتھ چلیں۔ لاٹ صاحب کا ہاتھی بٹھالا گیا۔ لاٹ صاحب سوار ہوئے اور اسی ہاتھی پر میر صاحب کو بھی بٹھالیا۔ میر صاحب نے فیل بان کو جو راستہ بتایا وہ وہ تھا جو کوٹلہ کے پٹھانوں کے دروازہ سے نکلتا تھا میر صاحب نے لے جا کر ایسے مقام پر پہنچا دیا کہ بہت کثرت سے اس کا شکار ہوا۔ چار بجے شام کو واپس آئے تو سب سے اچھا شکار کا نتیجہ لاٹ صاحب کا تھا۔ لاٹ صاحب نے ہاتھی سے اُترنے کے بعد حکم دیا کل ہم یہاں سے روانہ ہوں گے تم کل صبح ہمارے پاس آؤ۔ میرے صاحب واپس آئے دوسرے روز پھر گئے۔ لاٹ صاحب نے ایک چٹھی لفافہ میں رکھ کر انہیں دی اور اس کے بعد روانہ ہو گیا۔ میر صاحب جب چٹھی لے کر باہر نکلے تو نواب صاحب نے دریافت کیا کہ کیا گفتگو ہوئی۔ میر صاحب نے وہ چٹھی انہیں دے دی۔ نواب صاحب نے پڑھنے کے بعد میر صاحب کو لپٹا لیا اور بتایا کہ اس میں لاٹ صاحب نے لکھا ہے کہ منور علی نے ہمیں بہت خوش رکھا اور یہ کوئی معاوضہ نہیں لیتا ہے۔

لہٰذا ہم سفارش کرتے ہیں کہ گورنمنٹ کے حکام جو اس سے سلوک کریں گے

اس کے ہم مشکور ہوں گے چونکہ پٹھانوں کو یہ معلوم ہو چکا تھا کہ میر صاحب بلائے ہوئے گئے ہیں لہٰذا ان کے واپس ہونے پر ان لوگوں نے بھی دریافت کیا کہ لاٹ صاحب نے تمہارے ساتھ کیا سلوک کیا میر صاحب نے وہ چٹھی دکھائی اور بتادیا کہ اس میں یہ لکھا ہے ان لوگوں نے بہت خوش ہو کر مبارکباد دی۔ میر صاحب کو غصہ آ گیا اور انہوں نے اس چٹھی کو اسی الاؤ کی آگ پر رکھ دیا اور کہا کہ تم جاہل ہو ہم اس چٹھی کے بھروسے پر اپنی زندگی نہیں گزاریں گے۔ ہم قبلہ عالم کے طفیل میں اب تک ہیں اور رہیں گے اور خدا کے یہاں بھی جائیں گے۔

اے گدایان خرابات خدا یار شما است　　　چشم انعام مدارید ز انعام چند

جناب منصف تارا پرشاد صاحب کایستھ ساکن بنارس (بی اے ایل ایل بی)

پھپھوند منصفی پر تعینات ہوئے۔ یہ منصفی حضرت قبلۂ عالم کے کاشانۂ اقدس کے بالمقابل تھی۔ درمیان میں صرف ایک سڑک تھی۔ منصف صاحب حضرت قبلۂ عالم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اپنی یہ خواہش ظاہر کی کہ میں حضرت سے مثنوی مولانائے روم رحمۃ اللہ علیہ سبقاً سبقاً پڑھنا چاہتا ہوں۔ حضرت نے منظور فرمالیا لیکن جب وہ سبق کے لیے حاضر ہوتے تو ممانعت فرمادی جاتی کہ کوئی دوسرا اس وقت حاضر نہیں ہوتا۔ پانچ برس منصف صاحب رہے اور مثنوی شریف و دیوان حافظ سبقاً سبقاً پڑھا۔ کیا پڑھا اور کیا پڑھایا گیا یہ کوئی شخص نہیں بتا سکتا۔ مگر منصف صاحب کے تعلق کو اس سے انداز کرنا چاہئے کہ جب یہاں سے تبدیل ہو کر چلے گئے ان کے باپ جو وکیل ہائی کورٹ تھے اور چھوٹے بھائی جو سب جج تھے۔ دونوں کا انتقال ہوا۔ ان کے باپ مقروض تھے۔ لہٰذا قرض خواہوں نے ڈگریاں کرائیں اور جو شہری جائداد تھی وہ قرق ہوئی۔ منصف صاحب نے ایک عریضہ حضرت قبلۂ عالم کی خدمت میں حاضر کیا اس کے سرنامے پر یہ شعر حافظ علیہ الرحمہ کا لکھا ہوا تھا۔

شد لشکر غم بے عدد از بخت می خواہم مدد تا فخر دیں عبد الصمد باشد کہ غمخواری کند

اس کے بعد انہوں نے اپنے حالات پریشانی لکھے تھے۔ حضرت نے اس کے جواب میں ایک کارڈ تحریر فرمایا جو میرے حضرت مرشدی ومولائی کو ڈالنے کے لیے دیا گیا اور اسے میرے حضرت نے پڑھ لیا تھا اس میں تحریر فرمایا تھا کہ منصف صاحب آپ کا خط ملا۔ آپ کی پریشانیوں سے بہت قلق ہوا۔ اللہ تعالیٰ فضل فرمائے ان پریشانیوں سے نجات کا صرف ایک طریقہ ہے بشرطیکہ اسے آپ کرسکیں وہ یہ کہ آپ نے مجھ سے جو تعلق پیدا کرلیا ہے اسے اپنے دل سے نکال دیجئے۔ یہ پریشانیاں خود بخود دفع ہوجائیں گی اس کے بعد یہ شعر تحریر تھا۔

درمجلس خود راہ مدہ ہمچوں من را افسردہ دل افسردہ کند انجمن را

اس کے نیچے دستخط فرمادیئے تھے اس کے بعد حیات شریف تک برابر منصف صاحب کے خط آتے رہے مگر کبھی اپنی کسی پریشانی کا ذکر نہیں کیا۔ اللہ کو علم ہے کہ کیا تعلق تھا اور کس قسم کی وابستگی تھی۔ ایک عرصہ کے بعد مولوی حشمت اللہ خانصاحب بریلوی جج منصفی پھپھوند کے معائنہ کے لیے آئے۔ منصفی کے دروازہ پر اُترنے کے بعد منصرم جی جو ہمراہ تھا اسے حکم دیا کہ تم جاکر معائنہ کرو اور خود حضرت قبلۂ عالم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ملنے کے بعد پہلی بات یہ کہی کہ حضرت میں باندہ میں جج تھا اور منصف تاراپرشاد وہاں منصف تھے۔ ایک روز مجھ سے ملنے آئے اثنا تذکرہ میں انہوں نے آپ کا ذکر کیا اور بہت دیر تک چیخیں مار کر فراق پر روتے رہے میں نے وہیں سے ارادہ کرلیا تھا کہ میں ان بزرگ سے ضرور ملوں گا جنہوں نے بنارس کے ایک گبر کو اپنا اتنا گرویدہ کرلیا۔

ذکر جناب شیخ کلو صاحب رحمۃ اللہ علیہ پھپھوندوی

حضرت قبلۂ عالم رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب پھپھوند ۱۲۹۳ھ میں تشریف لائے اس وقت ان کی عمر نو سال کی تھی۔ حضرت قبلۂ عالم سے انہوں نے اُردو فارسی پڑھی۔ فارسی کے اچھے جاننے والے تھے۔ حافظہ نہایت اعلیٰ قسم کا تھا۔ قوالوں سے جو غزلیں فارسی کی سنتے حفظ ہوجاتیں۔ اور اکثر تنہائی میں وہی غزلیں حضرت کو سنا کر خوش کیا کرتے۔ تاحیات حضرت قبلۂ عالم جلوت وخلوت میں ہمدم وانیس رہے۔ حضرت قبلۂ عالم اوران کی اولاد کے تمام عمر فدائی رہے اوراپنی عقیدت میں فرد وقت تھے۔ ۳ر جمادی الاوّل ۱۳۷۷ھ کو صبح صادق کے وقت اپنے محبوب حقیقی سے واصل ہوئے علالت صرف زکام تھا۔ کسی سے ایک روز کی بھی خدمت نہ لی۔

میرے حضرت مرشدی ومولائی مدظلہ العالی نے انتقال کی خبر سننے کے بعد برجستہ یہ تاریخ نکالی۔ حبیب وجاں نثار مرشد

۱۳۷۷ھ

مرحوم اس کے صحیح مصداق تھے کہ ؎

یاد تو حیات جاودانی　　بے ذکر تو ہیچ زندگانی

تمام ہوا حصّہ اوّل

■❖■

درگاہ خواجہ بندہ نواز سید شاہ مصباح الحسن چشتی قدس سرہ، پھپھوند شریف
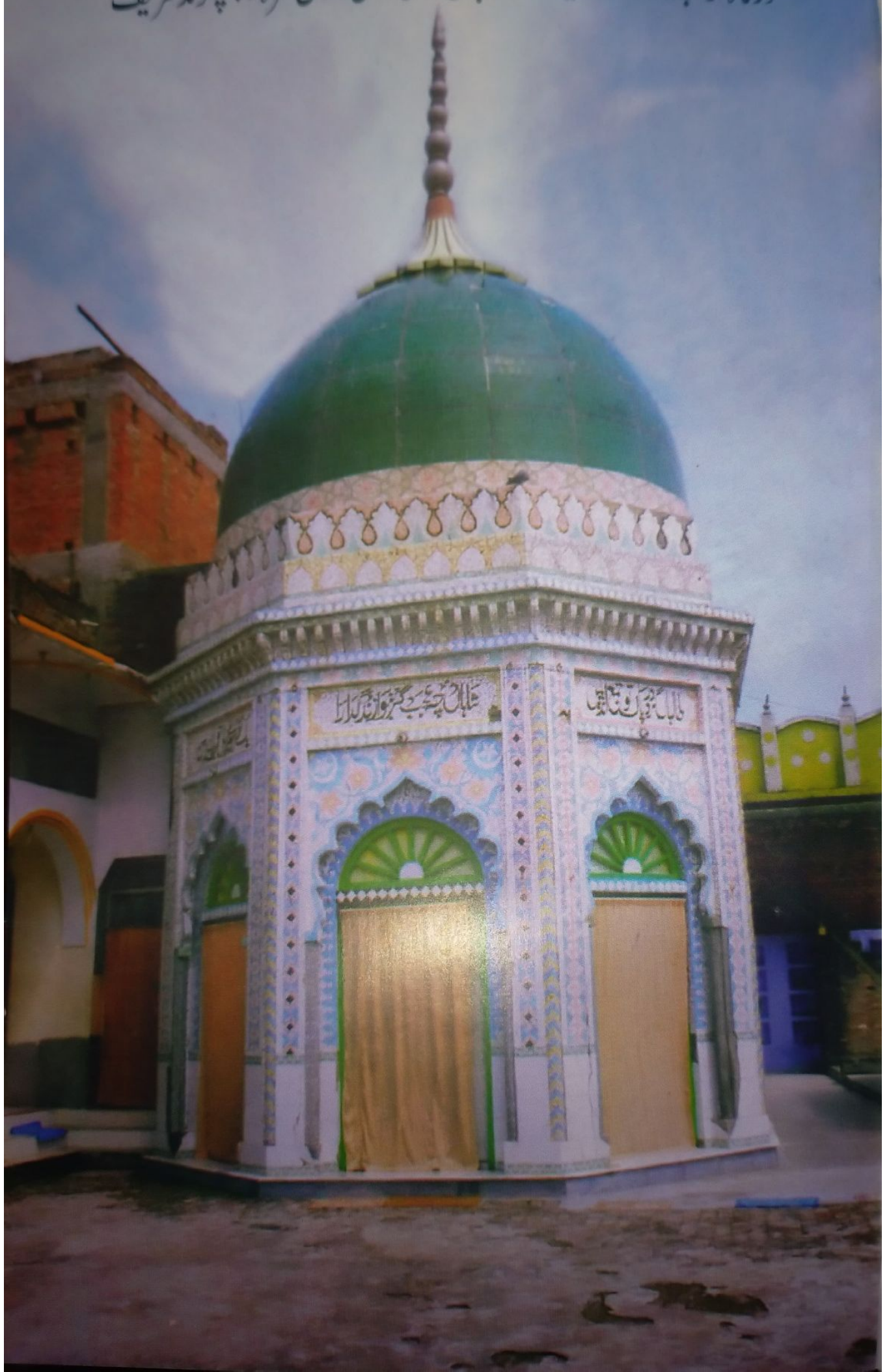
هُوَ الصَّمدُ

رسالہ مبارکہ

مسمّٰی باسم تاریخی

نغمہ طرب اہل دل

تالیف ۱۳۷۶ھ

حصّہ دوم ملفوظ مصابیح القلوب

در

حالات آل پاک سید والا گہر شہ عبد الصمد

طباعت ۱۳۷۷ھ

مؤلفہٗ

سگ بارگہ عالم پناہ سرکار صمدیہ

ظہیر السجاد عفی عنہ

انتظامی پریس کانپور

هُوالصّمد

خلاصہ حالات طیبات

اعلیٰ حضرت عظیم البرکت، عالم شریعت، ہادئ راہ طریقت واقف رموز حقیقت، منبع الحسنات والکمالات، فردالوقت فانی فی الشیخ، محبوب رب ذوالمنن حضرت الحاج سیدنا ومولانا ومرشدنا شاہ سید مصباح الحسن صاب قبلہ مودودی نسباً چشتی مشرباً متع اللہ المسلمین بطول بقاۂ ولازالت شموس افاضاتہم۔
زیب سجادہ آستانہ ملک کاشانہ حضرت قبلۂ عالم بیکس نواز رضی اللہ تعالیٰ عنہ ؎

محمد کی خوشبو علی کی مہک ہے
یہ گل ہے گلستانِ خیر النساء کا

ولادت باسعات

حضرت قبلۂ عالم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سیاحت بلدان فرماتے ہوئے ۱۲۹۳ھ میں پھپھوند تشریف لائے اور یہاں مستقل سکونت اختیار فرمائی۔ ۱۳۰۴ھ میں جب کہ حضرت قبلۂ عالم کا قیام میر یعقوب علی صاحب مرحوم کے مکان میں تھا۔ حضرت صاحب قبلہ کی ولادت شریف ۷/ جمادی الاولیٰ روز سہ شنبہ کو صبح صادق کے وقت ہوئی۔ حضرت قبلۂ عالم نے مصباح الحسن نام رکھا اور نام تاریخی منظور حق استخراج فرمایا۔ چنانچہ اپنے روزنامچہ خاص میں خوددست اقدس سے ارقام فرمایا ہے۔
''امروز کہ یوم سہ شنبہ، ۷ہفتم ماہ جمادی الاولیٰ وسن سیزدہ صدوچہار ہجری وموسم سرماست ایں فقیر مقیم پھپھوند ضلع اٹاوہ است بخانہ فقیر طفل زائیدہ شدہ است حق سبحانہ

اورا سعید کند ودرعمرش برکت فرماید۔ نامش مصباح الحسن نہادہ است ونام تاریخی بوقاسم محمد مصباح الحسن چشتی ومنظورحق وافتخارحبیب وغلام محمد اسلمی ومظہرالحسنین'' (اور مادہ تاریخی کلام مجید سے فوہب اللہ لہٗ غلاماً زکیا۔ استخراج فرمایا) اس موقع پر حضرت قبلۂ عالم کے احباب ومخصوص مریدین نے تہنیتی عریضہ مع اسم تاریخی کے حاضر خدمت کئے۔ چنانچہ ان میں سے صرف ایک عریضہ نقل کرتا ہوں جو میر فاروق علی صاحب مرحوم نے حیدرآباد سے حاضر خدمت کیا تھا۔ یہ تاریخی عریضہ میر صاحب کی قابلیت کا شاہکار ہے اس کی نقل حضرت قبلۂ عالم نے اپنے روزنامچہ خاص میں خود دست اقدس سے فرمائی ہے۔

نقل عریضہ

باقتدائے بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

۱۳۰۴ھ

نثر نور باصرہ

۱۳۰۴ھ

قبلہ جان ودل، کعبہ آب وگل، مولانا عبدالصمد حرز دل دام اقبالہ

۱۲۹۶فصلے

آدابیکہ بہ فدویان اہل وثاق می سزد۔ بزبان قلم می سپارم ودرحال شکر پیاپے بجامی آرم

۱۲۹۶ف ۱۳۰۴ھ

درمسرت میلاد صاحبزادہ سیدالانام، واقع ۷؍جمادی الاوّل یوم سہ شنبہ بہارا قبال پیدا گردید

۱۳۰۴ھ ۱۳۰۴ھ

دریں شادی کیقبادی بطرب می شاید۔ ہرکس ناکس دعاءافزونی عمرآں ماہ سیمانماید

۱۳۰۴ھ ۱۳۰۴ھ

چنانچہ درحالت کمال مسرت وانبساط آرائی تحریریکہ ازقلم فدوی پیہم برآمدہ ارسال می کنم

۱۸۸۷ء ۱۸۸۷ء

گرقبول افتدزہے نصیب سیہ چردہ۔ باقی بصدجاں متمنی دیدارآں عالی نزادبودہ ام

۱۳۰۴ھ ۱۳۰۴ھ

شام وسحردعائے ازویادعمربزبان می کنم۔ ایزدنگہبان آں نونہال پیرتونوربماند

۱۳۰۴ھ ۱۳۰۴ھ

باسط درسایۂ عاطفت والدین نگاہ دارد۔ زیادوباہمام چہ عرض کنم

۱۳۰۴ھ ۱۳۰۴ھ

جزآنکہ مشتاق پابوس آں سلطان دوجہاں ام

۱۳۰۴ھ

تاریخ ملیحہ

۱۳۰۴ھ

عطا کرد خالق چو عبدالصمد را سعید وحسین غیرت ماہ طفلک
پئے سال تاریخ آں نور دیدہ فلک گفت خورشید اقبال کودک

۱۳۰۴ھ

ثانی از فانوس خیال درسن عیسوی

۱۸۸۷عیسوی

بالطاف حق مر عبدالصمد کو ملا جو خلف ماہ سیما و خوش فال
پئے سال تاریخ انجم نے لکھا گلستاں آمال خورشید اقبال

۱۸۸۷عیسوی

ثالث فصلی بامزہ

۱۲۹۶فصلی

چو عبدالصمد یافتہ نور عین عیاں از رخش سروری وبہی
سروشے پئے سال تاریخ گفت خدا داد فرزند سروبہی

۱۲۹۶فصلی

المکلف بے کس بے یار فاروق علی عفی عنہ

۱۳۰۴ہجری

مورخہ ۱۳ ررجب المرجب

۱۳۰۴ھ

میر صاحب مرحوم کے خط کا اُردو ترجمہ بھی لکھا جاتا ہے تا کہ اُردوداں حضرات بھی اس سے محظوظ ہوسکیں۔

ترجمہ

قبلہ دل وجان کعبہ دو جہاں مولانا عبدالصمد صاحب، پناہ خستہ دلاں دام اقبالہٗ
آداب فدویانہ وخادمانہ بجالاکر خادم ہر حال میں خدا کا شکر بے یاں ادا کرتا ہے۔ حضور والا کے صاحبزادے کی ولادت کی خوشی میں جو اوائل جمادی الاوّل یوم پر بہار سہ شنبہ کو واقع ہوئی بکر وفر شاہانہ خوشی ومسرت کے ساتھ چاہئے کہ ہر کس ناکس اس ماہ نو کی ترقی عمر ودرجات کی دعا کرے۔ چنانچہ بے انتہا مسرت وانبساط کی حالت میں جو تاریخی کلمات نوک قلم سے پے بہ پے احاطہ تحریر میں آئے ان کو خادم ارسال خدمت عالی کررہا ہے۔ گر قبول افتد زہے عز وشرف، خادم ہمہ وقت ہزار جان سے اس عالی وقار والا تبار کے دیدار کا متمنی رہتا ہے اور دن رات از دیاد عمر کی دعا زبان حال وقال سے کرتا رہتا ہے نیز دعا کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس نونہال پر تو جمال کہ بہمہ وجوہ حفاظت فرمائے اور والدین کے سایہ عاطفت میں بساط زندگانی پر تا دیر جلوہ افروز رکھے۔ حضور والا کی خدمت میں اور زیادہ کیا عرض کروں۔ سوائے اس کے کہ فدوی اس سلطان دلہا کی قدمبوسی کا ہر وقت مشتاق رہتا ہے۔

تاریخ ملیحہ

عطا کیا خالق نے شہ عبدالصمد کو جب حسین وسعید رشک ماہ بچہ تو اس نور نظر کی تاریخ پیدائش ہاتف غیبی نے یہ کہی خورشید اقبال کودک۔ جس طرح نور خورشید کا فیض تمام عالم کو ملتا ہے اسی طرح اس بچہ سے ایک عالم نور وہدایت حاصل کرے گا۔

ثالث فصلی بامزہ

ایسا نور نظر بچہ شہ عبدالصمد نے پایا جس کے چہرے سے بزرگی وسرداری کے

آثار عیاں ہیں ان کی پیدائش کا سال فصلی انجم کو یہ الہام ہوا خدا داد فرزند سروسہی اللہ تعالیٰ نے ایسا فرزند عطا فرمایا ہے جو سدا بہار رہے گا اور فصل خزاں کے اثرات سے محفوظ اور فصل بہار کے اثر سے محظوظ ہوگا۔

سلسلۂ نسب: حضرت کا سلسلۂ نسب پدری حضرت قبلۂ عالم کے حالات میں درج ہوا۔ سلسلۂ نسب مادری یہ ہے۔

آپ کی والدہ معظّمہ حضرت بی بی بہبود النساء بنت سید فدا حسین ابن حاجی سید یوسف علی رحمۃ اللہ علیہم اجمعین سے سلسلۂ پدری میں مل جاتا ہے۔

طلب علم: جب آپ عمر شریف چار برس چار ماہ چار دن کی ہوئی تو رسم تسمیہ خوانی ہوئی اور سب سے پہلے استاذ جن سے قاعدہ بغدادی شروع فرمایا مولوی محمد حسین صاحب عاشق اکبر آبادی ہیں جو اس زمانہ میں حضرت قبلۂ عالم کی خدمت میں بغرض تعلم حاضر تھے اور غلامی میں داخل تھے۔

قرآن شریف مولانا حافظ اخلاق حسین صاحب خلف مولوی الطاف حسین صاحب حالی پانی پتی رحمہما سے ختم کیا۔ اس کے بعد مولوی امیر حسن صاحب سہوانی انصاری جنہیں حضرت قبلۂ عالم نے سہوان سے بلا کر ملازم رکھا تھا ان سے فارسی اور ہدایت النحو تک پڑھا۔ بعدہٗ حضرت مولانا ابراہیم صاحب بدایونی جو حضرت قبلۂ عالم کے ہمدرس مولانا محبّ احمد صاحب کے صاحبزادے تھے ان کو بلا کر رکھا اور ان سے کافیہ، شرح جامی، شرح وقایہ، شرح تہذیب تک پڑھا۔ درمیان میں بعض کتابیں حضرت مولانا سیدنا اخلاص حسین صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ و حکیم مومن سجاد صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے پڑھیں۔ اور آخر میں ملاحسن، نور الانوار، شرح وقایہ حضرت قبلۂ عالم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پڑھیں۔ بعدہٗ حضرت قبلۂ عالم نے اپنے وصال سے چند ماہ پیشتر ماہ صفر المظفر ۱۳۲۳ھ میں حضرت استاذ العلماء امام معقول و منقول مولانا ہدایت اللہ خانصاحب رامپوری رحمۃ اللہ علیہ جو حضرت امام المعقولات مولانا فضل حق

صاحب خیرآبادی رحمۃ اللہ علیہ کے ارشد تلامذہ میں تھے۔ کی خدمت میں جونپور بغرض تعلیم روانہ فرمایا۔ وقت روانگی جو نصیحت فرمائی وہ حضرت قبلۂ عالم کے حالات وفات میں مرقوم ہوئی۔ چنانچہ آپ نے تین برس حضرت مولانا کی خدمت میں رہ کر کتب معقول وفلسفہ اور اصول فقہ ختم فرمائیں۔ نیز اسی دوران میں مولانا سلیمان اشرف صاحب بہاری سے بعض پچھلی کتابوں کی تکرار کی۔ یہاں سے فارغ ہونے کے بعد شیخ المحدثین حضرت مولانا وصی احمد صاحب محدث سورتی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں پیلی بھیت حاضر ہوکر اور تین سال قیام فرما کر علم حدیث وتفسیر حاصل فرمایا۔ پھپھوند واپس آنے کے بعد مولانا حکیم مومن سجاد صاحب سے عوارف المعارف پڑھی۔ اس طرح آپ نے ۲۸ھ میں علم ظاہر سے فراغ حاصل فرمایا۔

رونق افروزی بر سجادہ شیخ

حضرت صاحب قبلہ کو بغرض تعلیم جونپور گئے ہوئے ابھی صرف پانچ ماہ گزرے تھے کہ ماہ جمادی الاخریٰ میں حضرت قبلۂ عالم کو عارضہ فالج ہوا۔ مرض نے جب شدت اختیار کی تو حضرت صاحب کی والدہ معظّمہ رحمۃ اللہ علیہا نے حافظ اسمٰعیل صاحب محمود آبادی کو جونپور حضرت کو بلانے کے واسطے روانہ فرمایا لیکن جب حضرت صاحب قبلہ پھپھوند تشریف لائے تو چند گھنٹہ پیشتر حضرت قبلۂ عالم کا وصال ہو چکا تھا۔ فاتحہ سوم کے موقع پر سجادگی کی دستار بندی کا مشورہ ہوا اور حضرت قبلۂ عالم کے غلامان خاص مثلاً حکیم مومن سجاد صاحب ونور خانصاحب افغانی رحمۃ اللہ علیہم اور حضرت پیرانی صاحبہ معظّمہ رحمۃ اللہ علیہا کا رجحان اس طرف تھا کہ سجادگی اور دستار بندی کے لیے حضرت چچا میاں رحمۃ اللہ علیہ موزوں ہیں لیکن حضرت چچا میاں نے اس سے انکار فرمایا حتی کہ خود میرے حضرت صاحب قبلہ نے بھی ان سے عرض کیا مگر انہوں نے کسی کے کہنے کو تسلیم نہیں فرمایا اور جب ان سب حضرات نے زور دیا کہ زمانۂ طالب علمی

تک کے لیے اسے آپ منظور فرمالیں۔ تو حضرت چچا میاں رحمۃ اللہ علیہ نے خلاف عادت ترش روی سے جواب دیا کہ مجھے تعجب ہے آپ حضرات حضرت قبلۂ عالم کے الفاظ پر یقین نہیں رکھتے اور صاحبزادے صاحب کی اہلیت کو محتاج تعلیم سمجھتے ہیں۔ حالانکہ وصال سے ایک ہفتہ قبل آپ سب کو علم ہے کہ اپنی مہر حضرت پیرانی صاحبہ کو عطا فرمادی تھی کہ مصباح الحسن کو دے دینا اور اس کے ساتھ یہ بھی فرمایا کہ تمہارا لڑکا بہت اچھا ہوگیا ہے۔ پس ان سب حضرات نے سکوت فرمایا اور حضرت چچا میاں رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے ہاتھ سے دستار بندی فرما کر پہلی نذر خود پیش کی۔

خدائے جہان را ہزاراں سپاش
کہ گوہر سپردہ بگوہر شناس

اس طرح آپ انیس سال کی عمر شریف میں سجادہ حضرت شیخ پر رونق افروز ہوکر خلق اللہ کی رشد و ہدایت پر مامور ہوئے۔ حضرت شیخ المشائخ سیدنا حافظ محمد اسلم صاحب خیرآبادی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خلافت و مجازیت سے جس وقت حضرت قبلۂ عالم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سرفراز ہوئے اس وقت حضرت قبلۂ عالم کی عمر شریف بھی تقریباً یہی تھی۔

اجراء سلاسل: حضرت چاروں خانوادے چشتیہ، قادریہ، نقشبندیہ، سہروردیہ، میں حضرت قبلۂ عالم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مجاز ہیں اور تمامی سلاسل کا اجراء بھی فرمایا ہے لیکن زیادہ تر خاندان چشتیہ میں بیعت فرماتے ہیں اور باقی سلاسل میں بہت ہی کم۔

مزید اجازت و خلافت

حضرت قبلۂ عالم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مجازیت و خلافت کے علاوہ حضرت سید شاہ یار محمد صاحب بختیاری رحمۃ اللہ علیہ جو حضرت قطب الاقطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اولاد میں تھے۔ اور مخدوم جہاں حضرت صاحبزادے شاہ الٰہ بخش صاحب تونسوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے خلیفہ و مجاز تھے۔ نے باوجود کافی مرید رکھنے اور کبرسنی کے کسی کو بھی مجاز نہیں فرمایا تھا

لیکن میرے حضرت صاحب قبلہ کو بغیر کسی طلب کے اپنا خلیفہ ومجاز فرمایا۔ نیز حضرت سید شاہ امتیاز حسین صاحب رحمۃ اللہ علیہ سجادہ نشین حضرت شیخ الشیوخ عالم سیدنا ومولانا شاہ سید حافظ محمد علی صاحب خیرآبادی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بھی اپنا مجاز فرمایا تھا لیکن بوجہ غلو وشغف حضرت قبلۂ عالم حضرت نے ان ہر دو سلاسل کا اس وقت تک اجراء نہیں فرمایا۔
یہ صورت بالکل حضرت قبلۂ عالم کے اس واقعہ کے مطابق ہے جو حضرت کو مدینہ طیبہ میں پیش آیا تھا یعنی حضرت یوسف ابن مبارک یمنی رحمۃ اللہ علیہ نے بغیر کسی طلب کے دو سلسلوں میں اپنا مجاز فرمایا تھا مگر حضرت قبلۂ عالم سے بھی ان سلاسل کا اجراء ظہور میں نہیں آیا۔

بشارات شیخ: حضرت قبلۂ عالم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت کے متعلق جو کلمات ارشاد فرمائے انہیں میں ملفوظ حضرت قبلۂ عالم مرتبہ منشی دین محمد صاحب مرحوم سے نقل کرتا ہوں۔

حضرت مولانا سید اخلاص حسین صاحب رحمۃ اللہ علیہ راوی ہیں کہ حضرت قبلۂ عالم نے اپنے وصال سے ایک ہفتہ قبل اپنی مہر کی انگوٹھی اُتار کر حضرت پیرانی صاحبہ معظّمہ کو یہ کہہ کر عنایت فرمائی۔

''تمہارا لڑکا بہت اچھا ہو گیا ہے۔''

دوسری روایت جس کے راوی منشی دین محمد صاحب اور مصدق حافظ اخلاق حسین صاحب پانی پتی ہیں۔ کہ ایک مرتبہ حضرت قبلۂ عالم نے ارشاد فرمایا:

''مصباح الحسن مجھ سے اچھے ہوں گے۔''

مندرجہ بالا کلمات حضرت صاحب قبلہ کا اپنے شیخ کی بارگاہ میں مقبول ومحبوب ہونا ظاہر کر رہے ہیں۔ (مؤلف)

توجہ خصوصی حضرت شیخ المشائخ

حضرت سیدنا حافظ محمد اسلم صاحب خیرآبادی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

حضرت صاحبزادہ سید محمد اکبر صاحب راوی ہیں کہ میں نے اپنے حضرت صاحب قبلہ کی زبان اقدس سے سنا ہے کہ حضرت شیخ المشائخ سیدنا مولانا حافظ محمد اسلم صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے وصال سے ایک سال قبل حضرت قبلۂ عالم رضی اللہ تعالیٰ عنہ مجھے اپنے ہمراہ لے کر حضرت شیخ المشائخ کی خدمت میں خیرآباد شریف حاضر ہوئے۔ حضرت قبلۂ عالم نے مسجد میں قیام فرمایا۔ جس وقت حضرت شیخ المشائخ مسجد میں تشریف لائے تو میری جانب اشارہ فرما کر حضرت قبلۂ عالم سے دریافت فرمایا کہ یہ کون صاحب ہیں حضرت قبلۂ عالم نے عرض کیا کہ خادم زادہ حضرت شیخ المشائخ نے مجھے اپنے پاس بلا کر سینۂ اقدس سے لگالیا اور ارشاد فرمایا کہ تم ہم سے نہیں ملے۔ میں کچھ توقف کے بعد علیٰحدہ ہو کر ایک جانب بیٹھ گیا۔ حضرت شیخ المشائخ نے کچھ دیر بعد پھر حضرت قبلۂ عالم سے میری جانب اشارہ کر کے دریافت فرمایا کہ یہ کون صاحب ہیں ۔حضرت قبلۂ عالم نے عرض کیا کہ خادم زادہ حضرت شیخ المشائخ نے پھر مجھے اپنے پاس بلا کر سینۂ اقدس سے لگالیا اور ارشاد فرمایا کہ تم ہم سے نہیں ملے۔ تیسری بار پھر اس کا اعادہ ہوا کہ حضرت شیخ المشائخ نے میرے متعلق دریافت فرمایا اور مجھے اپنے سینۂ اقدس سے لگایا''حضرت شیخ المشائخ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا تین مرتبہ حضرت صاحب کو سینہ اقدس سے لگانا فیوضات باطنی اور توجہات خصوصی سے سرفراز کرنے کی طرف اشارہ کررہا ہے کہ اکثر پیرانِ عظام نے اسی طرح فیوضات باطنی کو منتقل فرمایا ہے۔ (مؤلف)

حضرت شیخ سے تعلق

اپنے حضرت شیخ سے اس درجہ تعلق اور نسبت تو یہ ہے کہ اس وقت تک دو مرتبہ زیارت مبارک حضرت سرور عالم باعث ایجاد عالم فخر آدم و بنی آدم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے مشرف ہو چکے ہیں اور ایک مرتبہ حضرت غوث پاک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی زیارت سے۔ لیکن ہر مرتبہ کی دید بشکل وشمائل حضرت قبلۂ عالم رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہوئی۔

اگر حضرت کے علم وعمل، عبادات وریاضات، مجاہدات جود وسخا، عفو وحلم، اخلاق وعادات وضع ولباس طرز وروش غرض کہ تمام صفات کو بنظر غائر دیکھا جائے تو معلوم ہوگا کہ حضرت جملہ صفات میں عکس و پرتو ہیں حضرت قبلۂ عالم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے۔ یہی وجہ ہے کہ حضرت قبلۂ عالم کے مخصوص غلامان وجید عشاق حتی کہ خلفاء نے بھی حضرت کو قبلۂ عالم ثانی تسلیم کیا ہے۔ یہاں میں صرف ایک خواب حضرت مولانا سید اخلاص حسین رحمۃ اللہ علیہ خلیفہ ومجاز حضرت قبلۂ عالم کا نقل کرتا ہوں۔ جس پر ممدوح کو اس درجہ وثوق وتیقن تھا کہ اس خواب کو دیکھنے کے بعد باصرار وبکوشش بلیغ حضرت صاحب قبلہ کے دست اقدس پر بمواجہ مزار فائز الانوار حضرت قبلۂ عالم رضی اللہ تعالیٰ عنہ تجدید بیعت کی۔

خواب حضرت چچا میاں

”میں مسجد میں سو رہا تھا خواب میں دیکھا کہ حضرت قبلۂ عالم مسجد میں نماز پڑھ رہے ہیں اور میں تھوڑے فاصلہ پر لیٹا سو رہا ہوں۔ اس کے دیکھنے کے بعد ہی فوراً آنکھ کھل گئی میں نے اس قدر فاصلہ پر اسی ہیئت سے مولوی مصباح الحسن صاحب کو اسی طرح نماز پڑھتے پایا۔ میرے پیر بھائی مکرم ڈاکٹر عین النعیم صاحب نے خوب کہا ہے ؎

مصباح حسن میں نور صمدی
آئینہ میں عکس مہر تاباں

حضرت شیخ المشائخ سیدنا مولانا حافظ محمد اسلم صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ

وحضرت شیخ الشیوخ عالم سیدنا و مولانا حافظ محمد علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

یعنی دادا پیر اور پردادا پیر کی بارگاہ سے لطف وانعام

حضرت صاحب قبلہ ۱۳۴۰ھ میں بموقع اعراس مبارکہ حضرت حافظین رحمۃ اللہ علیہما خیر آباد شریف حاضر ہوئے۔ ۲۲ ذیقعدہ کو دن میں آپ نے ایک خواب دیکھا جس کے بعد آپ کو خدمات اعراس مبارکہ تفویض فرمائی گئیں۔ میں اس خواب کو حضرت صاحب قبلہ کی بیاض خاص سے نقل کرتا ہوں۔

خواب

۲۲ ذی قعدہ ۱۳۴۰ھ بروز سہ شنبہ آستانہ عالیہ حافظیہ میں حاضر تھا۔ مابین دو تین بجے دن خواب دیکھا کہ میں کسی مقام پر جارہا ہوں اور سواری مثل موٹر کے کوئی چیز ہے۔ اثناء راہ میں ایک دروازہ پختہ بنا ہوا حائل ہوا۔ جس میں سے عبور کر کے راستہ جاتا تھا۔ اس دروازہ پر ایک شیر بیٹھا ہوا تھا۔ اس سواری چلانے والے کو اس کا اندیشہ ہوا کہ اگر میں اس دروازے میں سے جاؤں گا تو یہ شیر حملہ کرے گا۔ میں اس کے اس خوف کو محسوس کر کے سواری سے اُتر پڑا اور چلانے والے سے کہا کہ تم میرے پیچھے چلے آؤ میں آگے چلا اور جب اس شیر کے قریب پہنچا تو باوجودیکہ اس نے کوئی حملہ نہیں کیا مگر وسط راستہ میں کھڑے ہونے کی وجہ سے میں نے اسے ڈانٹا جس پر وہ خاموشی کے ساتھ ایک جانب کو ہٹ کر دبک کر بیٹھ گیا اور میں دروازہ سے باہر نکل گیا اور میرے پیچھے وہ موٹر نما سواری باہر نکل آئی اس کے بعد میں نے پیچھے پلٹ کر دیکھا

تو اسی دروازہ کے ایک بازو میں ایک ڈھالو نما راستہ بنا ہوا ہے جو بہت بلندی تک چلا گیا ہے اور اوپر سے بہت زور کے بہاؤ کے ساتھ پانی آرہا ہے۔ جس کے زور کی وجہ سے اس راستہ پر چڑھنا سخت دقت طلب ہے مگر نیچے سے اوپر تک سیکڑوں آدمی چھپکلی کے طور پر چپٹے ہوئے ہیں اور اوپر جانیکا ارادہ بے تابانہ کررہے ہیں مجھے یہ بات معلوم ہوئی کہ اس پر چڑھ جانا دلیل کامیابی ہے تو میں نے اپنے دل میں کہا کہ میں بھی اس پر چڑھ جانے کی کوشش کروں۔ مگر کوئی جگہ اس پر ایسی خالی باقی نہیں جس پر سے میں چڑھ سکتا لہٰذا میں نے ایک شخص کے پیر پکڑ کر جست کی۔ میرے پیچھے سے ایک زور کی ہوا آئی جس کے سہارے سے میں اڑ کر آدھے راستے سے زائد طے کر گیا مگر اس میں ہوا کا زور کم ہو گیا اور قریب ہوا کہ اوپر کا پانی مجھے نیچے کو لے آئے۔ میں نے یہ بات محسوس کر کے جو لوگ کہ اوپر جانے کے ارادے سے چپٹے ہوئے تھے ان میں سے ایک شخص کے گلے میں اپنا ہاتھ ڈال دیا اور دوسرے ہاتھ سے اس عمارت کا کنارہ پکڑ لیا کہ معاً میرے پیچھے سے دوسری ہوا آئی اور اس ہوا کو محسوس کرتے ہی میں نے دوسری جست کی اور منتہا پر پہنچ گیا وہاں ایک عمارت دیکھی جو نہایت مزین اور آراستہ تھی۔

اور اس میں معدودے چند نفوس مقدسہ جو نہایت منور چہرے تھے موجود تھے جنہیں میں پہچان نہ سکا مگر میرے پہنچتے ہی ایک شورش پیدا ہوئی اور جنہیں اپنے پہنچنے کا نیچے والوں میں یقین واثق ہو چکا تھا۔ تہلکہ پڑ گیا اور وہاں موجود حضرات نے مجھے بتلایا کہ ان آنے والوں میں سے سترہ آدمی ایسے تھے جو اپنے پہنچنے کا یقین کر چکے تھے اس اثناء میں وہ سترہ آدمی آکر جمع ہو گئے اور انہوں نے میری کامیابی اور اپنی ناکامی کے سبب سے آپس میں یہ طے کیا کہ خودکشی کر کے اپنے تئیں ہلاک کر دیں چنانچہ سب سے پہلے انہیں میں سے ایک شخص نے ایک ہلال نما آلہ نکالا اور ارادہ کیا کہ اپنے کو مار کر ہلاک کر دے مجھے سخت افسوس ہوا کہ میں نے کیوں ان کے مقابلہ کا ارادہ کیا کہ جس کی وجہ سے یہ جان دینے پر آمادہ ہو گئے۔ میں نے دوڑ کر اس شخص سے وہ آلہ

چھین کر اس بلندی سے نیچے پھینک دیا اس پر ان سترہ آدمیوں نے بہت نالہ وفریاد کیا تم نے ہمیں کامیاب بھی نہیں ہونے دیا اور اب مرنے بھی نہیں دیتے اس پر ان موجودین حضرات نے مجھ سے فرمایا کہ بھائی تم اگر انہیں مرنے نہیں دیتے تو کم از کم اس کی اجازت دے دو کہ یہ اپنی آنکھیں پھوڑ دیں کیوں کہ یہ تمہیں کامیاب نہیں دیکھ سکتے اور ان میں سے کسی صاحب نے مجھے ایک چھری مخملی میان کی نہایت خوبصورت دی کہ یہ انہیں دے دو جس سے یہ آنکھیں پھوڑ دیں چنانچہ میں نے جس سے اس آلہ کو چھینا تھا اسے وہ چھری دے دی اور انہوں نے یکے بعد دیگرے اپنی آنکھیں پھوڑ لیں اس کے بعد انہیں موجوین میں سے کسی صاحب نے وہ چھری مجھے دے دی کہ اسے اپنے پاس رکھو۔ چنانچہ میں نے اسے لے کر اپنی مرزئی کے اندر رکھ لیا اور نیچے اُتر آیا اس کے بعد آنکھ کھل گئی مگر ابھی سو رہا تھا اور اسی خواب میں آنکھ کھلنے پر اس خواب پر غور کیا کہ میں خیر آباد شریف میں حاضر ہوں اور یہ خواب دیکھا ہے اور اس کی تعبیر یہ لی کہ میں ہر دو مزار اقدس پر حاضر ہو کر دو ختم دلائل شریف کر دوں کہ وہ ہی وہ دو جست ہیں اور اس کے بعد انشاء اللہ کامیابی ہے اس کے بعد واقعی آنکھ کھل گئی۔ میں نے اس تعبیر کو پورا کیا۔

دوسرے روز ۲۳/ذیقعدہ روز چہار شنبہ ساڑھے نو بجے دن کو مسجد آستانہ عالیہ حافظیہ میں بعد ختم میلاد شریف برونق افروزی حضرت صاحب سجادہ حافظ سید امتیاز حسین صاحب رحمۃ اللہ علیہ دیگر حضرات صاحبزادگان والاشان آستانہ معلیٰ وحضرت ممتاز میاں صاحب سجادہ نشین بانسہ شریف وحضرت شاہ ولایت احمد صاحب قلندر رحمۃ اللہ علیہ سجادہ نشین لاہر پور وحاجی نواب غلام محمد خانصاحب وغیرہم حضرت مولانا ہادی علی خانصاحب رحمۃ اللہ نے مجھے اپنے پاس بلایا اور فرمایا کہ میاں مصباح الحسن اب میرا آخری وقت ہے۔ مجھے امید نہیں کہ آئندہ سال تک زندہ رہوں اس واسطے میں بھی کہتا ہوں اور میاں یعنی حضرت صاحب سجادہ صاحب بھی فرماتے ہیں کہ اس محفل

میلاد پاک اور ہمارے مذہب یعنی عظمت و تعظیم حضور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم وحضرت پیران عظام سلسلہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کا قائم رکھنا ضروری ہے جس سے تم بخوبی واقف ہو اور اس خدمت کو میرے بعد تم سے زیادہ اور کوئی شخص انجام نہیں دے سکتا اور تم اور ہم دونوں یہیں کے ہیں۔ لہٰذا سنبھالو اور اس کا قائم رکھنا تمہارے ذمہ ہے تمہیں کہہ سکتے ہو اور کوئی نہیں کہہ سکتا۔ اس سلسلہ عالیہ میں چونکہ تم سے بہتر کوئی آدمی ہماری نظر میں نہیں آیا لہٰذا یہ خدمات تمہیں کو سپرد کی گئیں۔

حضرت صاحب سجادہ صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے منشی دین محمد صاحب مرحوم سے فرمایا کہ مولوی صاحب مولوی ہادی علی خانصاحب کے قائم مقام کیے گئے۔ پس وہ جو کچھ کیا کرتے ہیں مولوی صاحب کو بھی کرنا ہوگا میں نے حاجی غلام محمد خان صاحب سے عرض کیا کہ حضرت دعا فرمائیں کہ مجھ میں ان خدمات کی اہلیت پیدا ہو جائے انہوں نے فرمایا کہ وہ پیدا ہوگئی۔ میں نے عرض کیا کہ یہ تو حضرت فرماتے ہیں۔ فرمایا کہ نہیں میں صرف کہتا نہیں بلکہ میرا ایمان ہے۔ اس کے چند سال بعد حاجی میاں رحمۃ اللہ علیہ کی وفات ہوئی۔ میں حاضر آستانہ تھا۔ میں نے ہی غسل دیا نماز پڑھانے کا شرف حاصل کیا اور ان کے سپرد لنگر شریف اور محافل سماع آستانہ شریف کی جو خدمات تھیں ان کے لیے بھی باتفاق رائے صاحبزادگان گرامی قدر وحضرت صاحب سجادہ سید ماجد حسین صاحب ونیز متوسلین آستانہ عالیہ میرا انتخاب کیا گیا۔ یہاں ضروری معلوم ہوتا ہے کہ میں ان مفوضہ خدمات یعنی انتظامات اعراس مبارکہ کو اجمالی طور پر بیان کردوں۔ مؤلف۔

حضرت مولانا ہادی علی خان صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے وصال کے بعد ان کی تفویض شدہ خدمت یعنی ذکر محفل میلاد پاک وذکر پیران عظام سلسلہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کو پابندی سے انجام دینا شروع فرمایا نیز اسی کے ساتھ حسب ذیل خدمات کو مزید انجام دیا۔

فراہمی آب: چونکہ ہر دو اعراس مبارکہ ۱۸/ذیقعدہ لغایۃ ۲۲/ذیقعدہ

مسلسل ہوتے ہیں جس میں مخلوق کا کافی اژدہام ہونے کی وجہ سے پانی کا کافی خرچ ہوتا تھا اور باوجود منتظمین کی ہر قسم کی کوشش کرنے کے پانی اس مقدار میں مہیا نہ ہو پاتا جس سے زائرین کی تکلیف رفع ہوتی اس کو ملاحظہ فرمانے کے بعد حضرت صاحب قبلہ نے یہ خدمت اپنے ذمہ فرمالی اور ہر سال اپنے غلاموں کی ایک کثیر تعداد اپنے ہمراہ لے جا کر اس خدمت کو انجام دلواتے اور پھر پانی اس مقدار میں مہیا ہونے لگا کہ زائرین کو کوئی تکلیف محسوس نہیں ہوتی۔

صفائی آستانہ شریف

اعراس مبارکہ کے شروع ہونے سے قبل نیز اختتام پر پورے احاطہ درگاہ شریف کی صفائی کرائی جاتی بعدہ پورے احاطہ شریف کو پانی سے دھلوایا جاتا ہے۔

انتظام فاتحہ قل

فاتحہ قل کے وقت تبرک کے خوان خود اپنے دست اقدس سے اٹھا کر اندرون محفل رکھتے اور عربی کا شجرۂ طیبہ خود تلاوت فرماتے ہیں۔ شجرۂ عربی پڑھنے کی خدمت پہلے حضرت قبلۂ عالم کے سپرد تھی۔

امامت: حاضری آستانہ پر نماز پنجگانہ و جمعہ کی امامت فرماتے ہیں۔

حاجی غلام محمد خانصاحب رحمۃ اللہ علیہ کے وصال کے بعد حسب ذیل خدمات کو مزید انجام دیا۔

انتظام محفل سماع

محافل سے پہلے فروش کرانا بعدہٗ چراغاں کرانا، شرکاء محفل سے آداب سماع کو پورا کرانا۔

انتظامات لنگر شریف

خریداری اشیاء متعلق لنگر شریف انتظام پخت لنگر شریف، تقسیم لنگر شریف جس میں مہمانان عرس شریف مقیم اندرون احاطہ درگاہ شریف کو خود اپنے دست اقدس سے تقسیم کیا جاتا۔

محافظت زائرین عرس شریف

ایام عرس شریف میں دن بھر مصروفیت کے بعد تمام شب بیدار رہ کر زائرین عرس شریف مقیم اندرون احاطہ درگاہ شریف کی ہر قسم کی نگرانی و دیکھ بھال فرماتے ہیں۔ مندرجہ بالا خدمات کی انجام دہی میں اس قدر مصروفیت ہوتی کہ شبانہ روز میں صرف دوپہر کو آرام کا وقت ملتا اور وہ بھی بہت قلیل۔ اس میں بھی اکثر یہ صورت پیدا ہوتی ہے جسے خود احقر مؤلف نے دیکھا ہے کہ تمام شب کی بیداری کے بعد صبح کے انتظامات لنگر شریف سے فارغ ہو کر آرام کرنے کی غرض سے آپ لیٹے اور ابھی کچھ غنودگی آئی تھی کہ کسی زائر عرس شریف نے آکر آپ کو جگادیا اور اپنی غرض و ضرورت کو بیان کرنا شروع کردیا۔ حضرت صاحب قبلہ معاً اٹھ کر بیٹھ جاتے اور نہایت خندہ پیشانی اور توجہ کے ساتھ پورے معروضہ کو سماعت فرماتے اور نہایت دل دہی اور تسکین آمیز کلمات کے ساتھ حاجت برآری فرمائی جاتی۔ غرضیکہ حضرت صاحب قبلہ علاوہ انتظامات عرس شریف کے تمام مہمانان عرس شریف کا بے حد لحاظ و خیال فرماتے ہیں اور ان کی ہر طرح کی خدمات بہ نفس نفیس انجام دیتے ہیں۔

حضرت صاحب قبلہ لنگر شریف سے اسی وقت مستفیض ہوتے ہیں کہ جس وقت تمام مہمانان عرس شریف مستفیض ہوتے ہیں جن اوقات میں لنگر نہیں ہوتا ہے حضرت صاحب اپنی جیب خاص سے خرچ فرما کر رضا کاران نیز صاحبزادگان آستانہ عالیہ

کے واسطے کھانا تیار کراتے ہیں حتیٰ کہ نمک ولکڑی تک علیٰحدہ سے منگوائی جاتی ہے۔

ملفوظات کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ بزرگان عظام نے پیران عظام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے آستانہ ہائے مقدسہ پر اسی قسم کی خدمات کو بطور مجاہدات انجام دیا ہے۔

آداب حاضری آستانہ

مناسب معلوم ہوتا ہے کہ میں یہاں ان آداب حاضری آستانہ شریف کو تحریر کردوں، جنہیں میں نے خود اپنے حضرت مرشدی ومولائی مدظلہٗ العالی کو حاضری آسانہ کے موقع پر کرتے ہوئے دیکھا ہے تاکہ میرے تمام پیر بھائی بھی ان آداب سے واقف ہوجائیں۔

حضرت صاحب قبلہ اسٹیشن خیرآباد شریف پر پہنچ کر وضو کرتے اور پاپیادہ حاضر آستانہ ہوکر سب سے پہلے صدر دروازہ پر زمین بوس ہوتے ہیں۔ بعدہٗ حضرت بڑے حافظ صاحب قبلہ کے مزار مقدس کے پائیں میں بیرون گنبد شریف کھڑے ہوکر بعد سلام فاتحہ پڑھتے اور پھر زمین بوس ہوتے ہیں اس کے بعد حضرت چھوٹے حافظ صاب قبلہ کے پائیں میں بیرون گنبد شریف کھڑے ہوکر بعد سلام فاتحہ پڑھتے اور پھر زمین بوس ہوتے ہیں۔ ایام عرس شریف میں حاضری آستانہ کے وقت صدر دروازہ پر جوتا اُتار دیا جاتا ہے اور پھر تا حاضری آستانہ اندرون احاطہ درگاہ شریف استعمال نہیں فرمایا جاتا ہے۔

حاضری پاپیادہ بر آستانہ حافظیہ

حضرت صاب قبلہ دو مرتبہ نواح نانپارہ سے پاپیادہ خیرآباد شریف حاضر ہوئے ہیں۔ غالباً اس طرح حضرت قبلۂ عالم کی سنت ادا فرمادی گئی کہ حضرت قبلۂ عالم بارہا سہسوان سے پاپیادہ حاضر آستانہ خیرآباد شریف ہوئے ہیں۔

حاضری بر آستانہائے پیران عظام سلسلہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین

ہندوستان میں اپنے بیشتر پیران عظام سلسلہ مثل شہنشاہ ہند حضرت خواجہ غریب نواز شیخ العالم حضرت قطب الاقطاب، شیخ المشائخ حضرت خواجہ فرید الدین گنج شکر، شیخ المشائخ حضرت خواجہ نظام الدین محبوب الٰہی، شیخ المشائخ حضرت خواجہ نصیر الدین چراغ دہلوی۔ شیخ المشائخ حضرت شیخ کلیم اللہ جہاں آبادی، شیخ المشائخ حضرت مولانا فخر الملۃ والدین دہلوی، شیخ المشائخ حضرت مولانا خواجہ نور محمد مہاروی، قطب زماں حضرت خواجہ سلیمان تونسوی رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے آستانہ مقدسہ پر آپ مختلف اوقات میں حاضر ہوئے ہیں جس میں بعض حاضریاں بہت مخصوص انداز میں ہوئیں۔

حاضری حرمین شریفین

احقر مولف کی استدعا پر حضرت مرشدی و مولائی مدظلہ العالی بکمال بندہ نوازی اپنے حالات سفر حج کو مختصر طور پر قلمبند کرایا۔ اس سے پہلے کہ میں ان حالات کو تحریر کروں۔ ایک ضروری بات عرض کرتا ہوں۔ میرے حضرت صاحب قبلہ پر حج فرض نہیں تھا کیونکہ تکفل اعزا، کفالت بیوگان، سرپرستی یتمیٰ، مہمان نوازی، مسافر نوازی، مسکین وغربا پروری، وسعت دسترخوان حضرت کے روزانہ کے یہ وہ محبوب مشاغل ہیں جن پر تمام ترفتوحات کو بلا دریغ صرف فرمادیا جاتا ہے بلکہ بسا اوقات اس سلسلے میں آپ کافی زیربار ہوجاتے ہیں۔ پس ایسی صورت میں آپ کے پاس کسی وقت بھی کوئی پس انداز نہیں ہوتا۔ لیکن اکثر آپ ارشاد فرماتے ہیں کہ جب میں بغیر کسی ظاہری اسباب کے بھی کسی کام کا ارادہ کرلیتا ہوں تو اسے اللہ تعالیٰ پورا فرمادیتا ہے'' چنانچہ حضرت کو جب اپنے جدامجد سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بارگاہ معلّیٰ میں حاضری کا خیال پیدا ہوا تو آپنے بلا کسی ظاہری اسباب کے ارادہ فرمادیا۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کے

اس ارادہ کو جس اعلیٰ وشاہانہ طور پر پورا فرمایا اس کا اندازہ حالات ذیل کے ملاحظہ کے بعد ہوگا۔ اب میں حضرت کے فرمودہ حالات سفر کو نقل کرتا ہوں۔ (مؤلف)

حضرت صاحب قبلہ ارشاد فرماتے ہیں کہ

ماہ رجب المرجب ۶۸ھ کی شب ستائیس یعنی معراج کی شب میں اس سفر مقدس کے لیے گھر میں وخوشدامن واعزاز حسین مرحوم ولد مولانا سید اخلاص حسین رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ومع ۱۹/دیگر احباب کے روانگی ہوئی۔ جس روز دو بجے دن کو جہاز پر سوار ہونا تھا۔ ۹/بجے دن کو ٹکٹ جہاز مع سرٹیفکیٹ ڈاکٹری وپاسپورٹ غائب ہو گئے جس کا حال اعجاز حسین مرحوم نے اپنے خط میں جو انہوں نے اپنے لڑکے محمد اکبر سلمہٗ کے نام تھا تحریر کیا یہاں اس گرامی نامہ کی نقل دی جاتی ہے۔ (مؤلف)

نقل صحیفہ گرامی

عزیزم محمد اکبر سلمہٗ، السلام علیکم رحمۃ اللہ و برکاتہٗ

قبل ازیں ایک لفافہ بمبئی سے ارسال کر چکا ہوں اور اس میں شنبہ ۱۱/جون کی روانگی کی اطلاع دے چکا ہوں غالباً تم نے بھی مکہ معظّمہ کے پتہ پر یعنی عبدالرحمٰن صاحب معلم کی معرفت خط روانہ کر دیا ہوگا۔ الحمدللہ ۱۱/جون کو ۶ بجے شام کو ساحل بمبئی سے جہاز جدہ کے لیے روانہ ہوا اور آج دریائی سفر کا دسواں دن ہے۔ کل انشاء اللہ یلملم آجائے گا اور سب احرام پوش ہو جائیں گے پرسوں انشاء اللہ جدہ پہنچ جائیں گے جمعہ انشاء اللہ مکہ مکرمہ میں پڑھا جائے گا۔ افتتاحیہ دس روز قیام غالباً رہے گا اس کے بعد مدینہ طیبہ۔

یوں تو یہ سفر ابتداء ہی سے عجیب وغریب ہے مگر بمبئی پر وہ کرشمہ نظر آیا کہ عقل حیران ہے۔ ۱۱/جون کو صبح ہم سب کا سامان ساحل پر گیا وہاں کسٹم پر معائنہ کے بعد جہاز پر قلی چڑھا دیں۔ اس کام کے لیے چار صاحب منتخب ہوئے۔ حاجی صدیق بمبئی،

حاجی رحیم بخش، معین اللہ، مقبول الٰہی، جب سامان پاس ہوگیا اور جہاز پر جانے لگا تو حاجی صدیق کے علاوہ سب واپس آنے لگے۔ چونکہ ہر مسافر کو اپنا پاسپورٹ اور ٹکٹ دکھانا ہوتا ہے لہٰذا یہ صاحبان سب کے پاسپورٹ اور ٹکٹ وغیرہ واپس لے کر چلے، بس میں سوار ہوئے۔ مسافر خانہ پر ٹکٹ پاسپورٹ بس میں چھوڑے اور خود تینوں اُتر آئے جب بس چلی گئی تو ہوش آیا کہ پاسپورٹ وغیرہ اسی میں رہ گئے۔ بس کا نمبر نہیں معلوم، یہ نہیں معلوم کہ کہاں جائے گی۔ یہ واقعہ گیارہ بجے دن کو پیش آیا جب کہ ایک بجے ساحل پر سوار ہونے کے لیے پہنچنا چاہیے اس وقت کیا کیفیت ہوگی یہ کہنے کی ضرورت نہیں۔ چاروں طرف موٹریں دوڑیں سیٹھ رحمت اللہ اور ان کے لڑکے اور دوسرے اصحاب ہر طرف گئے مگر کہیں پتہ نہیں چلا۔ ظاہر ہے کہ ہماری طاقت وقوت سب ختم ہو چکی تھی کہ ساڑھے تیرہ ہزار کی رقم گم ہوگئی لیکن ع

رحمت عام ترا حیلہ بود بے سببی

دریائے کرم جوش پر آیا اور آزردگی گوارا نہ ہوئی۔ دو گھنٹہ کے اندر پاسپورٹ سرٹیفکٹ وغیرہ از سر نو تیار ہوئے۔ حالانکہ یہی سرٹیفکٹ وہ ہیں جو ایک ہفتہ میں بڑی مشکل سے دستیاب ہوئے تھے۔ بہر حال ہم اسی جہاز میں بلا ٹکٹ سفر کر رہے ہیں اور اب منزل مقصود قریب ہے۔

جہاز میں سوار ہوئے اور جگہ یکسوئی کی ملی جہاں ہم ہی لوگ تھے۔ فرش بچھا سب نے اپنے اپنے بستر کیے اور آرام سے لیٹ گئے۔ عورتوں کے لیے ایک طرف پردہ لگا دیا گیا۔ بعد نماز عشاء جو دیکھا تو حضرت صاحب قبلہ اور میرے لیے جگہ نہ تھی۔ میں نے کچھ بستروں کو مختصر کر کے حضرت صاحب کے لیے جگہ نکالی اور خود صف نعال میں بستر جما دیا۔ شب کو آرام سے سوئے لیکن جہاں رحمت ورافت کی بارش ہو رہی ہو وہاں یہ کیوں کر گوارہ ہوسکتا تھا۔ میں جس وقت سو کر اٹھا ہوں تو معلوم ہوا کہ فرسٹ کلاس کمرہ ہمارا انتظار کر رہا ہے۔ ہم دوپہر سے قبل اس میں پہنچ گئے۔ دوپہر کا کھانا

وہیں کھایا۔ سبحان اللہ یا تو بستر بچھانے کی جگہ نہ تھی یا اب پلنگ بھی ہے اور اس پر گدے چادر تکیہ لگے ہیں۔ تولیہ ہے۔ صابن ہے پانی پلنگ سے متصل ہے۔ سامان رکھنے کو الماریاں ہیں۔ بجلی کا پنکھا ہے۔ صبح ۶ بجے چار بسکٹ ۸ بجے ناشتہ توس مکھن انڈا روٹی سالن وغیرہ ۱۲ ربجے دوپہر کو کھانا مختلف قسم کا سہ پہر کو چائے اور آٹھ بجے شب کو کھانا کھانے میں کئی قسم کا گوشت، ترکاری، کباب بریانی پراٹھے اور سبز وخشک میوہ وغیرہ ہوتے ہیں۔ غرضیکہ دن ورات من وسلویٰ کے خوان آتے رہتے ہیں۔ برف کا پانی ہوتا ہے۔ بہرحال جملہ سامان راحت میسر ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ میں شاید کوشش پر بھی جہاز کے قلیوں میں شمول کے قابل نہ سمجھا جاتا مگر حضور رسول رؤف ورحیم کی رحمت ورافت ہے مگر یہ سب کچھ کیوں ہے اس لیے اور صرف اس لیے ؎

مجھ سے ناچیز پر کیا ہے کرم
لاکھ بار ایسے پیر کے صدقے
اپنی قسمت پر نہ کیوں ہو ترا احقر نازاں
یہ کرم خاص کہ مجھ سا بھی گنہگار چلا

لطف یہ ہے کہ بمبئی میں سیٹھ رحمت اللہ اور قاسم بھائی نے بہت کوشش کی کہ ایک کیبن یعنی فرسٹ کلاس کا ایک کمرہ جس میں دو پلنگ ہوتے ہیں اور دو شخص رہ سکتے ہیں مل جائے مگر نہیں کامیاب ہوئے اور معلوم ہوا کہ سب سیٹیں مکمل ہو گئیں لیکن یہاں ایک نہیں دو کمرہ ملے جس میں ایک کمرہ میں میں اور تائی اماں اور دوسرے میں حضرت صاحب قبلہ اور حضرت پیرانی صاحبہ ہیں۔

مکہ معظّمہ جتنا قریب آتا جا رہا ہے دل لرز رہا ہے کہ بیت اللہ ہے۔ ہیبت وجلالت الٰہی کا مرکز ہے۔ اس میں شک نہیں کہ یہاں کی نیکیاں بہت وزنی ہیں لیکن گرفت بھی سخت ہے پھر مجھ سا آلودہ معاصی کہ جس کی ہر حرکت وسکون سیکڑوں گناہوں کا مجموعہ کیوں کر ایمان سلامت رکھ سکتا ہے مگر اس خیال بلکہ امر واقعی سے

تسکین ہو جاتی ہے۔

بہ میخانہ جامی نہ از خود رود
ولے ہمت شیخ جامش برو
ہماری بگڑی بنی ان کے اختیار میں ہے
سپرد انہیں کے سب کاروبار ہم بھی ہیں

حضرت مرشدی ومولائی مدظلہ العالی فرماتے ہیں کہ چونکہ ہمارا جہاز ۱۳ر شعبان مطابق ۱۱ر جون کو روانہ ہوا اور ابھی حج میں کئی مہینے باقی تھے۔ خیال یہ تھا کہ کم سے کم رمضان وشوال مدینہ اقدس میں گزارا جائے لیکن یہ فیصلہ نہ کر پائے تھے کہ ہم لوگ یلملم سے احرام عمرہ باندھ کر مکہ معظّمہ پہلے حاضری دیں اور اس کے بعد مدینہ اقدس حاضر ہوں یا بلا احرام باندھے جدہ اُتریں اور سیدھے مدینہ اقدس حاضر ہو جائیں۔ بہر حال میں کوئی فیصلہ نہ کر پایا تھا یلملم آنے سے دو یا ایک روز پہلے میں جہاز کی لائبریری میں جا کر بیٹھا اور بلا کسی خیال کے میں نے ایک کتاب الماری سے اٹھا لی اور اسے ایک مقام سے کھول دیا۔ سب سے پہلے میری نظر ایک رباعی پر پڑی۔

کمال از کعبہ رفتی بہ در یار
ہزارت آفریں مردانہ رفتی
بکویش آمدن اے دل ترا ساخت
کہ ہشیار آمدی دیوانہ رفتی

اس رباعی پر نظر پڑتے ہی یقین ہو گیا کہ بطفیل پیران عظام رضوان اللہ علیہم اجمعین یہ اشارۂ غیبی ہے کہ ہم پہلے عمرہ کریں تا کہ اپنے ذنوب سے خدا کے گھر میں تائب ہو کر اس جوار مقدس میں حاضر ہوں۔ میں اس وقت کتاب لیے ہوئے اعزاز حسین مرحوم کے کمرہ میں چلا گیا اور میں نے کہا کہ یہ فیصلہ سن لو۔ مرحوم بھی دیکھ کر بہت متاثر ہوئے یلملم پر ہم لوگ احرام پوش ہو گئے۔ حاضر مکہ شریف ہوئے اور چھ

روزہ کر مدینہ اقدس کو روانہ ہو گئے۔ جب جہاز پر سوار ہوئے تو تمام ٹیکس اور محصولات ادا کرنے کے بعد میری جیب میں پانچ ہزار روپیہ موجود تھا جو ہم چار آدمیوں کے لیے تھا۔ میں گھر میں اعزاز حسین مرحوم میری خوشدامن پھوپھی مرحومہ بحمداللہ تعالیٰ رمضان المبارک مدینہ منورہ میں گزارا اور ہم نے رمضان المبارک اور شوال کے لیے مزید محصول ۔ فی کس داخل کر کے اجازت قیام حاصل کر لی تھی جو کچھ ہم وہاں خدمات انجام دے سکتے تھے وہ دیتے رہے۔ بحمداللہ تعالیٰ میری کبھی عادت نہیں ہے کہ میں کبھی اپنی کسی تحویل کا حساب لگاؤں۔ ۲۹؍رمضان المبارک بعد نماز عشا اتفاقیہ میں نے اپنی تحویل دیکھی تو صرف سو روپیہ باقی تھا۔ بمقتضائے بشریت قلب میں اضطراب پیدا ہوا کہ ابھی شوال و ذیقعدہ باقی ہے اور حج کے تمام ارکان باقی ہیں اور واپسی کے اخراجات ہیں۔ بعد عشاء چاند ہونے کی توپیں چل گئیں۔ معلوم ہوا کہ صبح عید ہے میں نے اس کمی تحویل کا ذکر کسی سے نہیں کیا۔ بعد نماز فجر جب صلوٰۃ وسلام کے لیے مواجہہ اقدس میں حاضر ہوا۔ مضطربانہ زبان سے نکل گیا کہ سرکار آج یوم عید ہے۔ ہر بڑا اپنے چھوٹے کو انعام عید تقسیم فرماتا ہے۔ ہمارے لیے منتہائے امید ذات اقدس ہے اور ہم دین و دنیا دونوں میں محتاج کرم ہیں یہ عرض کرنے کے بعد میں باب جبریل کو پلٹا جو زیادہ سے زیادہ سو قدم کے اندر ہے میں جس وقت وہاں پہنچا تو میرے معلم مدینہ منورہ کھڑے ہوئے تھے انہوں نے ایک لفافہ مجھے دیا کہ آپ کی ایک رجسٹری ہندوستان سے آئی ہے میں نے اسے کھولا تو میرے دوست مراد بخش کا ایک ہزار روپیہ کا ڈرافٹ جدہ بینک کا میرے نام کا تھا ناظرین خود غور کریں کہ اس وقت میری خود کیا کیفیت ہوئی ہوگی۔ میں پھر پلٹ کر مواجہہ اقدس میں حاضر ہوا اور میں نے ادائے شکر کے ساتھ عرض کیا کہ سرکار اسی کرم پر بس نہ فرمائیں بلکہ دینی احتیاط زیادہ مقدم ہے اس میں بھی کرم فرمایا جائے۔ ۶؍ذی قعدہ کو مدینہ اقدس سے واپسی تھی۔ میرے پاس اس وقت گیارہ سو کی رقم میں سے ساڑھے تین سو روپیہ باقی تھا

مجھے اب کرم سرکار پر ناز ہوگیا تھا لہٰذا دس روپیہ نکال کر مکہ معظّمہ کے راستہ کے اخراجات نکال کر جیب میں ڈال لیے اور باقی جہاں سے عطا ہوا تھا وہیں کے مستحقین کو پیش کردیا اور احرام پوش ہوکر روانہ ہوگیا۔ جس وقت معلم مکہ معظّمہ عبیدالرحمٰن صاحب کے دروازہ پر پہنچا اور وہ سن کر آئے تو پہلی بات مجھ سے انہوں نے یہ کہی کہ آپ کا پانچ سو روپیہ ایک حاجی صاحب لے کر آئے ہیں وہ منتظر ہیں۔ غرض یہ کہ مکان واپسی تک اسی طرح سے کرم ہوتا رہا اور جب مکان واپس پہنچا تو ساڑھے بارہ ہزار روپیہ خرچ کرچکا تھا۔

جو طلب میں نے کیا اپنی عنایت سے دیا
تیرے قربان میرے ناز اٹھانے والے صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

مدینہ اقدس میں اپنے حضرت قبلۂ عالم کی زیارت سے بھی مشرف ہوا اور بہت مسرور پایا۔ فالحمداللّٰہ علیٰ ذالك۔

میرے دوست مراد بخش موضع چیٹھ ضلع اٹاوہ کے رہنے والے ہیں اور آج مع اہل وعیال کراچی میں ہیں آج کل مالی مشکلات میں گرفتار ہیں۔ اللہ تعالیٰ بطفیل سرکار دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ان پر کرم خاص فرمائے۔

میرے استاذ حدیث شیخ المحدثین حضرت مولانا وصی احمد صاحب پیلی بھیتی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے مجھ سے دوران درس حدیث ایک مرتبہ فرمایا تھا کہ ہماری سند حدیث میں شاہ اسحاق اور مولوی احمد علی سہانپوری دو وہابی آ گئے ہیں ہمیں اس کا موقع نہ ملا کہ ہم عرب شریف جاتے اور سند حدیث تبدیل کرلاتے۔ اگر تمہیں خدا کبھی توفیق دے تو مدینہ اقدس میں سند حدیث تبدیل کرلینا۔ مدینہ اقدس میں حضرت مولانا شاہ علی حسن صاحب خیرآبادی ابن مولانا شاہ اعظم حسین صاحب خیرآبادی رحمۃ اللہ علیہم بحیثیت مہاجر مدینہ قیام پذیر تھے۔ موصوف چودہ سال کی عمر سے اپنے والد ماجد کے ساتھ ہندوستان سے ہجرت کر گئے تھے۔ میں نے ان سے اس واقعہ کا ذکر کیا۔ انہوں نے

فرمایا کہ نجدیوں کی حکومت میں اب یہاں عرب سنی محدث آپ کو دستیاب ہونا مشکل ہیں۔فقیر کی سندات یہیں عرب کی ہیں اور اس میں کوئی اس قسم کا مشتبہ شخص بھی نہیں ہے۔لہٰذا اگر چاہو تو میں سند دے دوں گا میں اس وقت واپس آیا۔رات کو سوچتا رہا۔ دوسرے روز صبح کو حاضر ہوا اور جو بات میرے ذہن میں آئی تھی وہ ان سے عرض کی کہ میرے پیران عظام کی بحمد اللہ تعالیٰ اتنی نسبت قویہ ہے کہ انہوں نے مدینہ اقدس میں بھی غیر خیر آبادی سے مستفیض نہیں ہونے دیا۔اس پر حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے میرے خیال کی تحسین فرمائی اور اپنی اجازت وسند سے مشرف فرمایا۔

فالحمد للّٰہ علی ذالك ۔ فقط

سفر کے ابتدائی حالات جو حضرت مخدومی سیدی اعزاز میاں رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے گرامی نامہ میں ارقام فرمائے ہیں ان سے ظاہر ہوتا ہے کہ میرے حضرت صاحب قبلہ کا یہ سفر حضور شہنشاہ کونین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ایماء طلبی پر ہوا اور بعد میں بھی جو لطف ونوازشیں فرمائی گئیں وہ حضرت کی مقبولیت وصحت نسبت سے تعلق رکھتی ہیں۔نیز ان سے حضرت کی مقام محبوبیت سے سرفراز ہونے کا بھی اظہار ہو رہا ہے۔(مؤلف)

علم وفضل

اس سلسلہ عالیہ چشتیہ نظامیہ فخریہ سلیمانیہ حافظیہ کی یہ ایک بڑی خصوصیت ہے کہ اس سلسلہ عالیہ کے جملہ اشیاخ جامع شریعت وطریقت ہوئے چنانچہ آخری زمانہ میں شیخ المشائخ حضرت مولانا فخر الملۃ والدین، قطب زماں شیخ المشائخ حضرت خواجہ نور محمد مہاروی غوث زماں حضرت خواجہ سلیمان تونسوی، شیخ المشائخ حضرت حافظ سید محمد علی خیر آبادی، شیخ المشائخ حضرت حافظ سید محمد اسلم خیر آبادی، اعلم علمائے زمانہ شیخ المشائخ حضرت مولانا حافظ سید محمد عبد الصمد سہسوانی رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین یہ وہ جلیل القدر ذوات مقدسہ ہیں کہ جنہوں نے اپنے زمانہ مبارکہ میں علم شریعت

وطریقت کے دریا بہا کر خلق اللہ کو سیراب فرمایا ہے۔

چونکہ قدرت نے حضرت صاحب قبلہ کی ذاتِ اقدس کو ان حضرات کا صحیح جانشین بنایا ہے۔لہٰذا ذات گرامی اگر کمالات باطنی میں اپنے اشیاخ طریقت کی آئینہ ومظہر ہے تو علم ظاہری میں بھی علم وعمل کا ایک نمونہ اور حدیث شریف النظر الی وجہ العالم عبادۃ یعنی عالم کے چہرے کی طرف دیکھنا عبادت ہے کی صحیح مصداق۔

ہندوستان میں آپ ان جلیل القدر ذوات مقدسہ میں بھی ایک نہایت ممتاز درجہ پر فائز ہیں جن کے تبحر علمی پر نہ صرف مسلمانانِ اہلسنّت بجا طور پر فخر وناز کرتے ہیں بلکہ دوسرے فرقہ بھی ان کے فضل وکمال کے معترف ہیں۔آپ کی فہم وفراست خداداد اور حدیث شریف اتقوا من فراسۃ المؤمن کی آئینہ دار ہے۔

وسعت مطالعہ

آپ کے ذوق مطالعہ اور علمی مشاغل نے حضرت قبلۂ عالم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانہ کے کتب خانہ کو دوچند سے زیادہ کردیا ہے۔جس میں مختلف علوم مثل اسماء الرجال، حدیث، تفسیر، فقہ، منطق، فلسفہ، تجوید وقرأت، تصوف، تاریخ، نجوم اخلاق، حکمت نیز اور تمامی ضروری علوم کی کتب کا ایک معتدبہ ذخیرہ ہے جن میں بعض کتب تو نادر ونایاب ہیں۔ان میں اکثر کتب پر حضرت کے قلم خاص کے تحریر کردہ سادہ صفحات پر صحت اغلاط اور ضروری یادداشت اور حواشی پر جابجا تشریح وتوضیح موجود ہے، جن کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ نے ان کا ایک ایک لفظ ملاحظہ فرمایا ہے۔بعض کتابیں اس قدر ضخیم ہیں کہ جن کے مطالعہ میں ہفتہ اور مہینہ صرف ہوئے ہوں گے۔

تبحر علم

بسا اوقات اکثر علمائے کرام بعض اہم سائل میں ذات اقدس کی طرف بصورت مستفتی رجوع ہوتے ہیں اور مفصل و مدلل جوابات پاکر نہ صرف اپنا اطمینان کرتے بلکہ دوسروں کی بھی رہنمائی فرماتے ہیں۔ فرق ضالّہ کو بدلائل مسکت ولا جواب کرنے کے لیے اکثر اہل علم آپ کی تحریرات کو حاصل کرتے ہیں۔ خدائے تعالیٰ نے آپ کو تحریر و تقریر دونوں پر عبور عنایت فرمایا ہے۔

رد فرق ضالہ

شیعہ ہوں یا قادیانی، غیر مقلد ہوں یا دیوبندی جماعت الیاسیہ ہو یا جماعتِ مودودی غرضیکہ آپ تمام فرق ضالہ کا رد ہمیشہ نہایت واضح الفاظ میں اور مفصل طور پر تحریر و تقریر سے فرماتے ہیں اور اس سلسلہ میں آپ کے اکثر فتاویٰ شائع بھی ہوتے رہتے ہیں۔ ابھی جب ۷۱-۷۲ھ میں جماعت الیاسیہ کا بہت زور وشور ہوا تو عوام اہلسنّت نے اس میں شرکت کے متعلق اپنے علمائے کرام سے استفسارات کیے لیکن ہر طرف سے بجائے کسی صاف وصریح جوابات ملنے کے مبہم جوابات ملے۔ جس سے عوام اہلسنّت عجب کشمکش میں پڑ گئے اور اُردو داں طبقہ اپنے علما کی اس روش سے کبیدہ خاطر ہونے لگا۔ جماعت الیاسیہ والوں نے بھی اسے بخوبی محسوس کر کے اس موقع ومہلت سے فائدہ اٹھانے کے لیے اپنے کام و تبلیغ کو تیز کر دیا جس کی وجہ سے وہ زمانہ تمام ہندوستان میں فرقہ اہلسنّت کے حق میں نہایت نازک بن گیا لیکن جب حضرت صاحب قبلہ کی خدمت میں اس جماعت میں شرکت کے لیے استفسار شروع ہوئے تو آپ نے اس جماعت کا ضروری لٹریچر اپنی جیب خاص سے منگوا کر ملاحظہ فرمایا۔ معلوم ہوا کہ یہ جماعت عوام اہلسنّت کے لیے ہر فرقہ سے زیادہ مضر اور ضرر رساں

ہے۔ پس آپ نے اس کا رد فرمایا جو ''الیاسی جماعت یا ناسور وہابیت'' کے نام سے شائع ہو کر خواہش مند حضرات کو صرف ڈاک خرچ پر مفت بھیجا گیا۔ یو پی، سی پی، بہار، اڑیسہ، بنگال، پنجاب غرضیکہ تمام ہندوستان میں اس قدر مانگ ہوئی کہ ایک ہزار کاپیاں چند دن کے اندر ختم ہو گئیں اور فرمائشات کا سلسلہ جاری رہا۔ سینکڑوں خطوط تشکر و امتنان کے نہ صرف عوام بلکہ علمائے کرام کی جانب سے موصول ہوئے۔ یہ رسالہ جہاں عوام کو گمراہی اور بددینی سے بچانے کا سبب ہوا وہیں علمائے کرام کے لیے مشعل راہ بھی بنا کہ انہوں نے جماعت الیاسیہ کا اداسی رسالہ کے مضامین کی روشنی میں تحریر و تقریر کے ذریعہ شروع کیا۔ خدا کا شکر ہے کہ الیاسیہ تحریک کا زہریلا اور عقائد کو فاسد کرنے والا اثر اب عوام قبول نہیں کرتے۔ حضرت کا یہ رسالہ اس قدر مدلل تھا کہ آج تک کوئی جواب جماعت کی جانب سے شائع نہ ہوسکا اور نہ انشاء اللہ ہوسکے گا علاوہ ازیں حضرت کے بعض علمی کارنامہ بہت اہم ہے جس میں بعض مطبوع اور بعض غیر مطبوع ہیں۔

چونکہ اس مختصر رسالہ میں اس کی گنجائش نہیں کہ میں حضرت کے تمامی حالات کو اجمالی طور پر بھی بیان کرسکوں لہٰذا اب میں حضرت کے ارشادات اور مختصر حالات اہلبیت لکھنے کے بعد ان حالات کو پورا کرتا ہوں۔

ارشادات

حضرت صاحب قبلہ کے ارشادات تو بہت ہیں لیکن میں چند ارشادات لکھتا ہوں جس میں بعض ارشاد آپ کے ارقام فرمودہ ان چند صحائف سے نقل کیے ہیں جو مجھے اتفاقی طور پر مل گئے تھے اور میں نے ان کو محفوظ کرلیا تھا اور بعض کو میں نے خود سنا ہے۔ لہٰذا ہر دو میں مجھے ہی راوی سمجھا جاوے اور اسی لیے ہر ارشاد کے ساتھ نام راوی نہیں لکھا گیا ہے۔ (مؤلف)

(۱) ارشاد فرمایا کہ شریعت وطریقت دو چیزیں نہیں جو ان دونوں کو دو اور علاحدہ سمجھے وہ کم سے کم اس علم شریف سے بیگانہ ہے۔

(۲) ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِیَعْبُدُوْنِ مَاۤ اُرِیْدُ مِنْهُمْ مِّنْ رِّزْقٍ وَّمَاۤ اُرِیْدُ اَنْ یُّطْعِمُوْنَ۔ عبادت بلا عرفان صحیح نہیں ہوسکتی، اسی واسطے سرکار اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان اقدس سے فرمایا گیا ہے: قُلْ اِنَّ صَلَاتِیْ وَنُسُکِیْ وَمَحْیَایَ وَمَمَاتِیْ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ۔ لہٰذا ان دونوں پر عمل ہونا خواص کے لیے ضروری اور عوام کے لیے حتی المقدور ہے اور بلا اس کے نہ حصول عرفان ہوسکتا ہے نہ علوم باطن کا انکشاف۔ ان آیات مبارکہ کا یہ منشا نہیں کہ انسان رہبانیت اختیار کرے یا بیوی بچوں کو چھوڑ کر کنارہ کش ہوجائے یا کاروبار دنیوی کو لات مار دے تب یہ حاصل کرسکتا ہے۔ بلکہ بقول ؎

چیست دنیا از خدا غافل بودن
نے قماش و نے نقرہ و فرزند و زن

(۳) ارشاد فرمایا تصوف میں مراقبہ اچھی چیز ہے یعنی ذات وصفات خداوندی میں غور کرنا اور اس سے زیادہ سے زیادہ تعلق پیدا کرنا مگر یہ کم سے کم متوسط کے لیے مفید ہوسکتا ہے۔

(۴) ارشاد فرمایا کہ مبتدی کے لیے یا جس کا نفس اُس پر غالب ہے۔ محاسبہ نفس سے زیادہ کوئی چیز موصل الی المقصود نہیں ہوسکتی۔

(۵) ارشاد فرمایا کہ ذکر وفکر نوافل ومجاہدات سب کا ماحصل یہی ہے کہ انسان خدا اور رسول کا ہوجائے۔

(٦) ارشاد فرمایا کہ صفائی قلب کے لیے اعمال بزرگان عظام نے رکھے ہیں اور وہ کسی خاص عمل میں منحصر نہیں جیسا طالب ہو اسی کے استعداد کے مطابق

بزرگان عظام تعلیم فرماتے ہیں۔

(۷) ارشاد فرمایا کہ طلب خدا کے معنی خدا کا ہو جانا ہے نہ یہ کہ خدا علیحدہ سے آ کر ہمیں مل جائے۔

(۸) ارشاد فرمایا کہ حتی الامکان مخلوق خدا کی دلجوئی حصول مرام میں بڑی چیز ہے خدا معلوم کس کی دعا کام بنادے۔

توجہ دانی کہ دریں گرد سوارے باشد

(۹) ارشاد فرمایا کہ اعتکاف واقعی یہ ہے کہ خیال غیر دل میں نہ ہو نہ یہ کہ بظاہر گوشہ میں بیٹھے اور تمام عالم کو دل میں گنجائش دے دے۔

(۱۰) آستانہ عالیہ حافظیہ خیرآباد شریف کے صاحبزادگان والا شان کے اوپر بعض وجہ سے کچھ لوگ معترض تھے۔ لہٰذا اس سلسلے میں ارشاد فرمایا کہ منہیات شرعیہ یقینی منہیات ہیں خواہ ہم سے سرزد ہوں یا کسی دوسرے سے لیکن نسب قرابت ایک ایسی پاک نسبت ہے کہ جس کے مقابل ہر برائی ہیچ ہے ؎

گرمن آلودہ دانم چہ عجب
ہمہ عالم گواہ عصمت اوست

(۱۱) ارشاد فرمایا کہ عموماً دیکھا جاتا ہے کہ حضرات بزرگان عظام کے قرابت دار مختلف قسم کے امور مکروہ میں مبتلا ہوتے ہیں۔ جس کا باعث نحوست بے تعظیمی ہے واللہ اگر یہ نحوست دامنگیر نہ ہوتی تو کسی بزرگ کا کوئی قرابت دار بغیر مرتبہ ولایت پر فائز ہوئے باقی نہ رہتا۔

(۱۲) ارشاد فرمایا کہ حضرات پیران عظام رضوان اللہ علیہم اجمعین مظاہر رسالت ہیں اور امیتان رسالت کا فرض ہے کہ مطابق آیت قُلْ لَّآ اَسْـَٔلُكُمْ عَلَيْهِ اَجْرًا اِلَّا الْمَوَدَّةَ فِى الْقُرْبٰى۔ محبت قرابت قائم رکھیں اس کے بعد پھر۔

(۱۳) ارشاد فرمایا کہ میرے نزدیک بوجہ مظاہر رسالت ہونے کے بھی کیفیت قرابت

داران پیران عظام کی ہے کہ ان سے مؤدت رکھنا بھی مریدین کے فرائض میں داخل ہے اور اس کی کمی بڑی محرومی کا باعث اور مقام خوف ہے۔

بزینکہ نشان کف پائے تو بود
سالہا سجدۂ صاحب نظراں خواہد بود

(۱۴) ارشاد فرمایا کہ حضرت امام العرفا محی الدین ابن عربی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مسلک کے ہمارے تمام شیوخ متبع ہیں۔

(۱۵) ارشاد فرمایا کہ متصوفین زمانہ میں جس طرح کا سماع اور مزامیر رائج ہیں وہ ہرگز میرے نزدیک طریقہ اسلاف کے مطابق نہیں اور نہ میں ان محافل مروجہ کو اچھا جانتا ہوں۔

(۱۶) ارشاد فرمایا کہ بیعت کی بہت اقسام ہیں لیکن میں تین سے واقف ہوں۔ پہلی قسم جب کسی شخص سے کوئی گناہ سرزد ہو جائے تو کسی بزرگ کے ہاتھ پر خدا کی جناب میں توبہ کرے دوسری قسم صرف برکت کے لیے کسی بزرگ کے ہاتھ پر بیعت کرے تیسری قسم طالب خدا ہو کر کسی شیخ کامل کے ہاتھ پر بایں طور بیعت کرے کہ اپنی جان و مال سب اس کے اختیار میں دے دے اور اصل بیعت یہی ہے۔

(۱۷) ارشاد فرمایا کہ ہر کام میں میانہ روی اختیار کرنا چاہئے حدیث شریف میں ہے۔

خیر الامور اوسطھا۔

یہ اس لیے ارشاد فرمایا گیا کہ اس وقت جو حضرات موجود تھے وہ انہیں ہر سہ اقسام کے سمجھنے کی اہلیت رکھتے تھے۔ (مولف)

ذکر اہل بیت حضرت صاحب قبلہ

حضرت صاحب قبلہ کا پہلا نکاح حضرت سید محمد احسن صاحب عرف پیر جی صاحب رحمۃ اللہ علیہ سہسوانی کی صاحب زادی صاحبہ سے ذیقعدہ ۱۳۲۲ھ میں ہوا۔ آپ سے کئی اولادیں ہوئیں لیکن سب نے صغرسنی میں ہی وصال فرمایا سوائے حضرت سید عبدالاعلیٰ میاں رحمۃ اللہ علیہ کے کہ ان کا وصال جوان العمری و دوران تعلیم میں ہوا۔ ان کے متعلق حضرت صاحب قبلہ خود ارشاد فرماتے ہیں کہ

میری پہلی شادی ہوئی اور گھر میں پہلا حمل تھا میں نے خواب میں دیکھا کہ میرے حضرت قبلۂ عالم رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنی نشستگاہ میں تشریف فرما ہیں۔ حکیم مومن سجاد صاحب مرحوم و حافظ اخلاق حسین صاحب مرحوم و مولانا سید اخلاص حسین صاحب رحمۃ اللہ علیہ نیز اور چند حضرات حاضر خدمت ہیں۔ میں حضرت سے قریب تر حاضر ہوں۔ قادر بخش مرحوم حجام حضرت کا خط بنا رہے ہیں۔ حضرت کے موئے اقدس جو قادر بخش کے کپڑے پر گرے انہیں ایک کاغذ میں جمع کر کے پڑیا بنائی۔ حضرت قبلۂ عالم نے ان کے ہاتھ سے وہ پڑیا لی اور اسے کھول کر ان بالوں کو حکیم صاحب، حافظ صاحب، چچا میاں کو عطا فرمائے خواب میں یہ خیال ہے کہ حضرت کا وصال ہو گیا ہے۔ میں نے اپنے دل میں خیال کیا کہ میں قریب تر موجود ہوں مگر مجھے کیوں نہیں عطا فرمائے۔ میرے اس خیال کے ساتھ ہی حضرت نے اپنے زانوئے اقدس کے نیچے سے ایک پڑیا نکالی اور مجھے عطا فرمائی مجھے خیال ہوا کہ یہ مجھے تبرک ملا ہے وہ کچھ سبز رنگ کی پتیاں سی ہیں۔ حضرت نے میری طرف مخاطب ہو کر فرمایا کہ یہ تمہارے پاس میرے پوتے کے لیے امانت ہے اسے دینا مجھے اسی خواب میں خیال گزرا کہ یہ جو حمل ہے لڑکا ہو گا۔ معاً حضرت نے مخاطبہ فرمایا کہ نہیں اس مرتبہ لڑکی ہو گی اور آئندہ لڑکا۔ چنانچہ وضع حمل میں لڑکی ہی پیدا ہوئی اور وہ سترہ روز کی ہو کر انتقال کر گئی۔ اس

کے بعد عبد الاعلیٰ مرحوم پیدا ہوا۔ میرے ذہن میں چونکہ خواب موجود تھا لہٰذا اس بچہ کی بہت قدر تھی اس کی جب آٹھ ماہ کی عمر ہوئی تو اس کی والدہ کا انتقال ہو گیا بڑی ہمشیرہ مرحوم نے اسے دودھ پلایا۔ گویا اس کے گوشت پوست میں سوائے حضرت قبلۂ عالم کے اجزائے مقدسہ کے اور کسی غیر کا جز داخل نہ ہوسکا۔ پندرہ سال کی عمر میں وہ حفظ کلام مجید سے فارغ ہوا۔ محراب سنائی اور شبینہ بھی پڑھا۔ نہایت اچھا یاد تھا اور بہت خوب پڑھتا تھا۔ یہ امید ہوگئی تھی کہ وہ کلام مجید پڑھنے میں حضرت قبلۂ عالم کا پرتو ہوگا۔ بغرض تعلیم علوم دین میں نے آستانہ عالیہ اجمیر شریف حضرت صدر الشریعہ مولانا امجد علی صاحب مرحوم جو دار العلوم معینیہ کے صدر مدرس تھے اور میرے ہم استاد وولی دوست تھے کی خدمت میں بھیجا اور روانگی سے پہلے اس نے اپنی موجودہ والدہ سے خواہش کی کہ مجھے پہلے مرید کر لیں پھر بھیجیں۔ میں نے انکار کیا کہ پہلے تعلیم حاصل کرے اس کے بعد مرید کر لیا جائے گا۔ اتفاق وقت سے میاں خان محمد صاحب جاروب کش آستانہ عالیہ حضرت سلطان المشائخ رضی اللہ تعالیٰ عنہ آئے ہوئے تھے۔ میں انہیں اپنا معظم جانتا تھا۔ اس نے ان سے خواہش کی کہ آپ مجھے مرید کرا دیجئے۔ اس کے جانے سے ایک روز پہلے بعد مغرب میاں خان محمد صاحب نے میرا ہاتھ پکڑا اور کہا کہ اعلیٰ میاں کو مرید کر لیجئے۔ میں مجبور ہوا اور مزار شریف پر مواجہ اقدس میں جا کر بیٹھ گئے اور داخل سلسلہ کیا اور مواجہ اقدس میں کھڑے ہو کر عرض کیا کہ میرے پاس اس کی جو امانت ہے وہ واپس کرتا ہوں اور اس کا اہل فرمانا یہ حضرت کا کام ہے۔ اس کے بعد وہ اجمیر شریف چلا گیا۔ آٹھ ماہ کے بعد اس کی کچھ طبیعت خراب ہوئی اور مولانا امجد علی صاحب مرحوم نے اسے ایک طالب علم کے ساتھ بغرض علاج پھپھوند بھیج دیا۔ یہاں حکیم زین العباد مرحوم نے علاج کیا اور وہ اچھا ہو گیا۔ اس کے واپس جانے کی تیاری ہی تھی کہ پھر شدید بخار آیا اور چیچک نکل آئی۔ دوسرے روز دانہ غائب ہو گیا۔ سرسامی کیفیت پیدا ہوگئی اور ایک روز ہیجانی کیفیت رہی مگر انتقال سے چوبیس گھنٹہ پہلے

بجائے ہیجان کے دور کلام مجید شروع ہو گیا اور جب تک گویائی کی قوت رہی آواز بلند کلام مجید پڑھتا رہا قوت گویائی ختم ہونے پر بھی انتقال کے وقت تک تحرک زبان جاری رہا جس سے میں سمجھا کہ کلام مجید ہی کا دور جاری ہے۔ انتقال پر میں نے جو جگہ اپنے لیے تجویز کر رکھی تھی۔ یعنی مابین حضرت قبلۂ عالم و والدہ ماجدہ رحمۃ اللہ علیہما جو ایک قبر کی جگہ تھی اسی میں اسے دفن کیا۔ ۱۹/سال کی عمر تھی مجھے اسی وقت سے یہ خیال مضبوطی سے قائم ہے کہ میں نے امانت کی واپسی میں جلدی کی ورنہ یہ قضائے معلق تھی بغیر مجھ سے امانت واپس لیے ہوئے نہ جاتا۔ سیدی اعلیٰ میاں رحمۃ اللہ علیہ کا وصال ۸/جمادی الاولیٰ ۱۳۴۴ھ روز دوشنبہ بارہ بجے شب کو ہوا اور ان کی والدہ ماجدہ رحمۃ اللہ علیہما کا وصال ۲۳/شعبان ۱۳۲۶ھ کو ہوا۔ ان مخدومہ کے وصال کے بعد۔

حضرت صاحب قبلہ کا دوسرا نکاح حضرت سید اسرار حسین صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی بڑی صاحبزادی سے ہوا۔ آپ سے بھی متعدد اولادیں ہوئیں لیکن سب نے صغر سنی میں ہی وصال فرمایا۔ ان مخدومہ رحمۃ للہ علیہا کا وصال ۱۸/جمادی الاخریٰ ۱۳۳۶ھ میں ہوا ان کے بعد:

حضرت صاحب قبلہ کا تیسرا نکاح موجودہ حضرت مخدومہ معظّمہ پیرانی صاحبہ مدظلہا سے ہوا۔ آپ بھی حضرت سید اسرار حسین صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی صاحبزادی ہیں۔ آپ سے بھی متعدد اولادیں ہوئیں جن کا وصال صغر سنی میں ہوا سوائے سیدہ محمدی بی بی رحمۃ اللہ علیہا کے کہ انہوں نے جوان العمری میں شادی سے قبل وصال فرمایا۔ آپ کی تاریخ وصال ۱۲/صفر ۱۳۶۸ھ ہے۔

موجودہ حضرت مخدومہ پیرانی صاحبہ معظّمہ مدظلہا اس درجہ رقیق القلب ہیں کہ اپنے خدام کے بھی رنج و غم کے مواقع پر نہایت مغموم و رنجیدہ ہو جاتی ہیں لیکن اس کے باوجود آپ نے اپنی اولاد و اعزاء کی مفارقت کے صدمات کو جس صبر و استقلال کے ساتھ برداشت فرمایا وہ آپ ہی کا حصہ ہے۔ آپ کا عبادت و ریاضت سے جو وقت

بچتا ہے اسے آپ اپنے متعلقین کی دیکھ بھال اور مجبور وبیکس خواتین جواندرون حویلی شریف مقیم ہو جاتی ہیں ان کی خدمات پر صرف فرماتی ہیں۔ آستانہ شریف پر جو خدام ہمہ وقت حاضر رہتے ہیں۔ یا اکثر جو مہمانان آتے رہتے ہیں ان کے خورد ونوش کا اہتمام نیز روزانہ کے جملہ انتظامات خانہ داری سب آپ سے متعلق ہیں۔ اور انہیں آپ بحسن وخوبی انجام فرماتی ہیں۔ آپ کے اندر رحم وکرم اور سخاوت بدرجہ اتم ہے۔ آپ کی ذات سے حضرت صاحب قبلہ کو بہت سکون واطمینان حاصل ہے۔ آپ خادموں کا بڑا خیال رکھتی ہیں۔ اوران پر بے حد شفقت فرماتی ہیں۔ پروردگار عالم بطفیل پیران عظام آپ کی ذات اقدس کو ہمیشہ قائم ودائم رکھے آمین۔ بجاہ سید المرسلین۔

خلاصہ حالات طیبات سیدنا ومولانا

سید شاہ اختصاص حسین صاحب رحمۃ اللہ علیہ عرف منجھلے میاں

آپ حضرت حاجی الحرمین سیدنا ومولانا شاہ اخلاص حسین صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے منجھلے صاحبزادے اور میرے حضرت صاحب قبلہ کے حقیقی بھانجے اور حضرت قبلۂ عالم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نواسے تھے۔ آپ کی پیدائش جمادی الاولیٰ ۱۳۱۰ھ کو پھپھوند میں ہوئی۔ ابتدائی تعلیم گھر پر ہی ہوئی جس میں کلام پاک حکیم مومن سجاد صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے ختم کیا۔ بعدہ مدرسہ مسعودیہ بہرائچ میں کچھ تعلیم پائی اور وہاں سے بدایوں شریف مدرسہ عالیہ قادریہ میں رہ کر عربی میں فارغ التحصیل ہوئے۔ فارسی میں بھی نہایت اعلیٰ قابلیت کے مالک تھے خط نہایت ہی پاکیزہ تھا۔ مذاق سخن نہایت بلند تھا۔ عربی فارسی، اُردو کے نہایت بہتر اشعار یاد تھے۔ خود بھی شعر موزوں فرماتے تھے چنانچہ عربی فارسی، اُردو ہندی میں بے شمار نعتیہ اشعار موجود ہیں۔ اگرچہ آپ بندہ تخلص فرماتے تھے لیکن شاذ و نادر تخلص کا استعمال فرمایا ہے بلکہ خواہش مند جب گھیرتے تھے تو ان کی جانب سے ان کی استعداد کے مطابق اشعار موزوں فرما دیتے تھے۔ تقریر پر عبور حاصل تھا اور گھنٹوں بلا تکان بیان فرماتے۔ ردو ہابیہ میں خاص درک حاصل تھا۔

آپ کے والد ماجد نے اپنی حیات مبارکہ ہی میں نہایت واضح اشارات وکنایات میں اپنا خلیفہ ومجاز فرما دیا تھا اور ان کے وصال کے بعد آپ کی دستار بندی میرے حضرت صاحب قبلہ نے اپنے دست اقدس سے فرمائی۔ حضرت صاحب قبلہ مدظلہ العالی سے شرف بیعت حاصل تھا اور بتوجہات حضرت شیخ دین ودنیا میں کامیاب کامراں تھے۔

آپ علوم شرعیہ سے آراستہ اور نعمات باطنی سے مالا مال تھے۔ آپ کی مجالس

مبارک کہ ذکر خدا اور خاصانِ خدا سے مزین آپ کی صحبت طالبان خدا کے حق میں کیمیا اثر عبادات وریاضات میں یگانہ تقویٰ و پرہیز گاری میں منفرد، اخلاص و وفا کے نمونہ، حسن اخلاق کا یہ عالم کہ ہر شخص یہ سمجھتا کہ آپ ہم سے سب سے زیادہ محبت فرماتے ہیں۔ ایک بار جو حاضر خدمت ہوا تمام عمر کے لیے بندہ بے دام بنا غمگساری و ہمدردی غرباء ومساکین خدمت واعانت یتمیٰ اور بیوگان دلداری احباب آپ کے محبوب مشاغل تھے۔

آپ کی اوائل عمری کا زمانہ سخت مجاہدہ کے ساتھ گزرا اکثر دو دو تین تین، شبانہ روز خالص خدا کے مہمان رہتے اور جب خدائے تعالیٰ کچھ تھوڑا سا بھی انتظام فرما دیتا تو آپ ان یتیمیٰ کو فراموش نہ فرماتے جن کو قدرت نے آپ کے سایہ رحمت میں دیا تھا۔ شدید گرمیوں کے زمانہ میں اکثر ایسا ہوتا کہ تمام دن کے بعد مکا کی کھیلیں سب لو اندر و باہر بحصہ مساوی تقسیم فرما دی جاتیں اور خود القاسم محروم کی عملی تغیر فرمائی جاتی۔ احقر مؤلف نے اس زمانہ کا آخری تھوڑا سا دَور خود اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے۔ جب آپ نے اس زمانہ کو نہایت اعلیٰ ظرفی اور بلند ہمتی سے گزارا تو رحمت خداوندی جوش میں آئی۔ آپ کا دسترخوان ہمہ نعمت سے مزین یگانہ و بیگانہ، غرباء ومساکین، یتمیٰ و بیوگان کے حق میں گویا لنگر ہوا جو تین سو ساٹھ دن برابر جاری رہا کرتا تھا۔ سب میں اخوت مساوات کا یہ عالم تھا کہ اگر تھوڑی سی بھی کوئی چیز تحفتاً آئی تو سب اندر و باہر بحصہ مساوی پاتے۔ آپ کی نشست گاہ اپنے کاشانۂ اقدس کے باہر چبوترہ پر ایک چھپر میں رہا کرتی تھی جو تین جانب سے بالکل بند تھا اور اس کے ایک جانب میں دروازہ لگا ہوا تھا جو حضرت جامی رحمۃ اللہ کے اس بیت کا صحیح مصداق تھا۔

خوشا مسجد ومنزل وخانقاہ
کہ در وے بود قیل وقال محمد ﷺ

اور جب آپ کے بعض مخلص خادم اس میں حاضر ہوتے تو اس شعر کی تلاوت کیا کرتے۔

سنگ باب میکدہ راسجدہ گاہے ساختم
لطف پیر میفروشاں راپناہے ساختم

جاڑہ، گرمی، برسات ہر موسم میں صبح سے بعد عشاء تک آپ کی نشست اس کے اندر چٹائی یا بوریئے پر رہا کرتی۔ آپ کی خدمت میں ایک مجذوب صفت درویش مئوشاہ ہمہ وقت حاضر رہا کرتے اور ہر دو چار گھنٹہ کے بعد چائے بنا کر پیش خدمت کرتے تھے۔ ان کے چائے بنانے کا چولھا بھی اسی چھپر کے اندر تھا جب شدید گرمی و برسات کے موسم میں وہ آگ جلاتے اور دھواں تمام چھپر میں بند ہو جاتا اس وقت کسی کا کام نہ تھا کہ پانچ منٹ بھی چھپر میں بیٹھ سکے لیکن آپ اسی میں باطمینان تشریف فرما رہتے۔ غالباً یہ روزانہ کی نشست مجاہدہ کے طور پر کی جاتی تھی۔

حضرت چچا میاں رحمۃ اللہ علیہ کے وصال کے بعد آپ کو وہ تمامی خدمات سپرد ہوئیں جن کو حضرت چچا میاں انجام دیا کرتے تھے۔ آپ نے نہایت حسن وخوبی کے ساتھ ان سب کو انجام دیا۔ آپ اپنی جملہ صفات میں حضرت چچا میاں کے عکس و پرتو تھے۔ اپنے وصال سے ایک سال قبل اکثر آپ دوران تقریر میں فرماتے تھے کہ میں نے اپنے معینہ وقت سے زائد تقریر کی لیکن خیر ممکن ہے کہ پھر یہ موقع نہ ملے چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ ۶۴ھ کے شروع میں آپ کا مزاج ناساز ہوا اور چھ ماہ ورم جگر و یرقان میں مبتلا رہ کر ۲۸؍شعبان ۶۴ھ بروز چہار شنبہ کو ٹھیک غروب آفتاب کے وقت یہ آفتاب علم و معرفت اس عالم فانی سے ہمیشہ کے لیے وداع ہو کر اپنے منعم حقیقی سے واصل ہو گیا۔

دوسرے دن ۲۹؍شعبان کو حضرت قبلۂ عالم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پائیں میں بیرون گنبد شریف تدفین ہوئی۔ وصال کے دن صبح کے وقت آپ نے مسواک کی، وضو کیا، سرمہ لگایا اور دوا وغذا بالکل ترک فرمادی لیکن جب حضرت صاحب قبلہ کوئی چیز کھلاتے تو ضرور کھالیتے ورنہ نہیں۔

بعد وصال جب آپ کو غسل دیا جارہا تھا تو حضرت صاحب قبلہ نے آپ کی

جانب دیکھ کر ارشاد فرمایا۔

ہرگز نمیرد آنکہ دلش زندہ شد بہ عشق

ثبت است برجریدۂ عالم دوام ما

کاشانۂ اقدس سے مزار اقدس تک جنازہ کے ہمراہ حسب الحکم حضرت صاحب قبلہ قوالوں نے بلامزامیر حضرت سعدی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی وہ غزل پڑھی جس کا مطلع یہ ہے

سروسیما بصحرا می روی

نیک بدعہدی کہ بے مامیروی

جنازہ کے ہمراہ ایک کثیر مجمع خلائق تھا۔ تمامی اہل قصبہ بے حد مغموم ورنجیدہ تھے۔ نماز جنازہ حضرت صاحب قبلہ نے پڑھائی۔

قطعہ تاریخ وصال از مولوی مصطفیٰ خاں مرحوم

افسوس اب نہیں ہے وہ اختصاص ہم میں — تھی جس کے دم سے تازہ ہردم بہار اخلاص

ہمدرد نوع انساں غمخوار اہل عالم — اخلاص کا تھا پتلا وہ جاں نثار اخلاص

تقدیس واتقا میں مودودیت کا جلوہ — آلام وابتلا میں شان وقار اخلاص

جن کو نہیں مدینے جانے کی استطاعت — آئیں کریں زیارت یہ ہے مزار اخلاص

تھا یادگار اخلاص وہ اپنے ہر عمل میں — سال وصال بھی ہے تھا یادگار اخلاص

۱۳۶۴ھ

آپ کی شادی حضرت سید سراج الحسن صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی بڑی صاحبزادی کے ساتھ ہوئی تھی اولادیں متعدد ہوئیں لیکن سوائے دو صاحبزادیوں کے باقی سب نے صغرسنی ہی میں وصال فرمایا۔

آپ کی بڑی صاحبزادی کا عقد مولوی سید عبدالجبار صاحب کے ساتھ ہوا جو بفضلہٖ تعالیٰ حیات ہیں اور چھوٹی صاحبزادی کا عقد سیدی محمد اکبر میاں صاحب کے

ساتھ ہوا۔ آپ سے ایک صاحبزادے سید محمد اختر میاں سلمہٗ پیدا ہوئے۔ صاحبزادی صاحبہ کا وصال ۱۳۶۹ھ میں ہو گیا۔ اللہ تعالیٰ اختر میاں سلمہٗ کو صاحب عمر و علم کرے کہ حضرت منجھلے میاں رحمۃ اللہ علیہ کی ایک نشانی ہیں۔

ذکر حضرت سیدنا و مولانا الحاج سید اعزاز حسین صاحب رحمۃ اللہ علیہ

آپ حضرت سیدنا اخلاص حسین صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے چھوٹے صاحبزادے اور میرے حضرت صاحب قبلہ کے حقیقی بھانجے اور حضرت قبلۂ عالم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نواسے تھے۔ عربی میں قریب بہ فراغ تھا۔ فارسی کی اچھی قابلیت رکھتے تھے۔ حضرت صاحب قبلہ سے شرف بیعت حاصل تھے۔ حضرت شیخ سے تعلق درجہ عشق کو پہنچ گیا تھا۔ ہمہ وقت جذبات عشق سے کیف رہا کرتے تھے۔ حضرت شیخ کی راحت رسانی کی خدمات کو اپنا نصب العین بنا کر نہ صرف اپنی ذات بلکہ اپنے اہل و عیال کو وقف فرما کر بیعت صحیحہ کی عملی تفسیر فرمائی تھی۔ ہر حال میں اور ہر وقت خوشنودی حضرت شیخ کے جویاں رہا کرتے تھے۔ بدیں وجہ آپ کے حالات بہت دقیع ہیں۔

آستانہ عالیہ پر آپ نے بہت ہی اہم خدمات انجام دی ہیں۔ تمام عمارات آستانہ مثل باروچی خانہ خانقاہ شریف صدر دروازہ وغیرہ آپ ہی کی شب و روز کی مصروفیت و نگرانی میں تیار ہوئیں۔ آپ کی تمامی خدمات بارگاہ پیران عظام میں مقبول ہوئیں۔ اور آپ حضرت شیخ کی معیت میں زیارت حرمین شریفین سے سرفراز ہوئے جس کی مقبولیت میں کوئی شبہ ہی نہیں ہو سکتا۔

آپ نہایت ذہین وطباع تھے۔ معاملہ فہمی و مردم شناسی میں ملکہ حاصل تھا۔ اپنے احباب کے بے حد ہمدرد و غمگسار تھے اور ان کا بڑا خیال فرمایا کرتے تھے۔ حضرت منجھلے میاں رحمۃ اللہ علیہ کے وصال کے بعد آپ کو وہ تمامی خدمات تفویض ہوئیں جنہیں حضرت منجھلے میاں رحمۃ اللہ علیہ اعراس مبارکہ پر انجام دیا کرتے تھے۔

آپ نے ان خدما کونہایت حسن وخوبی کے ساتھ انجام دیا۔ انتظامی امور میں خاص درک حاصل تھا۔

آپ کا پہلا عقد حضرت سید اسرار حسین صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی صاحبزادی صاحبہ سے ہوا جن سے صاحبزادے سید محمد اکبر سلمہٗ اللہ تعالیٰ پیدا ہوئے لیکن آپ کی پیدائش کے چھ ماہ بعد ان مخدومہ نے وصال فرمایا اور صاحبزادے صاحب موصوف کی پرورش حضرت پیرانی صاحبہ معظّمہ مدظلہا نے فرمائی۔

آپ کا دوسرا عقد بھی حضرت سید اسرار حسین صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی سب سے چھوٹی صاحبزادی صاحبہ سے ہوا ان سے متعدد اولادیں ہوئیں جن میں ایک صاحبزادے اور ایک صاحبزادی بفضلہٖ حیات ہیں۔ صاحبزادے سید محمد اصغر سلمہٗ اللہ تعالیٰ آج کل تحصیل علم میں مشغول ہیں۔ صاحبزادی صاحبہ کا عقد محترمی صاحبزادے مولوی سید عبدالولی صاحب کے ساتھ ہوا۔

صاحبزادہ سید محمد اکبر میاں کی پہلی شادی حضرت منجھلے میاں رحمۃ اللہ علیہ کی صاحبزادی صاحبہ کے ساتھ ہوئی۔ ان کے وصال کے بعد آپ کی دوسری شادی حضرت مولانا غلام جیلانی صاحب صدر مدرس مدرسہ عربیہ میرٹھ کی بڑی صاحبزادی صاحبہ سے ہوئی۔ ان سے ایک صاحبزادی اور دو صاحبزادے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کو صاحب عمر واقبال کرے۔ صاحبزادہ سید محمد اصغر میاں کی شادی حضرت مولانا غلام جیلانی صاحب کی چھوٹی صاحبزادی صاحبہ سے ہوئی۔ آپ کے ایک صاحبزادی ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کو صاحب عمر کرے۔

حضرت مخدومی سید اعزاز میاں رحمۃ اللہ علیہ نے دو ماہ بعارضہ استسقا قلبی بیمار رہ کر ۲ ؍ جمادی الاخریٰ ۱۳۷۰ھ روز اتوار تین بجے دن کو وصال فرمایا۔

حضرت قبلۂ عالم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پائیں میں بیرونِ گنبد شریف دفن ہوئے۔ آپ کے وصال کے بعد آپ کی جملہ خدمات صاحبزادے سید محمد اکبر میاں کو تفویض

ہوئیں جنہیں موصوف نہایت حسن قابلیت سے انجام دے رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ موصوف کو ہمیشہ شادو آباد رکھے۔ آمین۔

بفضلہٖ تعالیٰ میرے تمامی پیرزادگان علم وصلاح اور تقویٰ سے آراستہ ہیں۔ اور یہ مثل صادق آتی ہے کہ:

این خانہ تمام آفتاب است

الحمدللہ کہ حضرت قبلۂ عالم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اہل بیت کے حالات پورے ہوکر ملفوظ مصابیح القلوب کے دونوں حصے مکمل ہوئے۔ فالحمد لله على ذالك۔

ناظرین کرام کو اس ملفوظ شریف کی تلاوت میں جہاں لطف وانبساط حاصل ہوا تو احقر مؤلف کو دعائے خیر میں یاد رکھیں اور جہاں خطا پائیں تو چشم پوشی فرما کر معاف فرمائیں۔ اللہ تعالیٰ میری اس خدمت کو بطفیل پیران عظام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین قبول فرمائے اور میرے لیے ذریعۂ نجات بنائے۔ آمین بجاه سيد المرسلين صلى الله عليه وسلم۔

هُوَ الصَّمَدُ

تصدیق ونصائح

از

اعلیٰ حضرت عظیم البرکت قبلۂ حاجات وکعبہ مرادات، دستگیر بیکساں پناہ عاصیاں، گوہر درج ولایت، اعلم علماے زمانہ، والا جناب سیدنا ومولانا ومرشدنا الحاج شاہ سید مصباح الحسن صاحب قبلہ مدظلہ العالی متع اللّٰہ المسلمین بطول بقائہ زیب سجادہ آستانہ ملک کاشانہ حضرت قبلۂ عالم خواجہ بیکس نواز رضی اللہ تعالیٰ عنہ

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

نَحۡمَدُ لِلّٰہِ الۡعَلِیِّ الۡعَظِیۡمِ وَنُصَلِّیۡ وَنُسَلِّمُ عَلیٰ رَسُوۡلِہٖ النَّبِیِّ الۡکَرِیۡمِ وَعَلیٰ اٰلِہٖ الطَّیِّبِیۡنَ الطَّاھِرِیۡنَ وَعَلیٰ اَصۡحَابِہٖ الۡعَادِلِیۡنَ الۡمَھۡدِیِّیۡنَ وَعلیٰ اَوۡلِیَاءِ اُمَّتِہٖ الرَّاشِدِیۡنَ الۡمُرۡشِدِیۡنَ۔

جو طلب میں نے کیا اپنی عنایت سے دیا
تیرے قربان میرے ناز اٹھانے والے

۱۳۲۳ھ میں میرے سپرد خدمت آستانہ عالیہ ہوئی اسی وقت سے میری دو تمنائیں تھیں۔ اللہ تعالیٰ کا فضل وعنایت اور پیرانِ عظام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے الطاف کریمانہ کہ پچاس سال گزرنے کے بعد ان تمناؤں کے پورے ہونے کا وقت آ گیا یوں تو سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی رحمت واسعہ کہ ہر تمنائے دلی کو اللہ تعالیٰ پورا فرماتا رہا حتی کہ سفر زیارت وحج مع تین نفر صرف ۳۳ سو روپیہ لے کر شروع ہوا اور واپسی پر تقریباً بارہ ہزار روپیہ خرچ کر چکا تھا اسی طور پر ہر ضرورت اللہ تعالیٰ نے رفع فرمائی مگر دو تمنائیں یعنی تعمیر درگاہ شریف اور اشاعت ملفوظ مبارک کہ ان میں

بہت دیر لگی اور باوجود کوشش بظاہر کامیاب نہ ہوسکا جس کا مجملاً تذکرہ عزیزی ظہیر السجاد نے کیا ہے۔ میں قریب بہ مایوسی تھا کہ قریب ستر برس عمر ہوچکی تھی مگر غیبی طور پر اللہ تعالیٰ نے اس کا سامان فراہم کردیا اور درگاہ شریف تعمیر ہوگئی۔ ملفوظ شریف کے مصنف اوّل حضرت میر فاروق علی صاحب پھپھوندوی رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔ جو غلامان آستانہ میں اسبق السابقین ہیں۔ انہوں نے ۱۳۰۶ھ میں تالیف کی مگر حضرت قبلۂ عالم کو طباعت منظور نہ ہوئی، لیکن رد بھی نہ فرمایا گیا بلکہ کتب خانہ آستانہ عالیہ میں محفوظ رہا۔ اس کے بعد میرے پیر بھائی معظم منشی دین محمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے چار سال کی محنت شاقہ میں ملفوظ مبارک جمع کیا لیکن انہوں نے اپنے تبصروں میں اتنی طوالت دے دی تھی کہ اس کا طبع کرانا مشکل ہوگیا۔ بعد تعمیر درگاہ شریف مجھے خیال ہوا کہ ان دونوں سابق ملفوظ کو مختصر کیا جائے اور صرف ضروری باتیں لے لی جائیں نیز میرے علم میں جو باتیں ہوں یا میں نے معتبر راویوں سے سنی ہوں وہ بھی جمع کرلی جائیں اور جس طرح ممکن ہو طبع کرادیا جائے۔ میں خود بوجہ کبرسنی اور متعدد امراض بالخصوص ذہول ونسیان کا شکار ہوں لہٰذا جمع وترتیب میرے لیے مشکل تھی اور نہ اتنی فرصت نکال سکتا تھا۔ غور کرنے کے بعد میں اس نتیجہ پر پہنچا کہ بوجہ اپنے علم وفضل وخصوصیات ذات حضرت قبلۂ عالم رضی اللہ تعالیٰ عنہ جناب استاذی حضرت مولانا حکیم مومن سجاد صاحب رحمۃ اللہ علیہ اس کے اہل تھے کہ اس ملفوظ شریف کو جمع فرماتے لہٰذا ان کے پوتے عزیزی ظہیر السجاد کو میں نے مجبور کیا کہ وہ اسے جمع کرنے کو تیار ہوجائیں اور اپنی نگرانی میں ان سے اس کام کو کرایا۔ بحمد اللہ تعالیٰ خدا نے انہیں کامیابی عطا فرمائی اور ضروری حالات تقریباً سب آگئے اور ضروری واقعات بھی اکثر وبیشتر جمع کرلئے گئے۔ اس میں کوئی واقعہ اور حال ایسا نہیں جس کے متعدد راویان عادل سے میں واقف نہ ہوں یا خود نہ جانتا ہوں۔ بہرحال یہ کتاب بحمد اللہ تعالیٰ میرے علم ویقین کے مطابق بلاشک وریب ہے اور کوئی حرف بلاتحقیق وتصدیق محض بربنائے عقیدت نہیں لکھا گیا ہے۔

البتہ میرے حال میں عزیزی موصوف نے جو لکھا ہے وہ ان کی عقیدت ہے ورنہ من آنم کہ من دانم۔ ممکن ہے کہ اللہ تعالیٰ عزیز موصوف کے گمان کو صحیح فرمادے۔

مسکین حسن می گویدت اے وقت عشاق تو خوش
گر من از ایشاں نیستم درکار ایشاں کن مرا

اب میں بموجب حدیث شریف جسے صحیح بخاری اور مسلم شریف میں حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کیا کہ جس مسلمان کے تحت میں کوئی چیز ایسی ہو جس میں ان سے وصیت کرنا چاہئے تو دو راتیں بھی ایسی نہ گزارے کہ اس کی وصیت لکھی ہوئی موجود نہ ہو۔''

حسب ذیل چند ضروری باتیں بطور وصیت اپنے جانشین واعزاز اور متوسلین کے لیے تحریر کرتا ہوں۔

وصایا

سجادگی: اکثر وبیشتر پیران عظام سلسلہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کا طریقہ یہ رہا کہ اپنا جانشین منتخب فرمادیتے اور خلفا کا بھی اظہار فرمادیتے تھے مگر حضرت دادا پیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس بات کو پردۂ راز میں رکھا مگر بعض کنایات واشارات سے اظہار فرمایا۔ ہمارے حضرت قبلۂ عالم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بھی خلفا وجانشین کے لیے محض اشارات فرمائے مگر اب زمانہ منقلب ہے۔ مدعیان کاذب کا دور دورہ ہے۔ فسادی طبائع کو موقع فساد دینا خلاف مصلحت ہے لہٰذا میں مجبور ہوں کہ اس کے متعلق اظہار سے کام لوں۔ میں نے اب تک جنہیں مرتب کیا اور میرے نزدیک ان میں صلاحیت پیدا ہوئی وہ سب میرے سامنے ہی دنیا سے رخصت ہو گئے لیکن اب بحمد اللہ تعالیٰ نور چشم محمد اکبر سلمہٗ جو علم وصلاح کا حامل ہے اور اس قابل ہے کہ خدمت آستانہ پوری کر سکے لہٰذا میرے جانے کے بعد اسی کو خدمت سجادگی تفویض ہونا چاہئے اللہ تعالیٰ

اسے میرے بعد قائم رکھے اور صلاحیت سے آراستہ فرمائے اور فلاح عطا فرمائے۔

مجازیت: انشاء اللہ نور چشم محمد اصغر سلمہ، بھی عنقریب علم سے آراستہ ہو جائے گا۔ اس میں بھی میں صلاحیت پاتا ہوں۔ میں خود رہا تو وقت پر اجازت دے دی جائے گی ورنہ محمد اکبر سلمہ، اجازت دیں گے۔

میرے اعزا اور متوسلین میں بعض ذاتیں ایسی ہیں جن میں میں صلاحیت پاتا ہوں۔ ان کے ذکر کی ضرورت نہیں مجھے موقع ہوا تو میں ورنہ محمد اکبر سلمہ، جسے مناسب سمجھیں اجازت دیں کہ اجرا سلسلہ قائم رکھنا ضروری ہے۔

توکل: حضرت قبلۂ عالم رضی اللہ تعالیٰ عنہ متوکل محض تھے اور جہاں تک ہو سکا میں نے بھی اس کی پابندی کی۔ میرے جانشیں اگر ہمت کر سکیں تو اختیار کریں ورنہ تلاش معاش کی انہیں اجازت ہے بشرطیکہ شرعی حدود کے اندر ہو۔

حمایت مذہب حق

مذہب حقہ اہلسنّت جس کا معیار اس زمانہ میں حضرت مولانا احمد رضا خاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ بریلوی کی تصانیف ہیں۔ یہی مسلک میرے حضرت قبلۂ عالم کا تھا اور یہی مسلک حضرات پیران عظام سلسلہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کا تھا اور اسی کا میں پابند ہوں۔ اس کی حمایت میں کسی مخالفت کی پرواہ نہیں کرنا چاہئے اور پابندی مذہب کے لیے الحب فی اللہ والبغض للہ کا پابند رہنا چاہئے۔ اس سے ہٹنا بدمذہبی ہے جس کی گنجائش نہ میں اپنے جانشینوں کو دیتا ہوں اور نہ متوسلین کو۔

حضرت قبلۂ عالم جب ۱۲۹۳ھ میں پھپھوند تشریف لائے کھلے مخالف روافض پھپھوند تھے اور ان سے علی الاعلان رد وکد رہا۔ لیکن سنی کہلانے والوں میں بھی لوگ ایسے تھے جنہیں وہابیت سے بباطن تعلق تھا اور وہ حضرت کی در پردہ مخالفت کرتے تھے لیکن عام مسلمانانِ پھپھوند کے مقابلہ میں وہ نفی کے برابر تھے اور کبھی ان کی کوئی بات

پیش نہ کی جاسکی اور میدان میں آنے کی کبھی ہمت نہ پڑی۔ تاوفات شریف یہ سلسلہ اسی طرح جاری رہا۔ بعد وفات شریف بھی انہیں کی ذریات اور نام لیواؤں کو مجھ سے اور آستانہ سے پرخاش رہی لیکن کھل کر کچھ نہ کر سکے اب کچھ روز سے انہیں لوگوں کے شمول سے بعض لوگ میدان میں آنے لگے ہیں اور اس کے لیے فرضی میدان پیدا کیے جانے لگے ہیں اور افسوس یہ کہ بعض متوسلین بھی اس میں شامل ہو رہے ہیں۔

میں کھلے طور پر اپنے متوسلین کو یہ بتا دینا چاہتا ہوں کہ اوّل تو اس وقت تک کسی کو پیر نہیں بنانا چاہیے جب تک کہ اس سے پوری محبت اور تعلق قلبی نہ پیدا ہو جائے اور کسی کا مرید ہو جانے کے بعد پیر سے کسی اغراض دنیوی کے ماتحت پیر کا مخالف ہو جانا بڑی محرومی کا باعث ہے۔ کوئی شرعی وجہ اگر ہو اور پیر کو کسی کھلے گناہ یا بدعقیدگی میں ملوث پائے تو یقیناً ہر مسلمان کو اس سے علیٰحدہ ہو جانا چاہیے لیکن بظاہر بلا کسی شرعی وجہ کے پیر کو بظاہر مانتے رہنا اور اس کی دست بوسی وقدمبوسی کرتے رہنا اور بباطن مخالفین کا آلہ کار بننا یہ منافقت ہے جس سے سوائے دینی نقصان کے کوئی فائدہ نہیں ہوسکتا نہ وہ مرید مرید کہلانے کا مستحق ہے۔ خدا کے یہاں سچائی پسند ہے اور وہی مقبول بھی ہے لہٰذا میرے متوسلین کو چاہیے کہ وہ اگر مجھ میں کوئی نقص شرعی پاتے ہیں تو کھلے طور پر علیحدہ ہو جائے ورنہ اپنے معاملات دینی کو خراب نہ کریں اور مثل پیر کے اس کی اولاد واعزا کو بھی اگر ان میں کوئی دین کا نقص نہیں ہے سمجھتے رہنا چاہیے۔ حضرت قبلۂ عالم کا ارشاد گرامی متعلق ''ادب پیرزادگی'' دیکھو!

سماع: سماع عموماً جو آج کل رائج ہے میرے نزدیک اس میں بہت سے قبائح موجود ہیں اور حضرات پیران عظام ماسبق کے طریقہ سے بہت ہٹا ہوا ہے۔ وہ حضرات سماع بطور عبادت یاد الٰہی میں سنتے تھے اور اب عموماً تماشا و تفریح کے طور پر۔ چونکہ ہمارے پیران عظام کا سماع سننے کا طریقہ تھا اس لیے میں اس کا منکر تو نہیں لیکن آج کل کے شاعروں کی غیر محتاط شاعری اور فلمی گانے یا نوٹنکی کے طرز کا گانا سننے اور مصنوعی تواجد سے ہمیشہ بچتا رہا اور اپنے جانشینوں کو بھی اس سے اجتناب کی ہدایت کرتا ہوں۔ بلکہ اب تو

میں سوائے اپنے یہاں کہ جس پر میرا پورا اختیار ہوتا ہے یا آستانہ عالیہ خیرآباد شریف کہ وہاں بھی مجھے مختار بنادیا گیا ہے۔ سن لیتا ہوں باقی تمام جگہ انہیں قباحتوں کی وجہ سے گانا سننا چھوڑ دیا ہے۔ میرے جانشینوں کو بھی اس کی پابندی کرنا چاہئے۔

مکانات آستانہ:

مکانات آستانہ مع آراضی افتادہ عقب مکان زنانہ جو آستانہ کی ہے میں زبانی وقف کرچکا ہوں جانشینان مابعد کو اس میں سے کسی جز کے فروخت کرنے یا تبدیل کرنے کا حق نہیں۔ البتہ وسطی مکان جو عزیزی عبدالولی سلمہٗ کے نامزد ہے اور نیز عزیزی محمد اکبر، عزیزی محمد اصغر، عزیزی عبدالولی سلمہم کو حق آسائش وسکونت حاصل ہے شکست ریخت بھی حسب ضرورت ہرسہ عزیزان اور ان کے جانشینان مسکونہ مکان میں کراتے رہیں۔

خانقاہ شریف اور باورچی خانہ

ہر دو ہمیشہ آستانہ سے متعلق رہیں گے اور بموقع عرس شریف باورچی خانہ کھانا پکانے اور کھلانے کے کام میں لایا جائے گا اور خانقاہ شریف مہمانوں کے قیام کے لیے سجادہ نشینان مابعد کو ان ہر دو پر ایسا تصرف کرنے کا اختیار نہ ہوگا کہ جس سے یہ مکانات مندرجہ بالا غرض کے لیے استعمال نہ ہوسکیں۔

عرس حضرت قبلۂ عالم

عام دستور یہ ہے کہ سجادہ نشین قریب کے انتقال کے بعد عرس ان کا ہو جاتا ہے اور ماقبل کا عرس فاتحہ رہ جاتا ہے لیکن میں سخت تاکید کرتا ہوں کہ ایسا نہ کیا جائے۔ عرس حضرت قبلۂ عالم ہی کا ہمیشہ قائم رہے۔ میرے لیے انشاء اللہ صرف فاتحہ کفایت کرے گی ورنہ اس کے خلاف مجھے روحی تکلیف ہوگی۔

لنگر شریف

ابتداءً حضرت قبلۂ عالم، حضرت غریب نواز رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا عرس ماہ رجب میں کرتے تھے اور اس میں لنگر بھی ہوتا تھا۔ دونوں وقت مہمانوں کو کھانا کھلایا جاتا تھا لیکن مہمان مخصوص اہل سلسلہ ہوتے تھے۔ نہ عام۔ جب حضرت قبلۂ عالم کا عرس شروع ہوا تب بھی لنگر کی وہی صورت رکھی گئی اور پندرہ بیس برس تک اسی صورت سے لنگر ہوتا رہا مگر اس میں زیادہ حصہ سیٹھ اسماعیل مرحوم ساکن ممبئی کا ہوتا تھا۔ مجمع برابر بلا امتیاز اہل سلسلہ وغیر سلسلہ بڑھتا رہا اور اسمٰعیل بھائی کے بعد مجھے اس میں پریشانیاں اور زیر باری ہوئی۔ مجبوراً صبح کو صرف ناشتہ اور شام کو لنگر رکھا گیا تجربہ بتاتا ہے کہ کھانے والوں میں اہل سلسلہ کم اور تماشائی زیادہ ہوتے ہیں جنہیں اس سے بحث نہیں ہوتی کہ اگر آستانہ سے لنگر کھائیں تو اس میں کچھ شامل بھی ہوں۔ آستانہ متوکل محض ہے جس کے لیے کوئی جائداد یا معین رقم مقرر نہیں ہے چند سال سے میں نے یہ طریقہ اختیار کرلیا ہے کہ ایام عرس سے قبل یعنی ۱۵ر جمادی الاخریٰ تک جو مہمانان عرس آجاتے ہیں ان کے خورد و نوش کے صرف کو بھی عرس کی مد سے نہیں لیتا بلکہ اپنے جیب خاص سے کرتا ہوں اور تین دن ایام عرس میں آنے والے جو نذور خالص مجھے کرتے ہیں اور عرس شریف سے اس کا تعلق نہیں ہوتا میں عرس ہی کی مد میں داخل کر دیتا ہوں۔ خود نہ صرف میں لاتا ہوں اور نہ رکھتا ہوں۔ اس طرح بھی بدقت مصارف پورے ہوتے ہیں۔

میں اپنے مابعد قائم مقاموں کو مشورہ دیتا ہوں کہ وہ مد عرس شریف کی آمدنی کو دیکھتے ہوئے کام کریں اور کسی امید موہوم پر نہ قرض لیں اور نہ ہمت باندھیں کہ میرے تجربہ کے مطابق یہ چیز بہت پریشان کن ثابت ہوتی ہے۔

کمیٹی یا ٹرسٹ

اسی سلسلہ میں ایک بات یہ بھی کہتا ہوں کہ کبھی عرس شریف کے انتظامات کے متعلق کوئی کمیٹی ذی اختیار نہ بنائی جائے۔ میرے زمانہ میں اس کی کوشش ہوئی تھی اور بعض میرے مخصوص پیر بھائیوں ہی نے کی تھی لیکن میں نے اسے منظور نہیں کیا کیوں کہ جن جن آستانوں پر اس قسم کی کمیٹیاں یا ٹرسٹ بن گئے ہیں وہاں چند دن کے بعد پیر زادوں کو درمیان سے ہٹا کر درگاہ شریف اور اس کے معاملات سے انہیں فارغ البال کر دیا گیا۔

میرے نزدیک اگر بالفرض کسی وقت کچھ نہ کیا جا سکے تو صرف پانی پر فاتحہ کر کے تبرکاً اسے پلا دینا بھی عرس ہے اور اس میں کوئی شرم نہ کرنا چاہئے۔

خدمات لنگر وعرس

جو لوگ لنگر یا عرس میں جو خدمات انجام دیتے ہیں وہ اگر اسی طور پر انجام دیں جیسا کہ میرے سامنے انجام دیتے ہیں تو وہ خدمت انہیں کے سپرد رہنا چاہئے ورنہ سجادہ نشین اس میں تبدیلی کر سکتا ہے۔

نصائح برائے جانشین واعزا

میرے اعزا اور جانشینوں کو جو یکے بعد دیگرے ہوتے رہیں وہ روش اختیار کرنا چاہئے جو میری ہے۔ ملفوظ شریف میں حضرت قبلۂ عالم کا یہ ارشاد موجود ہے کہ میں ہر شخص کو اپنا غیر سمجھتا ہوں اور اپنے کو ہر شخص کا عزیز جانتا ہوں۔ میں نے حتی الامکان یہی طریقہ رکھا ہے اور اسی لیے خدا کے فضل سے میرے دل میں کسی سے انتقامی جذبہ نہیں پیدا ہوتا۔ لہٰذا میرے جانشینوں کو بھی حتی الامکان یہی کوشش کرنا

چاہئے۔ملفوظ شریف میں منشی دین محمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا یہ واقعہ بھی ملے گا کہ انہوں نے ایک شخص کی دشمنی کا اظہار بذریعہ تحریر حضرت قبلۂ عالم سے کیا جب وہ حاضر ہوئے تو نہایت ناگواری کے ساتھ ارشاد فرمایا گیا کہ شجرہ واپس کرو میرے مسلک میں دشمنی کے تصور کی گنجائش نہیں۔اسی پر عمل پیرا ہونا چاہئے کہ اسی میں صلاح وفلاح ہے اور ایسی ہر بات سے اجتناب کرنا چاہئے کہ جس سے مخالفت کی تخم ریزی ہو اور انتقامی جذبات اپنے میں پیدا ہونے کا اندیشہ ہو۔توڑنا آسان ہے اور جوڑنا مشکل۔

عام نصائح

(۱) میرے گھر والے اور عام متوسلین کو چاہئے کہ خدا سے اپنا معاملہ صاف رکھیں کہ اسی میں نجات ہے۔اگر تمام دنیا کسی کو ولی کہے لیکن خدا کے نزدیک وہ مقبول نہیں ہے تو وہ ولی نہیں ہوسکتا۔اور تمام دنیا کسی کو بدترین خلائق جانے اور خدا کے نزدیک وہ مقبول ہو تو یقیناً ولی ہے۔لہٰذا میرے اعزا اور متوسلین کو خدا سے ڈرتے رہنا چاہئے اور خدا کی مرضی کو ہر چیز پر مقدم رکھنا چاہئے کہ اسی میں نجات ہے۔

(۲) شرع مطہرہ کی پابندی ظاہر وباطن رکھنا ضروری ہے۔حتی الامکان عمداً گناہ سے بچتا رہے اور شامت عمل سے کوئی گناہ سرزد ہوجائے تو فوراً تائب ہونا چاہئے اور ظاہر گناہ کی توبہ ظاہر میں کرنا چاہئے۔

(۳) عبادت خداوندی اور مجاہدات نفس جو کچھ کرے وہ کسی اجر وثواب سے مستغنی ہوکر صرف رضائے خدا اور رسول عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لیے کرے اور اس پر جو کچھ بھی نزول رحمت ہو اسے خدا کا فضل اور رحمۃ اللعالمین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی رحمت سمجھے ورنہ ہم کیا ہماری طاعت کیا۔

تو بندگی چوں گدایاں بشرط مزد مکن
کہ خواجہ خود روش بندہ پروری داند

میرے جانشین اور متوسلین حضرت قبلۂ عالم کے اس گرامی نامہ کو ملحوظ رکھیں جو نور خاں صاحب ولایتی کے نام ارقام فرمایا گیا ہے۔ جس کی نقل ملفوظ شریف میں موجود ہے۔

(۴) میرے تجربہ میں ایک چیز بہت مفید اور بہتر ثابت ہوئی کہ چوبیس گھنٹہ کے دن اور رات میں ایک وقت اپنے نفس سے محاسبہ کرے اور جتنے افعال سرزد ہوئے ہیں ان میں دیکھے کہ کتنے گناہ ہوئے اور کتنے شریعت مطہرہ کے اندر اور رضائے خداوندی کے لئے۔ اس میں اپنے ہر ہر فعل پر نظر کرے کہ اس کے اعضا، دل وزبان، آنکھ کان، ہاتھ پاؤں وغیرہ سے جو افعال ہوئے ہیں ان میں شریعت مطہرہ کے خلاف تو کوئی فعل سرزد نہیں ہوا۔ جو افعال رضائے خداوندی کے خلاف ہوں ان سے فوراً تائب ہو اور آئندہ کو محتاط بنے اس طور پر بہت جلد انشاء اللہ خود اصلاح ہو جائے گی۔

سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ طریقہ سیدنا عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو تعلیم فرمایا تھا اور اس کے نتیجہ میں عدل عمری ضرب المثل ہو گیا۔

دوسرا اس کا بڑا فائدہ یہ بھی ہے کہ انشاء اللہ میدان حشر میں محاسبہ نفس کرنے والے کا حساب بہت آسان ہو جائے گا۔

اوراد وظائف

میرے قائم مقام اور متوسلین کو چاہئے کہ وہ حضرات پیران عظام سلسلے کے ملفوظات دیکھتے رہیں اور اگر اس میں کوئی ورد وظیفہ ملے اور اسے کرنے کو دل چاہے تو اس کے کرنے کی انہیں اجازت دی جاتی ہے۔ باقی میرے یہاں کے جو مخصوص اوراد ہیں وہ میرے جانشین اور مخصوص متوسلین کو معلوم ہیں وہ خود بھی کرتے رہیں اور اہل سلسلہ کو بھی بتائیں۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

روداد

جلسہ دستار بندی حضرت صاحبزادہ

والاشان سید **محمد اکبر** صاحب

سلمہٗ اللہ تعالیٰ زید مدارجہ

مسمّٰی باسم تاریخی

۱۳۷۶ھ

مرتبہٗ

احقر العباد ظہیر السجّاد عفی عنہ

پھپھوند شریف، ضلع اٹاوہ

هُوَ الصَّمَدُ

الحمد للّٰه رب العٰلمین والصّلوٰۃ والسَّلام علیٰ سید المرسلین واٰلِہٖ الطاہرین واصحابہ المکرمین واولیاء امتہ وعلماء ملّتہ اجمعین۔

احقر العباد ظہیر السجاد مؤلف رسالہ ہٰذا ناظرین کرام کی خدمت میں عرض پرداز ہے کہ ۱۳۷۶ھ وہ مبارک ومسعود سن ہے جو ہر وابستہ آستانہ عالیہ کے لیے عموماً اور میرے حضرت مرشدی ومولائی مدظلہ العالی کے لیے خصوصاً ہزار ہا مسرت وشادمانی لے کر آیا کیوں کہ میرے حضرت قبلۂ عالم دامت برکاتہم کو ایک زمانہ دراز کے بعد اس قسم کی حقیقی خوشی ومسرت کا موقع ملا۔

میرے حضرت مرشدی ومولائی مدظلہ العالی کے تین نکاح ہوئے جن سے دس گیارہ اولادیں ہوئیں لیکن سن رشد کو صرف صاحبزادے حضرت سید عبدالاعلیٰ میاں رحمۃ اللہ علیہ پہنچے لیکن دوران تعلیم میں بعمر ۱۸ سال وصال فرمایا۔ موجودہ حضرت مخدومہ پیرانی صاحبہ مدظلہا سے سیدہ محمدی بیگم صاحبہ رحمۃ اللہ علیہا سن رشد کو پہنچیں لیکن قبل شادی انتقال فرمایا۔

حضرت مولانا سید اخلاص حسین صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی اولاد میں حافظ سید انفاس حسین صاحب رحمۃ اللہ علیہ تعالیٰ علیہ کا جوان العمری اور دوران تعلیم میں وصال ہوا۔

حضرت مولانا سید اختصاص حسین صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فراغ حاصل فرمایا لیکن دستار بندی کی نوبت نہیں آئی اور وصال فرمایا۔

حضرت مولانا سید اعزاز حسین صاحب رحمۃ اللہ علیہ قریب بفراغ ہوئے اور انہوں نے بھی وصال فرمایا۔ ہر سہ صاحبزادگان والاشان میرے حضرت صاحب قبلہ مدظلہ العالی کے حقیقی بھانجے تھے جن کی تمام تر تعلیم وتربیت اور سرپرستی حضرت صاحب

قبلہ نے فرمائی تھی۔ ان تمام صدمات کا جو اثر حضرت صاحب قبلہ پر ہوا ہوگا اس کا اندازہ خود ناظرین لگا سکتے ہیں۔

حضرت مولانا سید اعزاز حسین صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے دو صاحبزادے سید محمد اکبر میاں، اور سید محمد اصغر میاں سلمہٗ اللہ تعالیٰ ہیں۔

صاحبزادہ سید محمد اکبر صاحب کی ابتدائی تعلیم گھر پر ہونے کے بعد حضرت صاحب قبلہ نے ان کو حضرت مولانا رفاقت حسین صاحب، مفتی اعظم کانپور وصدر مدرس مدرسہ احسن المدارس قدیم کانپور کی خدمات میں بغرض تعلیم بھیجا۔

تقریباً تین سال بعد شوال ۱۳۷۵ھ میں حضرت مفتی صاحب قبلہ نے صاحبزادے اصغر میاں سلمہٗ اللہ علیہ سے فرمایا کہ انشاء اللہ اس سال محمد میاں کتب درسیہ سے فراغ حاصل کرلیں گے لہٰذا ان کی دستار بندی کے سلسلہ میں ایک جلسہ کانپور میں ہو جائے تو بہت اچھا ہے جس کے اخراجات آپ کے اہل سلسلہ برداشت کریں کیوں کہ مدرسہ میں نہ اتنی آمدنی ہے اور نہ اتنی استطاعت صاحبزادے موصوف کے ذریعہ میرے حضرت صاحب قبلہ مدظلہ العالی کو یہ خبر مسرت انگیز معلوم ہو کر جس قدر بے پایاں خوشی وشادمانی ہوئی اس کا اظہار الفاظ میں کسی طرح نہیں کیا جا سکتا۔ حضرت صاحب قبلہ کانپور تشریف لے گئے اور حضرت مفتی صاحب سے گفتگو ہونے کے بعد ارشاد فرمایا کہ آپ جلسہ ضرور کیجئے اور جن جن علمائے کرام کو آپ مدعو کرنا چاہیں مصارف سے بے پروا ہو کر مدعو کریں لیکن جلسہ بجائے کانپور کے پھپھوند میں میرے حضرت قبلۂ عالم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عرس شریف کے موقع پر ہوتا کہ میرے تمام احباب سلسلہ زیادہ سے زیادہ اس مسرت میں شامل ہوسکیں ورنہ کانپور میں نہ اس تعداد میں لوگ شامل ہوسکتے ہیں اور جو شامل بھی ہوں تو ان کے قیام وغیرہ میں بڑی دشواری ہوگی۔ اس موقع پر حضرت مفتی صاحب نے اس کا اظہار کیا کہ محمد میاں کے تین ساتھی اور ہیں جن کی دستار بندی بھی انہیں کے ہمراہ ہوگی۔ حضرت نے فرمایا کہ بڑی خوشی

سے ان کی بھی دستار بندی کیجئے اور ان کے مصارف بھی میں کروں گا۔ حضرت مفتی صاحب نے اس کو قبول فرمالیا اور یہ طے پایا کہ جلسۂ دستار بندی ۱۸؍جمادی الاخری کو بموقع عرس شریف حضرت قبلۂ عالم رضی اللہ تعالیٰ عنہ پھپھوند میں ہو۔ حضرت مفتی صاحب نے حسب ذیل علمائے کرام کے اسمائے گرامی شرکت جلسہ کے لیے پیش کیے۔ محدث اعظم ہند حضرت مولانا سید محمد صاحب قبلہ کچھوچھوی۔ حضرت مفتی اعظم مولانا مصطفےٰ رضا خان صاحب بریلوی، مولانا مشتاق احمد صاحب نظامی الٰہ آباد، مولانا محمد عمر صاحب لکھنؤ، مولانا غلام جیلانی صاحب میرٹھ، مولانا قاضی احسان الحق صاحب بہرائچ، مولانا رجب علی صاحب نانپاروی، حضرت صاحب قبلہ نے حضرت مولانا شاہ عبدالقدیر صاحب بدایوں، و مولانا خواجہ غلام نظام الدین صاحب بدایوں کے اسمائے گرامی کا اور اضافہ فرمایا۔

حضرت صاحب قبلہ نے جلسہ کے دعوتی کارڈ نہایت خوشنما طبع کرا کر علمائے کرام نیز تمامی احباب کو ارسال فرمائے۔ حضرت مولانا شاہ عبدالقدیر صاحب قبلہ کے لیے حضرت صاحب قبلہ خود بدایوں تشریف لے گئے۔ حضرت مولانا نے انتہائی مسرت کے ساتھ باوجود ناسازی مزاج کے شرکت کا وعدہ فرمایا۔

۱۷؍جمادی الاخریٰ کو حضرت محدث صاحب و مولانا محمد عمر صاحب کے علاوہ تمامی علمائے کرام تشریف لے آئے۔ چونکہ حضرت مولانا شاہ عبدالقدیر صاحب قبلہ کا مزاج ناساز تھا۔ اس لیے آپ بدایوں سے آگرہ تک بذریعہ ریل فرسٹ کلاس میں تشریف لائے اور آگرہ سے پھپھوند تک مخصوص کار میں جس کا انتظام پہلے سے میرے حضرت صاحب قبلہ نے کر دیا تھا۔ آپ کے پھپھوند تشریف لانے پر نہایت عظیم الشان استقبال کیا گیا اسی روز شام کے وقت حضرت مفتی اعظم صاحب تشریف لائے۔ آپ کا بھی استقبال نہایت عظیم الشان طور پر ہوا۔ ۱۸؍جمادی الاخریٰ ۷۶ھ مطابق ۲۰؍جنوری ۱۹۵۷ء کو بعد نماز فجر جلسہ گاہ کو نہایت زیب و زینت کے ساتھ

آراستہ کردیا گیا۔ خانقاہ شریف کے سامنے بانسوں کی سہ دری بنائی گئی جسے پھول پتی سے سجایا گیا۔ اور اندرون سہ دری تخت بچھا کراس پر قالین ومسند لگا کر نہایت شاندار منبر بنایا گیا اس کے سامنے حاضرین کے لیے فرش بچھا دئے گئے۔ آرائش وزیبائش حسن آراستگی کا ایک نمونہ ومثال تھی۔ تمام احاطہ درگاہ شریف میں عجیب رونق اور چہل پہل نظر آرہی تھی۔ درودیوار سے خوشی ومسرت کا اظہار ہورہا تھا۔

یہ آرائش وزیبائش میرے بعض مخصوص پیر برادران مثل منشی عبدالمالک صاحب، سفیر خاں صاحب، رحیم بخش خاں صاحب، کریم الحسن خانصاحب، منشی چھوٹے علی صاحب حافظ عبداللطیف صاحب، ملا نور حسن صاحب، ضیاء السجاد صاحب صوفی ولی اللہ صاحب، ریاض السجاد صاحب، وخضر محمد خاں صاحب وغیرہم نے مع مخصوص بیرونی احباب کے زیر نگرانی محترمی صاحب زادے سید عبدالولی صاحب، وصاحب زادے مولوی سید محمد اصغر صاحب کی تھی۔

چونکہ آغاز جلسہ ۷ ربجے سے ہونے والا تھا جس کا اعلان بذریعہ لاؤڈ اسپیکر ہو چکا تھا۔ لہٰذا ۶ ربجے سے ہی لوگ جلسہ گاہ ٘یں آنا شروع ہو گئے۔ مسلم شرکاے جلسہ کو اخی محترم جناب ڈاکٹر عین النعیم صاحب اٹاوی اور جناب عثمان احمد خانصاحب ممبر دار ممبر ٹاؤن ایریا قرینہ اور ترتیب کے ساتھ بٹھا رہے تھے اور غیر مسلم شرکا کو جناب لالہ بسنت لال صاحب چیرمین ٹاؤن ایریا ورئیس قصبہ اور جناب رستم سنگھ صاحب خوش آمدید کہہ رہے تھے۔ ابھی علماے کرام نہیں تشریف لائے تھے۔ لیکن تمام جلسہ گاہ حاضرین سے پر ہو چکا تھا۔

آج تمام علماے کرام نے صبح کی چائے حضرت مولانا شاہ عبدالقدیر صاحب بدایونی کے نشستگاہ پر پی اور ابھی یہیں سب حضرات تشریف فرما تھے (حضرت مولانا کا قیام احاطہ درگاہ شریف کے اندر ایک مکان میں تھا) جب جلسہ کا وقت قریب آیا تو میرے حضرت مرشدی ومولائی مدظلہ العالی تمام علماے کرام کو جلسۂ گاہ میں لائے۔

حاضرین نے بڑے جوش وخروش سے نعرہ ہائے تکبیر نعرہ ہائے رسالت کے ساتھ خوش آمدید کہا اب آخر میں حضرت والا منزلت صاحبزادۂ والا تبار جناب حافظ سید بشیر الدین صاحب۔ متولی آستانہ عالم پناہ سرکار حافظیہ خیرآباد شریف تشریف لائے۔ حاضرین نے فرط عقیدت سے ایستادہ ہوکر نعرہ ہائے تکبیر کے ساتھ استقبال کیا۔

اب جلسہ شروع ہونے والا تھا تمام علمائے کرام تشریف لا چکے تھے اور مجمع کا یہ عالم تھا کہ علاوہ جلسہ گاہ کے تمام خانقاہ شریف وتمام صحن مسجد گویا پورا احاطہ درگاہ شریف پر ہو چکا تھا اور جو شخص جہاں جس ہیئت سے بیٹھ گیا تھا آخر تک اسی ہیئت سے بیٹھا رہا۔ جنبش نہ کرسکا۔ بیرون احاطہ درگاہ شریف سڑک پر بھی سینکڑوں لوگ کھڑے ہوئے تھے۔

ٹھیک ۷؍ بجے تین ضرب گولوں سے آغاز جلسہ کا اعلان ہوا۔ تلاوت کلام پاک کے بعد میرے حضرت صاحب قبلہ مدظلہ العالی نے تمام علمائے کرام کا تعارف کرایا اور ارشاد فرمایا کہ آج ان معظم علمائے حق کا اجتماع آپ کے سامنے ہے۔ جن کے چہروں کی طرف دیکھنا داخل عبادت ہے۔ (حدیث شریف النظر الی وجہ العالم عبادۃ کی جانب اشارہ ہے۔ (مؤلف) بعدہٗ جلسۂ کی صدارت کے واسطے حضرت مولانا شاہ عبدالقدیر صاحب بدایونی کا نام نامی اس مختصر تقریر کے ساتھ پیش فرمایا۔

حضرات! اس قصبہ پھپھوند میں مسلمانوں کو جس ذات اقدس کی وجہ سے علم ومذہب سے ذوق وشوق پیدا ہوا وہ میرے حضرت قبلۂ عالم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ذات اقدس تھی۔ چونکہ میرے حضرت قبلۂ عالم نے تمام تر فیض علم حضرت تاج الفحول مولانا شاہ عبدالقادر صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے حاصل فرمایا جو کہ حضرت مولانا شاہ عبدالقدیر صاحب کے والد ماجد تھے پس۔ میں نے اسی لحاظ سے حضرت مولانا کا نام نامی پیش کیا ہے چنانچہ اس تحریک صدارت کی تائید حضرت مفتی اعظم ہند نیز تمام علمائے کرام نے متفقہ طور پر فرمائی۔ اب صاحب صدر صدر نشیں پر جلوہ افروز ہوئے۔ آپ کے دائیں جانب حضرت مفتی اعظم ہند مولانا مصطفیٰ رضا خاں صاحب قادری بریلوی

خلف و جانشین حضرت امام العلماء مولانا احمد رضا خانصاحب بریلوی رحمۃ اللہ علیہ وحضرت مولانا قاضی احسان الحق صاحب نعیمی بہرائچی وحضرت مفتی اعظم کانپور مولانا رفاقت حسین صاحب تلمیذ رشید حضرت صدر الشریعہ مولانا امجد علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ وحضرت مولانا غلام جیلانی صاحب میرٹھی تلمیذ حضرت مولانا صدر الشریعہ رحمۃ اللہ علیہ وحضرت مولانا مشتاق احمد صاحب نظامی الہ آبادی ایڈیٹر پاسبان وحضرت مولانا رجب علی صاحب قادری نانپاروی علی الترتیب رونق افروز ہوئے۔ اور دوسری جانب حضرت صاحبزادہ صاحب ومعزز اہل علم حضرات۔

اب میرے حضرت صاحب قبلہ مدظلہ العالی نے چند مختصر اور جامع الفاظ میں حضرت مفتی اعظم کانپور کی اس توجہ پر جو انہوں نے حضرت صاحبزادے سید محمد اکبر صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ پر فرمائی تھی۔ تحسین وآفریں فرمانے کے بعد ارشاد فرمایا کہ اگرچہ مفتی صاحب فارغ التحصیل اور متبحر عالم ہیں لیکن مجھے یہ معلوم ہوا ہے کہ مفتی صاحب کی دستار بندی ابھی تک نہیں ہوئی ہے۔ لہٰذا میں ضروری اور مناسب سمجھتا ہوں کہ اس موقع پر حضرت مفتی صاحب کی بھی دستار بندی کردی جائے اور چونکہ مفتی صاحب کے استاذ حضرت صدر الشریعہ میرے استاذ بھائی اور بے تکلف دوست تھے اور اسی رشتہ کی بنا پر مفتی صاحب مجھے چچا کہتے ہیں لہٰذا اسی لحاظ سے میں ان کا یہ حق اپنے اوپر سمجھتا ہوں کہ میں خود ان کی دستار بندی کروں۔ اس کے بعد حضرت مفتی صاحب کو اپنے قریب بلا کر عمامہ اور عبا اپنے دست مبارک سے پہنا کر چند دعائیہ الفاظ فرمائے۔ بعد ازاں حضرت صاحب قبلہ نے صاحبزادے عالی قدر سید محمد اکبر صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ کی دستار بندی کے لیے حضرت صاحب صدر سے تحریک فرمائی چنانچہ حضرت قبلۂ عالم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی دستار مقدس کے دو تین پیچ صاحب صدر نے اور ایک ایک پیچ تمام علمائے کرام نے باندھا۔ اس کے بعد حضرت قبلۂ عالم کا عبا شریف جو بہت بوسیدہ تھا اسے کچھ دیر آپ کے سر اقدس پر تبرکاً رکھا گیا۔ حاضرین نے والہانہ

طور پر نعرہائے تکبر بلند کیئے۔

اس وقت ہر وابستہ آستانہ عالیہ کو کس قدر بے پایاں مسرت وانبساط تھا اس کو الفاظ میں بیان کرنا بہت مشکل ہے اب اس کے بعد مولوی ظل حسن صاحب نواسہ حضرت محدث اعظم ہند صاحب کچھوچھوی ومولوی رفعت اللہ صاحب ومولوی ظہور احمد صاحب، عزیز قریب حضرت مفتی اعظم صاحب کانپور طلبائے احسن المدارس قدیم کانپور کی دستار بندی ہوئی اور عمامہ پہنائے گئے۔ چونکہ اسی سال حضرت مفتی اعظم کانپور کے صاجزادہ حافظ محمود احمد سلمہ نے حفظ کلام پاک کیا تھا۔لہٰذا صاجزادے صاحب کے دستار حفظ میرے حضرت قبلہ نے باندھی جس کی استدعا حضرت مفتی اعظم کانپور نے کی تھی۔

حضرت مفتی اعظم کانپور وہرسہ مولوی صاحبان کے عمامہ اور عبے میرے حضرت صاحب قبلہ نے اپنی جیب خاص سے تیار کرائے تھے۔ حضرت مفتی صاحب کے عبے پر اصلی سنہرا کام تھا۔اور باقی عبوں پر بھی سنہرا ریشمی کام تھا۔

حضرت صاجزادے صاحب کے لیے عبا ان کے خسر محترم مولانا غلام جیلانی صاحب لائے تھے جو انہوں نے مدینہ اقدس سے منگوایا تھا وہی ان کو پہنایا گیا۔ جب دستار بندی سے فراغ حاصل ہوا تو میرے حضرت صاحب قبلہ نے مفتی اعظم کانپور کو ایک جوڑا کپڑا مع ایک بیش قیمت گرم شیروانی اور مبلغ ایک سو روپیہ نقد کے عنایت فرمایا (نیز میرے پیر بھائی حاجی معین اللہ صاحب اٹاوی نے مبلغ پچاس روپیہ اپنی جانب سے نذر کیئے) اور حافظ محمود احمد سلمہ، کو مع ان کی والدہ کے ایک ایک جوڑا کپڑا مع جوتے وغیرہ کے عنایت کیا۔اس کے بعد صاجزادے صاحب کے استاد اوّل جناب مولوی امیر حسن مرحوم کی اہلیہ کو ایک جوڑا مع جوتے اور مبلغ پانچ روپیہ کے عنایت ہوئے۔

اس پر مسرت موقع پر حضرت صاحب قبلہ نے اپنے اہل خدمت کو بھی نوازا۔ چنانچہ سب سے پہلے اللہ رکھو صاحب حجام خیر آباد شریف بعدہٗ امام الدین صاحب نانپارہ، شبراتی صاحب حجام پھپھوندوی سعید صاحب بہشتی ، حامد صاحب میراثی مع

اہلیہ، خاکروب، دوائی سب کو ایک ایک جوڑا کپڑا اور دو، دو روپیہ نقد عنایت فرمائے۔

جناب برادر مکرم ڈاکٹر اشفاق حسین صاحب قیصری رجسٹرار لنگر شریف اناؤنسر کی خدمات شروع جلسہ سے انجام دے رہے تھے اور کارروائی جلسہ کو برابر لاوڈ اسپیکر سے نشر کر رہے تھے۔ اور سامعین نہایت ساکت وصامت ہمہ تن گوش ہوکر تمام کارروائی کو دیکھ اور سن رہے تھے۔ چونکہ اس موقع پر بعض حضرات نے تہنیتی اشعار بھی کہے تھے لہٰذا ان کو بھی موقع دیا گیا۔ چنانچہ جناب خواجہ غلام نظام الدین صاحب قادری بدایونی ومولانا رجب علی صاحب نانپاروی، صاحبزادہ سید عبدالولی صاحب وصاحبزادے سید اصغر میاں صاحب وڈاکٹر عین النعیم صاحب اٹاوی، حاجی صفی اللہ صاحب اٹاوی، قیصری صاحب، صدر محمد خانصاحب، مطلوب الٰہی صاحب، غلام معین الدین صاحب، اختر حسن صاحب نے اپنے اپنے اشعار کو سنا کر نہ صرف حاضرین کو محظوظ ومسرور کیا بلکہ بعض حضرات نے سامعین سے کافی نقد داد بھی وصول کی۔ (افسوس یہ ہے کہ طوالت کی وجہ سے اشعار درج نہ کیے جا سکے۔ مؤلف) بعض خدام آستانہ نے نہایت عمدہ دیدہ زیب رومال چھپوا کر حاضرین میں تقسیم کیے آخر میں چوکی قوالان آستانہ شریف کو بھی دس روپیہ مبارکباد کے حضرت صاحب قبلہ نے عنایت فرمائے۔

اب حضرت مولانا سید محمد اکبر صاحب کی خدمت میں نذورات پیش ہونا شروع ہوئیں جس میں بہت سے غیر مسلم شرکا جلسہ نے بھی نذورات پیش کیں۔ کل نذر تقریباً چھ سو روپیہ سے زیادہ تھی چونکہ وقت کم اور کام زیادہ تھا لہٰذا میرے حضرت صاحب قبلہ نے تمام علمائے کرام ومعزز مہمانان کی شرکت فرمائی کا شکریہ ادا فرمایا اس کے بعد جلسہ کے ختم کا اعلان ہوا حاضرین کو شیرینی تقسیم کی گئی۔ غیر مسلم شرکا جلسہ کو ذریعہ منگلی پرشاد حلوائی شیرینی ان کے گھروں پر بھیجی گئی اور جلسہ میں پان والا ئچی سے تواضع کی گئی۔ تقریباً تین من بوندی تقسیم ہوئی۔ تقسیم شیرینی عمومی حکیم بدرالعباد صاحب نے کی۔

چونکہ اس پر مسرت موقع پر حضرت صاحب قبلہ نے اہل قصبہ ونیز مہمانان عرس

شریف کی دعوت بھی کی تھی جس کا انتظام حضرت نے اپنے جیب خاص سے فرمایا تھا لہٰذا تقریباً ۱۱ بجے پہلے مہمانوں کو خانقاہ شریف کے سامنے والے میدان میں کھانا کھلایا گیا۔ ایک محفل میں تقریباً تین سو آدمی کھاتے تھے۔ اسی طرح چار بجے شام تک کھلایا گیا۔ چونکہ پکانے اور کھلانے والے کافی تھک چکے تھے اس لیے حضرت صاحب قبلہ نے اہل قصبہ کی دعوت دوسرے دن کی۔ ان دونوں روز کی دعوت میں تقریباً ۳۵ من گندم کی پخت ہوئی۔ دونوں روز برابر قیصری صاحب لاؤڈ اسپیکر سے کھانا کھلانے والوں کو ہدایات دیتے رہے۔

جو حضرات علمائے کرام تشریف لائے تھے ان کی خدمت میں میرے حضرت صاحب قبلہ نے ذریعہ صاحبزادے سید محمد اکبر میاں صاحب نذورات پیش کرائیں۔ لیکن حضرت مفتی اعظم ہند بریلوی نے وہی نذر صاحبزادے صاحب کو بطور نذرانہ عطا فرمادی۔ اس تقریب پر تقریباً دو ہزار روپیہ حضرت صاحب قبلہ نے صرف فرمایا۔ اب یہ مبارک و مسعود تقریب بخیر وخوبی ختم ہوئی۔ فَالْحَمْدُ لِلّٰهِ عَلٰى ذٰلِكَ۔

■❖■

تاریخہائے تالیف وطباعت "ملفوظ مصابیح القلوب"

قطعہ تاریخ طباعت

از جناب مولانا مولوی سید عبد الجبار صاحب
ناطق پھپھوندوی

ہوا ہے طبع یہ ملفوظ قبلۂ عالم
یہ ہے خزینہ اسرار معدن البرکات

چراغ دین ہے یہ شمع بزم ایمانی
ہے حرز جان یہ تعویذ دافع البلیات

بیان شان توکل مثال فقر رسول
ہے شمع راہ تصوف چراغ فی الظلمات

دعائے ناطقؔ خستہ قبول ہو یارب
کہ یہ صحیفہ ہو ہم سب کو موجب برکات

کی فکر میں نے جو تاریخ کی تو ہاتف غیب
پکارا دولتِ دارین مجمع حسنات

۱۳۷۷ھ

قطعہ تاریخ طباعت

از شاہزادہ والاشان حضرت مولانا مولوی سید محمد اکبر صاحب دامت برکاتھم

سید کل خواجہ بیکس نواز ودستگیر
آل پاک مصطفیٰ خیر الرسل خیرالوریٰ
ان کا ملفوظ مبارک طبع ہو، تھی آرزو
بعد مدت کے ہوئی پوری یہ ہے شکر خدا
کوششوں سے اب ظہیر باصفا کے یہ بھی کام
ہوگیا آسان مشکل جسمیں تھی بے انتہا
ہم غلاموں نے کیا طے حال مرشد اس میں ہو
از رہ الطاف کی حضرت نے منظوری عطا
ہے حقیقت پر وہ مبنی اس میں جو تحریر ہے
ہیں یہ حالات شہ دیں صدر بزم اولیا
ماحصل گویا کہ دریا کو کیا کوزے میں بند
اس کے مضمون گوہر ناسفتہ دُر بے بہا
بے بہا شے کی ہو اکبر بے بہار تاریخ بھی
قبلۂ عالم کا یہ ملفوظ ہے۔ آئی ندا

۱۳۸۵ھ
۸
۱۳۷۷ھ

قطعه تاریخ طباعت

از صاحبزادہ گرامی حضرت مولوی سید عبدالولی صاحب

ہے زباں زد اولیا راہست قدرت از الہ
اس میں شک جو بھی کرے مردود ہے مقہور ہے

ہے یہ ملفوظ حضور قبلۂ عالم پناہ
ہر حکایت اس کی بیشک نور سے معمور ہے

اہل بیت قبلۂ عالم کے ہیں حالات بھی
روئیدادِ جلسہ دستار بھی مسطور ہے

ہر حکایت ہے مصدق ہر عبارت ہے صحیح
فقر و فقرہ مایہ تحقیق سے معمور ہے

حال مرشد بھی کیا ہے صدق سے اس میں رقم
گویا یہ تحریر سعی وکوشش مشکور ہے

کور باطن روشنی پائیں گے مردہ دل حیات
اس میں اعجاز مسیحا اور ضیائے نور ہے

یہ ظہیر پاک باطن کی ہے تحریر مبیں
ان کی کوشش کا جسے دیکھو وہی مشکور ہے

اس طباعت سے ہوا ظاہر کمال اولیا
بس یہی مقصود تھا اس کا یہی منشور ہے

میر صاحب جن کا ہے مرہون حال اوّلیں
واقعی ان کا ہر اہل سلسلہ مشکور ہے

بعد ان کے دین محمد جامع ملفوظ تھے
یہ انہیں حالات کا مجموعہ پرنور ہے

یاخدا ان پر نزول رحمت مخصوص ہو
یہ دعا ہر دم ولی عاجز ومجبور ہے

بولا ہاتف مصرع تاریخ بھی بے عیب لکھ
ہے خزینہ نور کا اس میں بیاں نور ہے

۱۴ ۵۹
۸۲
۱۳ ۷۷ھ

قطعہ تاریخ طباعت

از:

صاحبزادہ گرامی مولانا مولوی سید محمد اصغر میاں صاحب اصغر پھپھوندوی

کتاب عشق یہ الفت کے اوراق
بیان معرفت اس میں ہے ملفوظ

گلستان یقیں سے جو سلف نے
چنے تھے گل وہی اس میں ہیں محفوظ

ہے گلدستہ عقیدت کے گلوں کا
یقین کے پھول بھی ہیں اس میں محفوظ

یہ اصغر تم کو سوجھی خوب ترکیب
رکھا تم نے نیا اسلوب ملحوظ

لکھے دو زے برابر جیم الف ایک
برآمد تب ہوئی تاریخ ملفوظ

زز ج ا

۱۳۷۷ھ

تاریخ طبع

از: برادرِ مکرم جناب صدر محمد خاں صاحب صدر

(انسپکٹر میونسپل بورڈ کانپور)

خدا کا شکر ہے شائع ہوئی کتاب شریف
ہے حال خواجہ بیکس نواز کا تحریر

مرے عزیز برادر ظہیر کی کوشش
لگی ٹھکانے ہوئی خاص جب توجہ پیر

بہت سے دیکھے ہیں ملفوظ پر یہ بات کہاں
ہوئی ہے متن تصوف کی کہ گویا اب تفسیر

تقاضا مجھ سے تھا تاریخ کا میں تھا حیراں
کروں میں کونسی ترکیب کیا کروں تدبیر

میں تھا بہت متفکر تو بولا ہاتف غیب
جنابِ صدر لکھو تم، ضیائے نور منیر

۱۳۷۷ھ

تقریظ منظوم و تاریخ طبع

از: عم محترم جناب مولوی حکیم بدر العباد صاحب صدیقی بدر

فرزند برادر نے رُوداد مرتب کی
ملفوظ مبارک بھی اخلاص وعقیدت سے
ترتیب روایت میں تالیف حکایت میں
روشن ہے درایت سے ممنو ہے ثقاہت سے
ہو ختم کلام اللہ چند گھنٹہ میں باتجوید
اور ختم بخاری کا بیشک ہے کرامت سے
''اَسرار کا گنجینہ'' ہر خواب بزرگوں کا
''یہ صادقہ رویا'' ہیں اجزائے نبوت سے
''اعجاز مسیحائی'' اک جنبش چشم ان کی
پیغام شفا کامل ہر درد مصیبت سے
عالم پہ تصرف ہے اصحاب ولایت کو
اللہ کی قدرت سے اللہ کی قدرت سے
نخچیر ہوئے ان کے تیر نظر کے سب
عالم ہے بجاں بستہ فتراک مودت سے
حالات مبارک کے مجموعہ کی کرتے ہیں
اب قصد اشاعت کا خدام محبت سے
اے بدر ہوا کیا خوب یہ مصر تاریخی
گلدستہ مزین ہے اعجاز عقیدت سے

۱۳۷۷ھ

تاریخ تالیف

از: اخی المحترم جناب ڈاکٹر عین النعیم صاحب ضا نعیم اٹاوی

محبوب خاص حضرت محبوب کبریا
صلو علی النبی وعلیٰ کل انبیا

برما درش درد و جگر گوشۂ رسول
نورِ نگاہ شیر خدا فخر اولیا

مقبول بارگاہِ حضور ولی ہند
ذی مرتبہ مقرب سلطان اولیا

بااختیار نائب سرکار اسلمی
رکن رکین مجلس حضرات اولیا

دنیا سے سنیت کی صدارت مسلمہ
اللہ کا کرم تھا کہ اعزاز یہ ملا

حاجی وحافظ عالم دیں سید جلیل
عبدالصمد کہ راضی ہوا جن سے کبریا

بیکس نواز منبع جود وسخا کریم
آیا جو در پہ، گوہر مقصدا سے ملا

ملفوظ پاک طبع ہوکوشش تو تھی بہت
لیکن نہ اذن صاحب ملفوظ کاملا

لخت جگر حضور کے فرزند اجمند
یعنی کریم ابن کریم اس میں شک ہی کیا

مرشد ہمارے صاحب سجادہ شیخ وقت
مجموعۂ صفات و کمالات اصفیا

الحاج قبلہ سید مصباح باوقار
پھیلی ہوئی ہے نور کی ہر چار سوضیا

محبوب جب مچل گئے راضی ہوئے محبؔ
تکمیل وطبع ونشرکا اب اذن دے دیا

حکمت مآب اخی مکرم ظہیر کی
کوشش سے جمع ہوگئے اجزاے کیمیا

ارشاد شیخ قطعہ تاریخ لکھ نعیم
تعمیل حکم فرض تھی سرمیں نے خم کیا

میں بے بضاعتی کا ہوں خود معترف مگر
تھا جن کا کام انہیں نے مکمل کرادیا

کار عظیم تھا سن تالیف اے نعیم
مشکل کشا کے صدقے کہ اسکو بھی حل کیا

مرشد کے پائے ناز کو سر سے لگا کے کہہ
''فیضانِ گہر بار'' کی ہاتف نے دی ندا

۱۳۶۹ھ
۷
۱۳۷۶ھ

تاریخ طبع

سپاس بیحد وحمد زیبا خدائے قدوس را ازاں پس
بخواں صلوٰۃ وسلام برآں نبی کہ سرتا بپاست رحمت
نعیم چوں نسخۂ مقدس بہ زیور طبع شد مزین
''کلید اسرار معرفت ایں'' بگفت ہاتف سن طباعت
۱۳۷۷

تاریخ طباعت

از: اخی المکرّم جناب ڈاکٹر اشفاق حسین صاحب قیصری

تیرہ سو ستتر — در صنعت توشیح — انیس سو ستاون

ت — تنویر عقیدت سے روشن یہ سراسر ہے
ا — اخلاص ومحبت کا مصباح منور ہے
ی — یکتائی و وحدت کی تفسیر مکرم ہے
ن — نورانی اسرار کی تصویر مجسم ہے
ر — روداد ولایت سے معمور ہے یہ واللہ
س — سامان کرامت سے بھرپور ہے یہ واللہ
ہ — ہر نعمت دنیا سے مملو یہ صحیفہ ہے
س — سر کرنے کو عقبیٰ کے بے مثل وسیلہ ہے
س — سرمایہ ہے یہ بیشک دنیا طریقت کا
و — واللہ سراسر ہے گنجینہ شریعت کا
و — والشّمس والقمر کی تابش سے منور ہے
س — سرکار دوعالم کی توقیر کا دفتر ہے
س — سکان بہشتی بھی سب حاضر خدمت ہیں
ت — توفیر محبت میں مشتاق زیارت ہے
ت — تسلیم فرامینِ تکمیل عقیدت ہے
ا — ایمان عقیدت سے تصدیق شفاعت ہے
ت — تصفیہ ایمانی کے اس میں اشارے ہیں
و — واللہ اسی میں سب عقبیٰ کے سہارے ہیں
ر — رویائے معارف کی تعبیر ہے یہ ملفوظ
ن — نظارہ قرآں کی تصویر ہے یہ ملحوظ

۱۳-۷۷

ملفوظ بہر صورت جب قیصری یکتا ہو
تاریخوں کا پھر کیوں نہ انداز نرالا ہو

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ھُوَ الصَّمَدُ

ضمیمہ

ملفوظ مصابیح القلوب

مسمّٰی باسم تاریخ

تتمہ عنایات

۱۳۷۷ھ

مرتبہٗ

بندۂ بارگاہ عالم پناہ صمدیہ

ظہیر السجّاد عفی عنہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

گزارش مؤلف

۱۳۷۷ھ

احقر العباد ظہیر السجاد مؤلف ''ملفوظ مصابیح القلوب'' ناظرین کی خدمت میں عرض پرداز ہے کہ مجھ سے ملفوظ شریف کی جمع وتالیف میں ایک بڑی فروگزاشت ہوئی کہ حضرت قبلۂ عالم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا حلیہ شریف لکھنے سے رہ گیا جونہایت ضروری تھا اس کا احساس حضرت مولانا غلام جیلانی صاحب میرٹھی نبیرہ حضرت مولانا سخاوت حسین صاحب حافظی رحمۃ اللہ علیہ کے توجہ دلانے پر ہوا کہ حضرت مولانا نے میرے حضرت مرشدی ومولائی مدظلہ العالی کی خدمت میں تحریراً عرض کیا کہ حضرت جدامجد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا حلیہ شریف لکھوا کر محفوظ کرادیجئے اور ایک کاپی مجھے بھی بھجوادیجئے۔

حضرت مولانا غلام جیلانی صاحب مدظلہ العالی نے ایک ضروری واہم چیز کی جانب توجہ دلا کر نہ صرف مؤلف بلکہ تمام غلامان سلسلہ کو ممنون احسان فرمایا ہے۔

چونکہ ملفوظ شریف ابھی ۱۷ رجمادی الاخری ۱۳۷۷ھ کو شائع ہوا ہے جسے ابھی ایک ماہ بھی نہیں ہوا۔ لہٰذا میرے حضرت مرشدی ومولائی مدظلہٗ العالی نے ارشاد فرمایا کہ بطور تکملہ حلیہ شریف طبع کرادیا جائے اور جن احباب سلسلہ نے ملفوظ شریف لے لیا ہے ان کو بھیج دیا جائے اور باقی تمام جلدوں میں شامل کردیا جائے۔

ظہیر السجّاد

۱۱ر رجب ۱۳۷۷ھ

حُلیہ مبارک حضور والا جاہ

۱۳۷۷ھ

میرے حضرت مرشدی و مولائی مدظلہ العالی فرماتے ہیں کہ حضرت قبلۂ عالم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا حسب ذیل حلیہ شریف تھا:

سَر اَقدس بڑا اور گول تھا پورے سر پر موئے مبارک تھے منڈواتے یا کترواتے ہوئے نہیں دیکھے گئے۔ کانوں کی لوتک لٹکتے رہتے تھے۔ کنگھا کرنے میں وسط سر پر مانگ نکالی جاتی۔ **پیشانی** اونچی اور روشن تھی۔ **بھویں** ایک دوسرے سے قریب تھیں مگر ایک باریک رگ حد فاصل تھی جو کسی ناگواری کے وقت زیادہ اُبھر جاتی۔ **چشمان مقدس** بڑی تھیں سفیدی اور سیاہی دونوں چمکدار تھیں۔ سفیدی میں باریک سرخ ڈورے تھے جو غور کرنے سے معلوم ہوتے۔ **گوش مبارک** متوسط تھے۔ نہ زیادہ بڑے نہ زیادہ چھوٹے۔ **بینی اقدس** متوسط تھی۔ **رخسار مبارک** بھرے ہوئے تھے اور ان میں سرخی نمایاں تھی۔ **چہرہ اقدس** نہ بالکل گول تھا نہ لانبا۔ **ریش مقدس** بھری ہوئی تھی مگر انبوہ نہیں تھی نہ ایسی تھی کہ کسی جگہ سے جلد نظر آئے۔ **بروت** (مونچھیں) پست رہتیں، چہرہ اقدس بہت بارعب اور منور تھا۔ بوقت خاموشی کسی کو جرأت بات کرنے کی نہ ہوتی ؎

خاموشی پہ اک شوکت شاہانہ جدا تھی   باتوں میں علاج دل دیوانہ جدا تھا

رنگ گندمی مگر کھلتا ہوا۔ **گردن** صراحی دار اور موزوں تھی۔ **بتیسی** برابر جمی ہوئی تھی۔ **دانت** نہ زیادہ چوڑے نہ زیادہ باریک اور ان میں خلا نہیں تھا۔ باوجود کثرت سے پان استعمال فرمانے کے دانت شفاف اور سفید تھے۔ تاوفات شریف نہ کوئی دانت گرا تھا نہ تکلیف ہوئی۔ **آواز** زیادہ بھاری نہیں تھی لیکن بلند تھی اور بڑی سے بڑی مجالس میں قریب و بعید یکساں سنی جاتی۔ باوجودیکہ اس زمانہ میں لاؤڈ اسپیکر ایجاد نہیں ہوا تھا۔ **سینہ مبارک** چوڑا اور پرگوشت تھا اور اس پر معتدل بال تھے۔ **قد مبارک** نہ زیادہ لانبا تھا نہ قصیر۔ **بازو** بھرے ہوئے۔ **کلائی** چوڑی، جسم اقدس دوہرا تھا اور دیکھنے میں ورزشی معلوم ہوتا

تھا مگر ورزش کرتے کبھی نہ دیکھا گیا۔ **قدم مبارک**: پر گوشت تھے اور پنڈلیاں بھری ہوئی تھیں (منشی دین محمد صاحب مرحوم اپنے جمع کردہ ملفوظ میں تحریر فرماتے ہیں کہ حضرت قبلۂ عالم کے قدم شریف کو میں نے نظری طور پر نقش قدم پاک سرکار دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے جو آستانہ شریف پر تبرکات میں محفوظ ہے ملایا تو ایک پایا اس کی تصدیق میرے حضرت مرشدی ومولائی مدظلہ العالی نے بھی فرمائی۔ مؤلف) **رفتار مبارک** اتنی تیز تھی کہ معمولی رفتار میں دوسرے لوگ دوڑ کر چلتے تو ساتھ دے سکتے تھے۔ بیل گاڑی پر بہت کم تشریف رکھتے اکثر ہمراہیوں کو بٹھا دیا جاتا اور خود دس دس کوس تک پیدل ہی تشریف لے جاتے بالخصوص اگر ریل کے سوا دوسری سواریوں پر کہیں جانا ہوتا اور ایک بھی ہمراہی سواری سے رہ جاتا تو پھر حضرت قبلۂ عالم کبھی سواری پر نہ بیٹھتے اور اس کے ساتھ پیدل چلتے ریل پر دوسرے ہمراہیوں کے ساتھ تیسرے درجہ میں سفر ہوتا۔ **شکم اقدس** کا ابھار کچھ کم تھا۔ **پائے اقدس** لانبے نہ تھے متوسط تھے باوجود کبھی ورزش کرتے ہوئے نہ دیکھے جانے کے **قوت** اتنی خداداد تھی کہ کئی من کا بوجھ ایک ہاتھ کی گرفت سے سینہ اقدس تک اٹھا لیتے جسے اچھے پہلوان بھی اٹھانے سے عاجز رہتے۔

نور خان صاحب مرحوم کابلی جن کا ذکر ملفوظ شریف میں موجود ہے ان کا قد چھ فٹ سے زیادہ تھا اور نہایت چوڑا چکلا بدن تھا ان کا بیان تھا کہ حضرت قبلۂ عالم کی غلامی میں داخل ہونے سے قبل میں ڈھائی سیر گوشت کا صبح ناشتہ کیا کرتا تھا۔ اس سے ان کی قوت کا اندازہ کرنا چاہئے۔ انہوں نے بعد وفات شریف حضرت قبلۂ عالم میرے سامنے حضرت چچا میاں رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ وحکیم مومن سجاد صاحب رحمۃ اللہ علیہ وحافظ اخلاق حسین صاحب رحمۃ اللہ علیہ وبعض دیگر حضرات سے بیان کیا کہ میرے ابتدائی زمانہ حاضری میں حضرت قبلۂ عالم ایک مرتبہ اپنے حجرہ شریف میں تنہا تھے میں مسجد میں تھا مجھے آواز دی میں حاضر ہوا۔ حضرت قبلۂ عالم کھڑے ہو گئے اور فرمایا کہ نور خاں ہماری کمر پکڑ کر زمین سے اٹھاؤ۔ مجھے اس گستاخی کی جرأت نہ ہوئی تو حضرت نے ڈانٹ کر فرمایا کہ ہم حکم دیتے ہیں کہ ایسا کرو اور اپنی پوری قوت صرف کرو میں پندرہ بیس منٹ تک زور کرتا رہا اور پسینہ پسینہ

ہو گیا لیکن قدمان مبارک زمین سے جدا نہ کر سکا اس کے بعد حضرت نے فرمایا کہ اب تم مضبوط پیر جمالو اور مجھے پہلی ہی مرتبہ میں مثل پھول کے زمین سے اٹھالیا۔ حضرت قبلۂ عالم کی خوراک میں کوئی امتیاز نہ ہوتا۔ جو چیز پکتی سب کے لیے یکساں پکتی۔ لیکن ماش کی دال اور مرغ کے شوربے کے ساتھ کڑھی بہت مرغوب تھی نیز بیگن کا بھرتہ بے حد پسند تھا۔ حضرت قبلۂ عالم نے فرمایا کہ میں ایک مرتبہ اوائل عمری میں پیدل سفر کر رہا تھا تین روز ہو گئے کچھ کھانے کو نہ ملا۔ میرے پاس صرف ایک پیسہ تھا ایک کھواڑی سے گزرا بیگن لگے ہوئے تھے میں نے کاچھی کو پیسہ دیا اس نے دو بیگن دے دئے۔ میں نے اسی کے الاؤ میں بیگن دبا دئے جب اُبل گئے نکال کر صاف کیے اور بلا نمک مرچ کے کھا لئے ان میں جو مزہ معلوم ہوا وہ آج تک کسی کھانے میں نہ ملا اسی مزے کی تلاش میں میں بیگنوں کا بھرتا کراتا ہوں۔

حضرت مرشدی و مولائی مدظلہ العالی فرماتے ہیں کہ مجھ سے شیخ کلو صاحب مرحوم نے بیان کیا کہ حضرت قبلۂ عالم ایک مرتبہ جھانسی تشریف لے گئے۔ ایک روز حضرت قبلۂ عالم کی خدمت میں ایک غیر مسلم حاضر ہوا (جس نے حضرت کو وہیں جھانسی میں کہیں راستہ میں دیکھا تھا) اور کافی دیر تک بیٹھا رہا جب حاضرین چلے گئے تو اس نے دریافت کیا کہ حضرت کا وطن کہاں ہے حضرت نے فرمایا سہسوان، اس پر اس نے کہا کہ کیا آپ غالب حسین کے لڑکے ہیں حضرت نے فرمایا ہاں! وہ غیر مسلم بہت خوش ہوا اس کے بعد حضرت نے دریافت فرمایا کہ تم نے کیسے پہچانا اس نے کہا میں ایک مرتبہ ٹونک میں تھا اور سید صاحب بھی وہاں تشریف فرما تھے مجھ سے ملاقات ہوگئی تھی اور میرے اوپر بہت کرم فرمایا کرتے تھے اور آج میں نے ان کی شبیہہ کا آپ کو دیکھا لہٰذا میں نے سمجھ لیا کہ آپ ان کے لڑکے ہیں۔ یہ سن کر حضرت قبلۂ عالم بہت مسرور ہوئے پھپھوند واپس آنے پر اس واقعہ کو بیان فرمایا اور فرمایا کہ میرے بعض اعزا بالخصوص میرے بڑے چچا کے لڑکے حافظ سید حسین ولد حاجی سید انوار حسین صاحب رحمۃ اللہ علیہ مجھ سے کہا کرتے تھے کہ تم چچا کے بہت مشابہ ہو مگر مجھے پورا تیقن نہ تھا مگر اس غیر مسلم کے اس طور پر پہچاننے اور بتانے سے یقین کامل ہو گیا۔

■❖■

هُوَ الصَّمَدُ

مزید تازہ بشارت

۱۳۷۷ھ

ناظرین کرام! ملفوظ مصابیح القلوب کی طباعت ۱۴/ جمادی الاخریٰ ۱۳۷۷ھ کو مکمل ہوئی جس پر میرے حضرت مرشدی و مولائی مدظلہ العالی کی تصدیق مع وصایا کے تحریر ہے جس میں حضرت صاحب قبلہ نے اپنے بعد خدمات سجادگی حضرت شہزادۂ والاشان مولانا مولوی سید **محمد اکبر** میاں صاحب کو تفویض فرمائیں حضرت صاحب قبلہ نے اس کو مناسب وضروری خیال فرمایا کہ میں خود اس تصدیق و وصایا کو بموقع عرس شریف حضرت قبلۂ عالم رضی اللہ تعالیٰ عنہ تمامی اہل سلسلہ کے سامنے سنادوں نیز سجادگی کی دستار بندی بھی اپنے ہاتھ سے کردوں تاکہ وابستگان سلسلہ نہ صرف واقف بلکہ شاہد بھی ہوجائیں۔

چنانچہ ۱۷/ جمادی الاخریٰ کو ایک بجے سے آغاز جلسہ کا اعلان بذریعہ لاوڈ اسپیکر کیا گیا۔ ایک بجے تمام احباب سلسلہ مقامی وغیر مقامی حضرت قبلۂ عالم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مزار فائز الانوار کے مواجہہ میں صحن مسجد کے اندر جمع ہوگئے۔ میرے حضرت مرشدی و مولائی مدظلہ العالی مع مخصوص حضرات مثل حضرت صاحبزادہ حافظ سید بشیر الدین صاحب متولی آستانہ عالیہ حافظیہ خیر آباد شریف وحضرت صاحبزادہ سید عبدالوحید صاحب وصاحبزادہ سید محمد سلمان صاحب خیر آباد شریف وحضرت سیدی شاہ اسلام الدین صاحب امام مسجد حضرت سلطان المشائخ رضی اللہ تعالیٰ عنہ وحضرت شاہ قطب الدین صاحب زیب سجادہ آستانہ قادریہ چورہ شریف ضلع کانپور وحضرت الحاج مولانا مفتی رفاقت حسین صاحب وحضرت مولانا مولوی رجب علی صاحب نانپاروی وحکیم اعجاز رسول صاحب خیر آبادی وجناب جمال احمد صاحب منصرم چیف کورٹ لکھنؤ کے صحن مسجد اور بیرون گنبد شریف کی درمیانی جگہ پر تشریف فرما ہوئے۔ میرے

حضرت صاحب قبلہ دامت برکاتہم العالی نے اپنی تصدیق ملفوظ شریف اور وصایا شریف جو ملفوظ شریف میں طبع ہو چکی ہے۔ پڑھ کر سنانے کے بعد ارشاد فرمایا کہ یہ تحریر میری ہی لکھوائی ہوئی ہے اور میں نے اس کو آپ حضرات کے سامنے اس لیے پڑھ کر سنائی تا کہ آپ سب اس کے شاہد رہیں۔ اس کے بعد اہل سلسلہ کو مخاطب فرما کر ارشاد فرمایا کہ یہ سب باتیں ایسی نہیں جنہیں آپ سب سن کر بھول جائیں بلکہ انہیں اپنے دماغوں میں محفوظ رکھئے اور اس پر عمل کرنے کی کوشش کیجئے۔ اس کے بعد حضرت شاہ اسلام الدین صاحب وحضرت شاہ قطب الدین شاہ صاحب سے مخاطب ہو کر ارشاد فرمایا کہ اگر آپ حضرات مجھے اجازت دیں تو میں نور چشمی محمد اکبر سلمہٗ کی سجادگی کی دستار بندی اپنے ہاتھ سے کر دوں۔ جس کے لیے میرے محترم جناب حافظ سید بشیر الدین صاحب صاحبزادہ آستانہ عالیہ خیر آباد شریف نے اصرار فرمایا ہے۔ ان حضرات نے جواباً فرمایا کہ بسم اللہ بہت بہتر ہے چنانچہ حضرت صاحب قبلہ نے سیدی محمد میاں صاحب کو اپنے پاس بلا کر حضرت قبلۂ عالم کی دستار مقدس کو مزار فائز الانوار کے مواجہہ اقدس میں باندھی اور صاحبزادے صاحب کو مخاطب فرما کر ارشاد فرمایا کہ سال گزشتہ تمہاری جو دستار بندی ہوئی تھی وہ ذمہ داریوں کے بوجھ کا ایک پہاڑ تھا جو تمہارے اوپر بتوجہ مولانا رفاقت حسین صاحب رکھا گیا اور آج جو بوجھ میں تمہارے اوپر رکھ رہا ہوں وہ ایسا بوجھ ہے کہ جس کے اٹھانے سے زمین آسمان عاجز رہے۔

حضرت حافظ علیہ الرحمہ فرماتے ہیں ؎

آسماں بار امانت نتوانست کشید
قرعۂ فال بنام من دیوانہ زدند (مؤلف)

اس کا تحمل کرنا اور لاج رکھنا تمہارا کام ہے۔ اللہ تعالیٰ بطفیل پیرانِ عظام تمہیں اس میں کامیاب فرمائے۔ دستار باندھنے میں اور اس ارشاد فرمانے میں حضرت صاحب قبلہ عالم پر ایک عجیب کیفیت کے ساتھ جس کا اظہار چہرۂ اقدس سے ہو رہا تھا جسے میں الفاظ

میں بیان نہیں کرسکتا۔ گریہ طاری تھا اور حضرت صاجزادے صاحب کا سر حضرت کے قدموں پر تھا۔ تمام غلامان سلسلہ و حاضرین جلسہ بے حد متاثر اور مصروف گریہ وزاری تھے کچھ توقف کے بعد حضرت صاحب قبلہ نے صاجزادہ صاحب کو قدموں سے اٹھا کر چند تسکین آمیز اور دعائیہ الفاظ فرمائے (جو ذہن میں محفوظ نہ رہ سکے۔) اس کے بعد صاجزادے صاحب کی خدمت میں نذورات سجادگی پیش ہونا شروع ہوئیں۔ سب سے پہلی نذر حضرت مولوی سید عبدالجبار صاحب قبلہ نے پیش کی اس کے بعد صاجزادے گرامی حضرت مولوی سید عبدالولی صاحب نے بعدہٗ صاجزادے گرامی حضرت مولوی سید محمد اصغر صاحب نے اس کے بعد حضرت صاجزادے حافظ سید بشرالدین صاحب خیرآبادی وحضرت صاجزادے سلمان میاں صاحب ولد سید عبدالوحید صاحب خیرآباد شریف وحضرت سیدی شاہ اسلام الدین صاحب وحضرت شاہ قطب الدین صاحب قبلہ وحضرت مولانا مفتی رفاقت حسین صاحب وحضرت مولانا رجب علی صاحب وحکیم اعجاز رسول صاحب وجمال احمد صاحب منصرم مخصوص حضرات نے نذورات سجادگی بطور قبولیت پیش کیں۔ بعدہٗ تمام وابستگان آستانۂ عالیہ نے۔

حضرت صاحب کے انتخاب سجادگی کو مخصوص حضرات نے بیحد پسند کیا اور تمام غلامان سلسلہ نے بسروچشم منظور کیا نیز ہر خاص وعام میں بے حد مقبولیت ہوئی۔

صاجزادے صاحب موصوف کا اس شرف سے مشرف ہونا اپنی صلاحیتوں کے لحاظ سے حق بحق دار رسید کا مصداق ہے۔ اللہ تعالیٰ بطفیل پیران عظام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین صاجزادے موصوف کو ہمیشہ حضرت مرشدی ومولائی مدظلہٗ العالی کے سایۂ عاطفت میں رکھے۔ آمین بجاہ سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔

الٰہی تابماند مہر وماہی
چراغ خاندان چشت روشن

سگِ بارگاہِ عالیہ

ظھیر السجّاد

تواریخ وصال ومدفن

بزرگانِ چشت اہلِ بہشت رضی اللہ تعالیٰ عنہم

اسمائے بزرگان چشت	تاریخ وصال	مدفن
سیدنا سرکار محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم	۱۲ر ربیع الاوّل ۱۱ھ دوشنبہ	مدینہ طیبہ
حضرت مولا علی کرم اللہ وجہہ الکریم	۲۱ر رمضان المبارک ۴۰ھ جمعہ	نجف اشرف
حضرت خواجہ حسن بصری رضی اللہ عنہ	۵ رجب المرجب ۱۱۱ھ بروز جمعہ	بصرہ
حضرت خواجہ عبدالواحد رضی اللہ تعالیٰ عنہ	۷ر صفر المظفر ۱۷۷ھ	بصرہ
حضرت خواجہ فضیل ابن عیاض رضی اللہ تعالیٰ عنہ	۷ر محرم الحرام بروز جمعہ ۱۸۸ھ	مکہ معظّمہ
حضرت خواجہ شاہ ابراہیم بلخی رضی اللہ تعالیٰ عنہ	۲۸ر جمادی الاوّل ۲۶۲ھ	شام
حضرت خواجہ حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ	شوال المکرّم ۲۷۶ھ	بصرہ
حضرت خواجہ ہبیرہ بصری رضی اللہ تعالیٰ عنہ	۷ر شوال المکرّم ۲۸۷ھ	بصرہ
حضرت خواجہ ممشاد رضی اللہ تعالیٰ عنہ	۴ر محرم الحرام ۲۹۸ھ	دیلور
حضرت خواجہ شیخ ابواسحٰق رضی اللہ تعالیٰ عنہ	۱۴ر ربیع الاوّل ۳۲۰ھ	عکّہ (شام)
حضرت خواجہ احمد رضی اللہ تعالیٰ عنہ	جمادی الآخر ۳۵۵ھ	چشت شریف (افغانستان)
حضرت خواجہ ابومحمد رضی اللہ تعالیٰ عنہ	رجب المرجب ۴۱۱ھ	چشت شریف (افغانستان)
حضرت خواجہ شیخ ابویوسف رضی اللہ تعالیٰ عنہ	۳ر رجب المرجب ۴۵۹ھ	چشت شریف (افغانستان)
حضرت خواجہ مودود حق چشتی رضی اللہ تعالیٰ عنہ	رجب المرجب ۵۲۷ھ	چشت شریف (افغانستان)
حضرت خواجہ حاجی شریف زندنی رضی اللہ عنہ	۱۰ر رجب المرجب ۵۶۰ھ	زندانہ بخارا
حضرت خواجہ عثمان ہارونی رضی اللہ تعالیٰ عنہ	۵ر شوال المکرّم ۶۰۶ھ	مکہ معظّمہ
حضرت خواجہ معین الدین حسن رضی اللہ عنہ	۶ر رجب المرجب ۶۳۲ھ	اجمیر شریف
حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی رضی اللہ عنہ	۱۴ر ربیع الاوّل ۶۳۳ھ	مہرولی دہلی شریف

حضرت خواجہ فرید الدین گنج شکر رضی اللہ عنہ	۵؍محرم الحرام ۶۶۴ھ	پاک پٹن شریف
حضرت خواجہ نظام الدین محبوب الٰہی رضی اللہ عنہ	۱۸؍ربیع الثانی ۷۲۵ھ	دہلی شریف
حضرت خواجہ نصر الدین چراغ رضی اللہ عنہ	۱۸؍رمضان المبارک ۷۵۷ھ	چراغ دہلی شریف
حضرت خواجہ کمال الدین رضی اللہ تعالیٰ عنہ	۲۷؍ذیقعدہ ۷۵۶ھ	چراغ دہلی شریف
حضرت خواجہ سراج الدین رضی اللہ تعالیٰ عنہ	یکم جمادی الاوّل ۸۱۷ھ	پیران پٹن شریف
حضرت خواجہ سراج الدین رضی اللہ تعالیٰ عنہ	۲۶؍صفر المظفر ۸۰۹ھ	پیران پٹن شریف
حضرت خواجہ علم الدین رضی اللہ تعالیٰ عنہ	۲۲؍صفر المظفر ۹۰۰ھ	پیران پٹن شریف
حضرت خواجہ جمال الدین جمن رضی اللہ تعالیٰ عنہ	۲؍ذی الحجہ ۹۴۰ھ	احمد آباد گجرات
حضرت خواجہ شیخ حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ	۲۸؍ذیقعدہ ۹۸۲ھ	احمد آباد گجرات
حضرت خواجہ شیخ محمد رضی اللہ تعالیٰ عنہ	۹؍ربیع الاوّل ۱۰۴۱ھ	احمد آباد گجرات
حضرت خواجہ شیخ یحییٰ مدنی محمد رضی اللہ تعالیٰ عنہ	۲۷؍صفر المظفر ۱۱۲۲ھ	مدینہ شریف
حضرت خواجہ کلیم اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ	۲۸؍ربیع الاوّل ۱۱۴۲ھ	دہلی شریف
حضرت خواجہ نظام الدین رضی اللہ عنہ اورنگ آبادی	۲۲؍ذیقعدہ ۱۱۴۲ھ	اورنگ آباد دکن
حضرت خواجہ فخر الدین رضی اللہ تعالیٰ عنہ	۲۷؍جمادی الآخر ۱۱۹۹ھ	دہلی شریف
حضرت خواجہ نور محمد رضی اللہ تعالیٰ عنہ	۲۳؍ذی الحجہ ۱۲۰۵ھ	مہار شریف پنجاب
حضرت خواجہ شاہ سلیمان تونسوی رضی اللہ عنہ	۷؍صفر المظفر ۱۲۶۷ھ	تونسہ شریف پاکستان
حضرت خواجہ محمد علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ	۱۹؍ذیقعدہ ۱۲۶۶ھ	خیرآباد شریف اودھ
حضرت خواجہ شیخ محمد اسلم رضی اللہ تعالیٰ عنہ	۲۲؍ذیقعدہ ۱۳۲۰ھ	خیرآباد شریف اودھ
حضرت خواجہ حافظ بخاری سید عبد الصمد رضی اللہ عنہ	۱۷؍جمادی الآخر ۱۳۲۳ھ	پھپھوند شریف (اُتر پردیش)
حضرت خواجہ سید مصباح الحسن بندہ نواز رضی اللہ عنہ	۱۱؍رمضان المبارک ۱۳۸۴ھ	پھپھوند شریف (اُتر پردیش)
حضرت خواجہ اکبرالمشائخ سید محمد اکبر میاں رضی اللہ عنہ	۲۰؍قعدہ بروز پنج شنبہ ۱۴۲۹ھ	پھپھوند شریف (اُتر پردیش)